اردو
زبان کی
قدیم
تاریخ
مولفہ عین الحق فرید کوٹی
۱۹۷۰ء
pp. 338
8220

باسمہ تعالیٰ

تعارف

قرآن حکیم نے جہاں ''اقرأ'' ، ''الکتاب'' اور ''الحکمة'' پر توجہ مرکوز کر کے انسانی معاشرے میں تعلیم اور تحقیق کی بنیادیں مضبوط کر دیں ، وہاں 'انسان' اور 'آفاق' (کائنات) کو ''آیات'' فطرت سے تعبیر کرتے ہوئے دونوں کے تحقیقی مطالعے کی ترغیب دی ۔ انسان کے فکر اور نظر میں وسعت پیدا کرنے کے لیے ، عالمی تاریخ میں پہلی بار تخلیق اشیاء اور تہذیب ادیان کو ایک فطری ارتقائی سلسلہ کا رہین منّت قرار دیا ۔ بتایا گیا کہ کائنات میں ذی حیات اشیاء مٹی اور پانی سے پیدا ہوئیں اور سب کی تولید نر اور مادہ کی تزویج سے ہوئی ۔ ابن آدم بھی 'علقة' اور 'مضغة' کے ابتدائی مدارج سے گزر کر پہلے زمین پر گھسٹ کر چلنے کے قابل ہوا ، پھر ہڈیوں کے نظام کی پختگی سے اس کی قامت استوار ہوئی ، پھراولی الایدی بنا ، اور پھر اولی الابصار کی اعلیٰ منزل پر پہنچا ۔ اسی طرح 'دین' کی ابتداء بھی بنی آدم کے ابتدائی گروہوں کے شعوری مسلک سے ہوئی ۔ بعد میں انسانی شعور کی نشو و نما اور انسانی زندگی کے بدلتے ہوئے تقاضوں کے پیش نظر ، ہر دور میں انبیاء ، اتقیاء اور علماء نے 'دین' کی توضیح کی ، اور عقائد اور اعمال کو خاندانی ، قبائلی اور قومی سطحوں سے اوپر اٹھا کر ذات انسانی کی رہنمائی کی اور اسے منفعت کے اعلیٰ معیار پر پہنچایا ۔

قرآن حکیم نے اپنے خطاب میں تاریخی تسلسل ، تدریج اور ارتقاء کے مقدمات اور عوامل کو بار بار دہرا کر علماء اسلام کے فکر اور نظر کو ایسی نہج پر ڈال دیا کہ وہ ہر علمی موضوع پر ابتداء اور ارتقاء کے تسلسل کو پیش نظر رکھ کرسوچنے لگے ۔ چنانچہ پہلی بار انہوں نے انسانی تاریخ کو محض حالیہ حالات کی تصویر و تعیّن کے بجای ابتدای بنی آدم سے مدوّن کرنا شروع کیا ۔ معدنیات ، نباتات ، حیوانات اور خلقت انسان

Marfat.com

پر جب لکھا تو ان کا مرکزی فکر یہی رہا کہ ابتداء اور ارتقاء کے تسلسل کو سمجھا جائے - پیغمبر خدا صلی اللہ علیہ وسلم کے حقیقت افروز دعائیہ الفاظ ''اللہم أرنی حقائق الاشیاء کماھی'' نے حقائق کو سمجھنے کے لیے تحقیق در تحقیق کی ترغیب دلائی -

بنی نوع انسان اور ان کی بولیوں کے متعلق بھی قرآن حکیم نے فطرت کے ارتقائی قانون کی نشان دہی کرتے ہوئے 'اختلافِ السنہ اور اختلافِ الوان' کی حقیقت کی طرف اشارہ کیا اور اس حقیقت کو باہمی تعارف کا آلہ قرار دیا - چنانچہ بیان کے اعجاز اور السنہ کے اختلاف کو سمجھنے کے لیے علماء اسلام نے ایک طرف الفاظ و اشتقاق ، صرف و نحو ، معانی و بیان ، بلاغہ اور صوتیات (علم مخارج) کا تحقیقی مطالعہ کر کے 'علوم السنہ' کی بنیاد رکھی ، تو دوسری طرف مختلف قبائل کی بولیوں کا تقابلی مطالعہ کر کے 'تقابلی لسانیات' کی داغ بیل ڈالی - آگے چل کر 'معرّب اور دخیل الفاظ کی تحقیق کے سلسلہ میں فارسی ، سریانی ، عبرانی وغیرہ لغات کا تقابلی مطالعہ کیا - جوالیقی اور دوسرے محققین کی کاوشیں اس سلسلہ میں بار آور ہوئیں - علماء لغت نے زبان کے ہر پہلو کا علمی تجزیہ کر کے اصول اور قواعد مرتب کیے ، اور علمی تاریخ میں پہلی بار ''فقہ اللغۃ'' (Science of Language) کی بنیاد ڈالی - ابن فارس لغوی اور ثعالبی کی 'فقہ اللغۃ' پر لکھی ہوئی کتابیں اس موضوع پر بنیادی حیثیت رکھتی ہیں -

اقوام عالم کے علوم و فنون ، ادیان اور آراء کو سمجھنے کے لیے مسلمان محققین نے یونان ، ایران ، ترکستان اور ہندوستان کی زبانوں کا مطالعہ کیا - اس طرح معرفۃ اللغات[1] ایک علمی موضوع بن گیا ، اور

---

۱ - اسلامی معاشرے میں علوم کی نشاۃ اور تدوین کے سلسلہ میں شاہ ولی اللہ دہلوی (ف ۱۷۶۲ء) نے ایک مختصر مگر بیش بہا رسالہ بنام ''السترالمکتوم فی اسباب تدوین العلوم'' لکھا ہے جس میں علم ''معرفۃ اللغات'' کو خاص اس نام سے شمار کیا ہے :

''منہا (من العلوم) معرفۃ اللغات کا لترکیۃ والعربیۃ والفارسیۃ والھندیۃ'' -

Marfat.com

انسان کی علمی تاریخ میں پہلی بار غیر ملکی زبانوں سے لاعلمی کے دور کا خاتمہ ہوا۔ ابن خلدون کو لاطینی زبان بولنے والوں کے متعلق البتہ یہ کہنا پڑا کہ ان کا مطالعہ اور لکھنا پڑھنا ان کی اپنی ہی زبان تک محدود رہا ہے[1]۔

برصغیر پاک و ہند کی زبانوں میں سے علماء اسلام نے پہلے سندھی کو سمجھا اور پھر مزید تحقیق کے لیے سنسکرت کا مطالعہ شروع کیا۔ یہ ایک تاریخی حقیقت ہے کہ مسلمان عالموں نے سب سے پہلے سنسکرت کے مطالعے کی علمی روایت قائم کی اور سنسکرت کے علمی ذخیروں سے بیرونِ ہند ممالک کو روشناس کرایا۔ ان کے اس علمی مطالعے کی تاریخ آٹھویں صدی عیسوی سے شروع ہو کر سترھویں صدی کے آخر تک پہنچتی ہے۔ سب سے پہلے خلیفہ منصور عباسی کے عہد حکومت (۷۵۳ - ۷۷۴) میں مصنف 'برہم گپت' کی دو کتابیں 'برہم سدھنتا' اور 'کھنڈ کھادیکا' بغداد لائی گئیں جن کو الفزاری اور یعقوب بن طارق نے 'سند ہند' اور 'ارکند' کے نام سے عربی میں ترجمہ کیا۔ ہارون الرشید (۷۸۶-۸۰۱) کے امراء برامکہ نے الموفق نام سنسکرت کے عالم کو برصغیر ہند میں مزید تحقیق کے لیے بھیجا۔ الموفق گویا البیرونی کا پیش رو تھا۔ گیارھویں صدی میں البیرونی (۹۷۳-۱۰۴۸) جو 'معرفۃ اللغات' میں یکتای روزگار تھا، سنسکرت زبان اور اس کے علمی ذخیروں کے مطالعے کی طرف متوجہ ہوا۔ اس کی اپنی مادری زبان خوارزمی تھی۔ فارسی اور عربی پر اس

---

۱ - ''مقدمہ'' میں مندرجہ ذیل اشارات 'معرفۃ اللغات' اور السنہ کے تقابلی مطالعہ پر معیاری فکر کے حامل ہیں :

"...the habit of linguistic expression among the Himyar differed from that of the Mudar Arabs. Both have their own general norms, which are evolved inductively from their ways of linguistic expression and are different from the norms of the other group". The Latin Byzantines, beside the Turks and the Indians, "have their own language. When they adopted Christianity...they came to be interested in their own language than in any other" (Rosenthal's trans., Vol. III, pp. 283-284).

Marfat.com

کو عبور حاصل تھا۔ عبرانی اور سریانی کے علاوہ شاید یونانی سے بھی آشنا تھا۔ پھر اس نے سنسکرت کا مطالعہ کیا اور اس میں مہارت حاصل کی۔ محقق البیرونی نے اپنی 'فیلڈ سٹڈیز' کو پشاور تا ملتان والے خطہ میں پھیلایا، اور اپنی تحقیق کے دوران سنسکرت کے علاوہ مقامی زبانوں کے بعض الفاظ اور اصطلاحات کو بھی قلمبند کیا۔ اس کی تصنیف 'کتاب الہند' سنسکرت اور علوم سنسکرت کے مطالعے کے سلسلہ میں علمی دنیا میں پہلا محققانہ کارنامہ ہے۔

البیرونی کے بعد علماء غزنہ میں سے گردیزی (۱۰۴۹-۱۰۵۲ع) اور محمد بن عقیل (۱۰۸۹-۱۰۹۹ع) نے سنسکرت کا مطالعہ کیا۔ پھر ایک طویل وقفہ کے بعد خود ہند کے مسلمان علماء نے سنسکرت کے مطالعہ کی روایت کو پروان چڑھایا۔ چنانچہ سلطان فیروز شاہ (ف۱۳۸۸ع) کے عہد میں عبدالعزیز شمس نے 'ورا ہمیرا' کی کتاب کو ''ترجمۂ براہی'' کے نام سے فارسی میں منتقل کیا۔ احمد ولی بہمنی (ف۱۴۴۴ع) کے زمانے میں عبداللہ بن صفی نے 'شالیہوترا' کا فارسی میں ترجمہ کیا۔ سنسکرت کے مطالعہ کی یہ روایت عہد اکبری (۱۵۵۶ - ۱۶۰۵ع) میں بام عروج پر پہنچی۔ فیضی، ابوالفضل، نقیب خان، عبدالقادر بدایونی، ملاشیری، خان خانان، محمد سلطان تھانسیری، سید امداد علی، ملا شاہ محمد شاہ آبادی وغیرہ ہم دسویں صدی ہجری میں سنسکرت کے محققین علماء میں سے تھے جنھوں نے سنسکرت شاہکاروں کے ترجمے کیے۔ مغلیہ دور میں سنسکرت دانی کا یہ سلسلہ دارا شکوہ اور دوسرے متأخرین علماء کے توسط سے سترھویں صدی کے آخر تک پہنچتا ہے۔

دنیاے اسلام کے علمی کارناموں کے بعد جب علوم و فنون کی نشأۃ ثانیہ مغرب سے ہوئی تو علوم السنہ بھی رفتہ رفتہ ترقی پزیر ہوئے۔ ابتدائی توجہ الفاظ اور اشتقاق پر رہی۔ علماء مغرب نے جب مشرق زبانوں کا مطالعہ کیا اور مشرق اور مغرب کی زبانوں میں مشترکہ الفاظ کا ذخیرہ پایا تو وہ تقابلی لسانیات کے مطالعے کی طرف متوجہ ہوئے۔ اس کتاب میں فاضل مصنف نے علماء مغرب کی اس موضوع پر تحقیق کے نئے تاریخی دور کی قدرے تفصیل سے نشان دہی کی ہے[1] تاکہ زیر بحث مسائل کا

---

۱ - صفحات ۱۷-۳۳ اور ۱۸۸-۱۹۳

Marfat.com

پس منظر کلّی طور پر قارئین کے سامنے آ جائے - اٹھارھویں صدی سے علماء مغرب نے سنسکرت کا علمی مطالعہ شروع کرکے اپنے ، پیش‌رو مسلمان عالموں کی سنسکرت کے مطالعے کی نو سو سالہ تاریخی روایت کی توسیع کر دی - جناب عین الحق فرید کوٹی صاحب نے برصغیر پاک و ہند کی زبانوں کے علمی مطالعے کی طرف متوجہ ہو کر اپنی اس تصنیف سے علماء اسلام کی ''معرفۃ اللغات'' والی عامی روایت کی پھر سے تجدید کی ہے -

فاضل مصنف کی یہ کاوش خاص طور پر تاریخی لسانیات کے مختلف پہلوؤں کے تقابلی جائزوں پر حاوی ہے جن کا مقصد مندرجۂ ذیل نظریات کی توضیح اور تصدیق ہے :

۱ - آریائی قبائل کی آمد سے پہلے اس برصغیر میں اول منڈا گروہ کی زبانیں رائج تھیں ، اور بعد میں دراوڑی گروہ کی زبانوں کا دور دورہ رہا -

۲ - شمالی ہند کی موجودہ عوامی زبانوں (اردو ، پنجابی ، سندھی وغیرھا) اور ان کی پیش‌رو مقامی پراکرتوں کا سرچشمہ یہی منڈا اور خاص طور پر دراوڑی گروہ کی زبانیں ہیں جو اس برصغیر میں سنسکرت سے پہلے رائج تھیں -

۳ - سنسکرت ، آریائی قبائل کی اپنی لائی ہوئی زبان اور اس برصغیر کی قدیم مقامی زبانوں کے اختلاط سے معرض وجود میں آئی اور یہ بہت بعد کا زمانہ ہے -

۴ - شمالی ہند کی عوامی زبانوں کے صرف و نحو اور سنسکرت کے صرف و نحو میں جو اصولی فرق موجود ہے وہ اس امر کا بیّن ثبوت ہے کہ یہ عوامی زبانیں سنسکرت سے نہیں بلکہ قبل از سنسکرت والے دور کی پراکرتوں سے ماخوذ ہیں - البتہ سنسکرت کے الفاظ کی ایک کثیر تعداد عوامی زبانوں میں موجود ہے -

تقابلی لسانیات کے ماہرین نے پچھلے قریبی دور میں جو نتائج مرتب

Marfat.com

کیے ہیں ان سے ان نظریوں کی تائید ہوتی ہے[1] ۔ البتہ ان ماہرین لسانیات کی تحقیق کا مواد مختلف تصانیف و مضامین کی صورت میں بکھرا ہوا ہے ۔ فاضل مصنف نے اس کتاب میں ان کی محققانہ آراء کی تالیف سے ایک اہم علمی خدمت سر انجام دی ہے جس سے اس موضوع پر مزید تحقیق کے لیے رہنمائی ہو سکتی ہے ۔

اس کتاب کا موضوع جتنا وسیع ہے اتنا ہی پیچیدہ ہے ، اور ان کے اکثر پہلو ہنوز تشنۂ تحقیق ہیں ۔ لیکن تحقیق کا یہی تقاضا ہے کہ مختلف مسائل کو علمی شواہد خواہ قیاسی دلائل سے زیر بحث لایا جائے تاکہ مزید بحث و نظر کے لیے راہیں کھل سکیں ۔ فاضل مصنف کی یہ کوشش اسی مسلک کی علمبردار ہے ۔ اس میں بعض قیاسی دلائل اور فروعی مباحث میں اختلاف کے لیے گنجائش نظر آئے گی ، لیکن کتاب کو شروع سے آخر تک پڑھنے کے بعد بہت سے شبہات کا ازالہ ہو جاتا ہے ۔ مصنف نے جو کچھ لکھا ہے کھلے ذہن سے لکھا ہے ، اور وہ علمی تحقیق کی روشنی میں ابتدائی خیالات کو بدل دینے کے قائل ہیں ۔ چنانچہ شروع میں ایک جگہ پر مسلمانوں کی اس برصغیر میں آمد کو سنسکرت کے خاتمہ سے تعبیر کیا ہے (ص ۴۵) لیکن بعد میں صحیح طور پر لکھا ہے : ''بلکہ حق تو یہ ہے کہ (سنسکرت) مقامی بولیوں کی مقبولیت کے زیر اثر خود بخود ختم ہو گئی'' (ص ۶۳) ۔

دوسری جگہ پر مصنف کی عبارت سے یہ گمان ہوتا ہے کہ آریائی قبائل

---

۱ ۔ مصنف نے مختلف علماء لغت کے نظریے پیش کیے ہیں ۔ محقق پشیل بھی اپنی تصنیف ''پراکرت زبانوں کا تقابلی گرامر'' میں ان ہی نظریوں کا حامی ہے :

"I agree with Senart that all the Prakrits go back to popular dialects as their source (p. 7). This Sanskrit was not the basis of the Prakrit dialects (p. 4). The fact that all the new Indian languages do not go back to Sanskrit today needs no more proof (p. 6)." (R. Pischel : *Comparative Grammar of the Prakrit Languages*, translated from the German by Subhadra Jha, Delhi, 1957, pp. 4 - 7).

Marfat.com

'سنسکرت' کو بحیثیت اپنی مادری زبان کے باہر سے لائے تھے ، اور وقت گزرنے پر وہ مقامی زبانوں سے خلط ملط ہو کر اپنا ''خالص پن کھو بیٹھی'' (ص ۵٦) - غالباً آریائی قبائل اپنی کوئی 'آریائی زبان' اپنے ساتھ لائے جو بعد میں مقامی پراکرتوں کے مسلسل عمل اور رد عمل ، اور پھر پنڈتوں اور نحویوں کی کاوش سے عوامی زبان کے بجای ایک دھرمی، علمی اور کتابی زبان 'سنسکرت' کی صورت میں معروف ہوئی -

ایک خاص نظریہ جس کو مصنف نے کافی وثوق سے پیش کیا ہے وہ یہ ہے کہ وادیٔ سندھ کی زبانوں کی مورث اعلیٰ سنسکرت نہیں بلکہ بالواسطہ طور پر دراوڑی زبانیں ہیں (ص ٦٣) اور پنجابی زبان کا دھارا بھی دراوڑی زبانوں سے پھوٹا ہے (ص ٦٢) - آج سے ایک سو سال پیشتر اور پچھلی صدی کے نصف آخر میں شمالی ہند کی زبانوں کی اصلیت کے بارے میں دو نظریے قائم ہو چکے تھے - محققین کا ایک طبقہ ان کو سنسکرت سے اور دوسرا دراوڑی گروہ کی زبانوں سے مشتق قرار دینے لگا تھا - سنہ ۱۸۵۹ع میں آر - جی - لیتھام کی وضاحت (ص ۱۲۹) سے اس کی تصدیق ہوتی ہے - اسی دور کے ایک دوسرے محقق جارج شرٹ نے سنہ ۱۸۷۸ع میں ، سندھی زبان میں دراوڑی عنصر تلاش کرنے کی کوشش کی اور اس موضوع پر ایک مضمون لکھا[1] - ہمارے فاضل مصنف نے وادیٔ سندھ کی زبانوں میں دراوڑی عنصر کو اجاگر کرنے کی قابل قدر کوشش کی ہے ، اور اس موضوع پر دو باب تفصیل سے لکھے ہیں - (ص ص ۱۲۸-۱۸٦) جو اس کتاب کی جان ہیں - مصنف نے اپنے استدلال میں موجودہ دراوڑی اور شمالی ہند کی عوامی زبانوں کے مشترکہ لغوی ذخیرہ (الفاظ ، افعال ، ضمائر وغیرہ) کو پیش نظر رکھا ہے - یہ ایک ایسا دلچسپ ذخیرہ ہے کہ جس کی مزید چھان بین ہو سکتی ہے - مُنڈا اور دراوڑی گروہوں کی زبانوں میں مستعمل ایسے الفاظ کہ جن کے مستعار ہونے کا شائبہ نہ ہو ، اس مشترکہ ذخیرہ کا ایسا سرمایہ ہیں کہ جس کو بڑے وثوق سے عوامی زبانوں کے ماخذ کے طور پر مانا جا سکتا ہے - البتہ کئی ایسے الفاظ بھی اس ذخیرہ میں پائے جاتے ہیں

1. George Shirt : *Traces of a Dravidian Element in Sindhi,* The Indian Antiquary, Vol. VII-1878.

Marfat.com

جو غالباً مستعار ہیں - مثلاً توشہ ، گماشتہ ، زال وغیرہ فارسی الاصل ہیں - دلال اور مُنیب عربی الاصل ہیں اور 'کارو' (کالا black) ترکی الاصل ہے -

بعض مقامات پر ایسا معلوم ہوتا ہے کہ مصنف نے مماثلت لغات کو بطور شواہد تسلیم کرتے ہوئے قطعی قسم کے کچھ فیصلے قلمبند کر دیے ہیں (ص ۱۲۵ اور ص ۲۱۰) - تاہم ان کو بخوبی معلوم ہے کہ : ''کئی ایک محققین محض الفاظ کے اشتراک کی بناء پر کوئی فیصلہ صادر کرنا مناسب نہیں سمجھتے تاوقتیکہ اس کے صوتی اور صرفی و نحوی پہلو سے بھی اس کی تائید نہ ہوتی ہو'' (ص ۱۹۷) -

لہذا انھوں نے آگے قدم بڑھا کر مزید تقابلی موازنہ سے دراوڑی گروہ ، اردو اور پنجابی کے درمیان صرفی و نحوی مماثلت کی مثالیں پیش کی ہیں جو قابل قدر اور قابل غور ہیں -

اس کتاب کا بڑا حصہ ایسے مباحث پر مشتمل ہے کہ مجموعی طور پر اس کا نام ''شمالی ہند کی عوامی زبانوں کا لسانی خمیر'' بھی تجویز کیا جا سکتا ہے ، لیکن مصنف کے سامنے ایک خاص مقصد یہ تھا کہ اردو زبان کی قدیم تاریخ کا سراغ لگایا جائے ، لہذا کتاب کا نام بھی ''اردو زبان کی قدیم تاریخ'' ہی رکھا گیا ہے - اس سلسلہ میں فاضل مصنف نے جو مقدمات اور نتائج پیش کیے ہیں وہ یہ ہیں کہ : اردو سنسکرت سے نہیں نکلی بلکہ اس کا سرچشمہ وادیٔ سندھ کی قدیم زبان ہے (ص ۵۸) ، اور اردو پنجابی سے مشتق ہے (ص۷۸) - ان کی مراد غالباً یہ ہے کہ وادیٔ سندھ کی قدیم نمایندہ زبان پنجابی ہے لہذا وہی اردو کا سرچشمہ ہے - علاوہ اس کے ، پنجابی اور اردو میں بالکل ہی قریبی لسانی مماثلت موجود ہے جس سے اس نظریہ کی تائید ہوتی ہے - یہ سب غور طلب دلائل ہیں جو اس ضمن میں مزید تحقیق کی طرف دعوت دیتے ہیں - ہندوستان ، دکھن ، پنجاب ، سندھ اور گجرات میں اردو کی نشوونما کے نظریے ایک مدت سے پیش ہو چکے ہیں - راجستھانی خطہ کے حق میں بھی دلائل پیش کیے جا سکتے ہیں - اتنے وسیع جغرافیائی خطوں میں کچھ ایسے لسانی خمیر کی موجودگی کہ جس سے مختلف لب و لہجہ اور

Marfat.com

ثقات پر مبنی ایک ملتی جلتی زبان معرض وجود میں آئے ایک ایسی تاریخی حقیقت ہے کہ جس کو اس برصغیر میں ہمہ گیر لسانی ارتقاء کا مظہر قرار دیا جا سکتا ہے۔ لہذا ، ایک نقطہ نظر سے ، اردو کی نشو و نما کی لسانی یا جغرافیائی حد بندی حقائق کے منافی ہو سکتی ہے۔

فاضل مصنف نے اپنے لسانیاتی اور لغوی مباحث و دلائل کا سلسلہ شمالی ہند اور خصوصاً وادیٔ سندھ کی زبانوں سے وابستہ کیا ہے لیکن مقدمات اور نتائج اتنے جامع ہیں کہ وہ صرف شمالی ہند یا وادیٔ سندھ کی زبانوں تک محدود نہیں ہوتے بلکہ برصغیر کی اکثر زبانوں پر یکساں لاحق ہو سکتے ہیں۔

ایک توجہ طلب نکتہ یہ ہے کہ پنجابی ، سرائیکی اور سندھی تینوں وادیٔ سندھ کی ہمسایہ زبانیں ہیں لہذا پنجابی اور سرائیکی ، سرائیکی اور سندھی ، اور سندھی اور پنجابی میں ایک قریبی لسانی مماثلت پائی جاتی ہے۔ یہی وجہ ہے کہ بعض علماء نے سرائیکی کو سندھی کا جز تسلیم کیا ہے ، اور ہمارے فاضل مصنف اس کو پنجابی کا ایک محاورہ شمار کرتے ہیں (ص ۷)۔ سرائیکی جو کہ اپنے مختلف محاوروں (ملتانی ، بہاولپوری ، دیرہ والی وغیرہ) پر مشتمل اور پنجابی اور سندھی کی درمیانی کڑی ہے ، اپنی انفرادی خصوصیات کی حامل ہے۔ لہذا سرائیکی کو وادیٔ سندھ کی ایک مستقل زبان تسلیم کرنا حقائق کے زیادہ قریب تر ہو گا۔ ''برصغیر ہند کے لسانی جائزہ'' میں گریرسن نے بھی یہی مسلک اختیار کیا ہے۔

ایک محقق کے لیے اس کتاب کے ہر باب میں سوچ اور فکر کا سامان موجود ہے۔ وہ بار بار سوالات پوچھ سکتا ہے اور تحقیق طلب مسائل کی طرف اشارہ کر سکتا ہے ، لیکن اس میں کوئی شک نہیں کہ فاضل مصنف نے نہایت ہی پیچیدہ لسانی مسائل کا قابل داد تجزیہ کیا ہے۔ یہ ایک خالص علمی کتاب ہے جس سے مصنف کے وسیع مطالعے ، موضوع سے محبت ، اور مسائل کی توضیح و تنقیح میں مشقت کا پتا چلتا ہے۔

اردو زبان میں یہ پہلی کتاب ہے ، جو شمالی ہند کی عوامی زبانوں کی اصلیت کی نشان دہی کرتی ہے ، اور خصوصی طور پر منڈا ، دراوڑی ، سنسکرت اور وادیٔ سندھ کی مقامی زبانوں کے باہمی تعلق

Marfat.com

اور لسانی خمیر کی کمیت اور کیفیت کی آئینہ دار ہے - موضوع اتنا وسیع ہے ، کہ باوجود ضروری وضاحت اور تفصیل کے ، ہم کہہ سکتے ہیں کہ فاضل مصنف نے سردست اختصار اور اجمال سے کام لیا ہے اور اپنی اس تصنیف میں مختلف نظریوں کے خاکے مرتب کیے ہیں تاکہ مزید تحقیق کے لیے راہیں کھل سکیں - بعض مقامات پر انھوں نے مزید تحقیق کے مختلف پہلوؤں کی نشان دہی کی ہے - اس سلسلہ میں مصنف خود بھی ''ہڑپائی تہذیب کے لسانی رشتے'' جیسے تحقیق طلب موضوع پر ایک جدا گانہ کتاب لکھنے کا ارادہ رکھتے ہیں (ص ۹۴) - اللّٰھم زد فزد !

نبی بخش بلوچ

سندھ یونیورسٹی
حیدرآباد ، سندھ
۱۵ - اپریل ۱۹۷۱ء

Marfat.com

فہرست

Marfat.com

Marfat.com

Marfat.com

136937

Marfat.com

Marfat.com

پیش لفظ

یہ ایک فطری امر ہے کہ ہر ایک انسان کسی نہ کسی جنون کا شکار ہوتا ہے ۔ بعض اوقات اس کی یہ بے اعتدالیاں عام زندگی میں نظر آ جاتی ہیں ۔ اکثر ایسا بھی ہوتا ہے کہ بظاہر ایک انسان میانہ روی کا حامل نظر آتا ہے لیکن اگر اسے نزدیک جا کر دیکھا جائے تو ظاہری بہروپ کے پس پردہ ایک بالکل انوکھی شخصیت چھپی ہوئی نظر آئے گی ۔

میری اپنی زندگی بھی اس غیر متوازنیت سے مبرا نہیں ۔ اگر میں یہ کہوں تو بے جا نہ ہوگا کہ مطالعہ اور کتابیں جمع کرنے کا خبط تو قریب قریب دیوانگی کی حدوں کو چھو چکا ہے ۔ طالب علمی کے زمانے میں کتابوں کے علاوہ کھنڈرات سے دستیاب ہونے والے سکے اور منکے، اخباری تصویریں، پھول، پتے، رنگ برنگے پر اور تتلیاں بھی جمع کیا کرتا تھا جنہیں پرانی کاپیوں میں بڑے اہتمام سے سجا کر اپنی کتابوں والی الماری کے ایک کونے میں بڑی حفاظت سے رکھ چھوڑتا تھا ۔ ظاہر ہے کہ یہ عجائب گھر ہمیشہ چھوٹے بہن بھائیوں کی توجہ کا مرکز بنا رہتا تھا ۔ وہ اکثر اپنی سہیلیوں اور دوستوں کو بھی ساتھ لے آتے کہ آؤ آپ کو بھائی جان کی تتلیاں دکھائیں مگر میں اس خزانے کی روایتی سانپ کی طرح حفاظت کرتا اور کسی کو نزدیک نہ پھٹکنے دیتا لیکن انہیں میری ایک کمزوری کا بخوبی علم تھا ۔ جب میں الماری کے سامنے کوئی کتاب کھول کر بیٹھ جاتا تو وہ دبے پاؤں آتے اور الماری سے اپنی مطلوبہ کاپی نکال کر لے جاتے ۔ میں مطالعہ میں اس قدر مگن ہوتا کہ مجھے ان کی اس حرکت کا احساس تک نہ ہو پاتا ۔ وہ سامنے چارپائی پر بیٹھ کر بڑے مزے سے ان کاپیوں کی ورق گردانی کرتے رہتے اور مجھے اس وقت پتہ چلتا جب کہ وہ ان عجائبات کو دل بھر کر دیکھ لینے کے بعد قہقہے لگاتے ہوئے دروازے سے باہر بھاگ کھڑے ہوتے ۔

Marfat.com

وقت گزرنے کے ساتھ ساتھ اس دیوانگی میں بھی اضافہ ہوتا گیا۔ ننھے کے کپڑے اگر پھٹ گئے ہیں تو انہیں اگلے ماہ کی یکم تک ملتوی کر دیا جاتا۔ بیوی کے دوپٹے کی فرمائش مہینوں تک ٹالتا رہتا لیکن اگر کوئی کتاب پسند آ جاتی تو یار دوستوں سے ادھار لے کر بھی خرید لیتا۔ گو کتاب کا خرید لینا تو کوئی بڑی بات نہ تھی لیکن مشکل مرحلہ اسے گھر میں لانے کا ہوتا تھا۔ ہر نئی کتاب کی آمد گھر میں ایک نئے زلزلے کا پیش خیمہ ثابت ہوتی۔ 'یہ موئی کتابیں میری جان نہیں چھوڑیں گی۔ ننھا چیتھڑے پہنے پھر رہا ہے اس کے لیے دو روپے نہیں نکلتے، دو ماہ سے میں ننگے سر پھر رہی ہوں، گھر میں فاقوں کی نوبت ہے لیکن ان موئی کتابوں کے لیے روپیہ آسمان سے برس پڑتا ہے۔ آج ذرا باہر جاؤ، میں ان سب کو چولہے کی نذر کر دیتی ہوں، پھر جو کچھ کرنا ہو کر لینا۔' یہ سنتے ہی میں سر سے پاؤں تک لرز اٹھتا کہ کہیں سچ مچ ہی یہ الفاظ حقیقت کا روپ نہ دھار لیں۔ میں بہانہ بناتا کہ یہ کتاب بازار سے تھوڑا خریدی ہے یہ تو ایک دوست سے پڑھنے کے لیے لایا ہوں۔ 'ہاں! ہاں! ! مجھے سب معلوم ہے۔ یہ موئے دوست اتنے ہی سخی داتا واقع ہوئے ہیں کہ آپ کو ایک دفعہ کتاب دے کر پھر پوچھتے ہی نہیں اور یہاں ان کلموہی کتابوں کے ڈھیروں کے ڈھیر لگتے جا رہے ہیں جیسے یہ گھر نہ ہوا کتابوں کی کوئی دکان ہوئی۔ میں بہت تمہارا منہ دیکھ چکی ہوں۔ اب کے میں اپنے میکے گئی تو کبھی اس گھر میں قدم نہیں رکھوں گی۔ تو اپنی ان کچھ لگتی کتابوں کو لے کر بیٹھے رہنا۔'

نہیں کہہ سکتا اگر سچ مچ ہی مجھے بیوی اور کتاب کے درمیان ایک کا انتخاب کرنا پڑتا تو قرعہ کس کے نام نکلتا۔

اس خبط کا ایک پہلو یہ بھی ہے کہ جب کبھی طبیعت کچھ اچاٹ ہوئی یا تفکرات نے گھیر لیا تو میں دل بہلانے کے لیے کتابوں کی دکانوں کی طرف رخ کرتا ہوں۔ کتب فروشوں کو مرعوب کرنے کے لیے چند ایک موٹے موٹے مصنفوں اور چند ایک نایاب کتابوں کے نام رٹ رکھے ہیں کہ جنہیں 'آوٹ آف پرنٹ' ہوئے ایک عرصہ بیت چکا ہے۔ دکان میں داخل ہوئے اگر دکاندار یا سیلزمین نے دریافت کر لیا کہ جناب! کونسی کتاب چاہیے تو وہ از بر شدہ نام لے دیا۔

Marfat.com

'نہیں جناب یہ تو موجود نہیں۔' پھر دوسری کتاب کا نام لے دیا اور ایسے ہی جب دو تین کتابوں کا نام لینے کے بعد بھی مطلوبہ کتابوں کے نہ ہونے کا اظہار کر دیا گیا تو پھر یہ کہہ کر کہ اچھا دیکھتا ہوں شاید کوئی اچھی کتاب مل جائے کتابوں کی الماریوں کی طرف رخ کیا۔ اگر انہوں نے دخل دینا مناسب نہ سمجھا توفبہا۔ ایک سرے سے شروع ہو کر کتابوں کے نام پڑھتے پڑھتے دوسرے سرے تک پہنچ گئے اور اس طرح دیکھتے دیکھتے دروازے سے باہر ہوگئے۔ پھر اگلی دکان پر۔ حتیٰ کہ طبیعت سیر ہوگئی تو بغیر کچھ خریدے واپس لوٹ آئے۔

یہ ۱۹۶۵ء کے ستمبر کا مہینہ تھا۔ پاک و ہند کی جنگ تیسرے ہفتے میں داخل ہوچکی تھی۔ میں دفاعی فرائض کے سلسلہ میں لاہور کے نواح میں متعین تھا۔ دفاعی سرگرمیوں کی بناء پر کتابوں سے جدا ہوئے بہت دن بیت چکے تھے۔ ایک دن دوپہر کے بعد میں ابھی محاذ جنگ سے اپنے ہیڈ کواٹر میں واپس لوٹا ہی تھا کہ معلوم نہیں دل میں کیا آئی کہ بغیر ہاتھ منہ دھوئے دھول سے اٹے ہوئے لباس ہی میں بس پر سوار ہوگیا اور مال روڈ کا رخ کیا۔ اب کتابوں کی جس بھی دکان میں داخل ہوتا ہوں وہ میری اس ہیئت کذائی کو دیکھ کر حیران ہوتے ہیں۔ بہرحال میں ان کے گھورنے سے بے پرواہ ہوکر اپنے ذوق کی تسکین میں مصروف رہا۔ اس طرح کتابوں کی خوشبو سے دل و دماغ کو تازہ کرتا ہوا کتابوں کے ایک نئے چمنستان میں جا داخل ہوا۔ اندر پہنچ کر قرینے سے سجائی ہوئی خوب صورت گرد پوش والی کتابوں کو پھٹی پھٹی نگاہوں سے گھورنا شروع کر دیا۔ دل میں آئی کہ اگر بس چلے تو سب کتابیں سمیٹ کر لے جاؤں۔ شومیٔ قسمت سے یہ سپنا جلد ہی ٹوٹ گیا۔ کیونکہ صاحب دکان غالباً میرے دھول سے اٹے ہوئے چہرے اور گرد آلود لباس سے متاثر ہو کر کاؤنٹر سے اٹھ کر میرے پاس آ کھڑے ہوئے۔ میں وہاں سے کان دبا کر رفو چکر ہونے کی سوچ ہی رہا تھا کہ 'جناب! کیا چاہیے؟' کی آواز کان میں آئی۔ اب نہ جائے رفتن نہ پائے ماندن والا معاملہ در پیش تھا۔ مجبوراً میں نے کہا کہ سپنوزا کی کوئی کتاب ہو تو دکھائیے۔ بغیر کسی توقف کے تین چار کتابیں میرے سامنے تھیں۔ دل میں آئی کہ یوں تو کام نہیں چلے گا۔

Marfat.com

میں نے کہا کہ میں تو کاغذی جلد اور جیبی سائز میں پسند کرتا ہوں۔ انھوں نے جواب دیا کہ پیپر بیک میں ان کی ایک کتاب تھی لیکن وہ دو دن پہلے ختم ہو چکی ہے - دل میں کہا کہ شکر ہے - اگر خدانخواستہ کوئی کاپی بچ رہی ہوتی تو پھر ما بدولت کیا کرتے ؟ 'اچھا جناب اگر وہ پیپر بیک ایڈیشن دوبارہ آئے تو میرے لیے ایک کاپی ضرور محفوظ رکھیں -' خفت مٹانے کے لیے پھر کہا کہ 'کیا آپ کے پاس گارڈن چائلڈ کی مشرق کے قدیم شہر ہے؟' انھوں نے بلا تأمل اس مصنف کی تازہ ترین تصنیف لا کر سامنے رکھ دی - میں نے کہا کہ نہیں مجھے تو اسی کتاب کی ضرورت ہے -

کوئی اور دکاندار ہوتا تو بھانپ لیتا کہ ایں جناب کس قسم کے خریدار ہیں - غالباً اندازہ تو انھوں نے بھی لگا لیا ہوگا لیکن ان کے لب و لہجے کی شیرینی میں کوئی فرق نہ آیا - ان کے طرز گفتگو میں اس قسم کی بے تکلفی تھی کہ اب میں قدرے اطمینان محسوس کر رہا تھا لیکن اب میں کسی اور کتاب کا نام لیتے ہوئے ڈر رہا تھا کہ مبادا سامنے ہی نہ آ جائے - آخر انھوں نے سلسلۂ گفتگو جاری رکھنے کے لیے سوال کیا کہ آپ اتنے خشک موضوعات پڑھ کر کیا کرتے ہیں ؟ میں نے جواب دیا کہ بس ایسے ہی شوق ہے - انھیں پڑھ کر کبھی کبھار ایک آدھ مضمون بھی قلم بند کر لیتا ہوں 'آپ کی تعریف؟'--'نیاز مند کا حقیقی نام تو فضل الٰہی ہے لیکن ادبی حلقوں میں 'عین الحق فرید کوٹی' کے قلمی نام سے یاد کیا جاتا ہوں -'

'اچھا تو آپ ہیں عین الحق صاحب ، خوب! چلیے بیٹھ کر بات چیت کرتے ہیں -'

چائے کا آرڈر دے دیا گیا اور ہم ایک گوشے میں کرسیوں پر جا بیٹھے - دل ہی دل میں سوچ رہا تھا کہ اگر ان کی دکانداری کا یہ عالم ہے تو یہ کتنے دن چلے گی - انھوں نے اپنا تعارف کرایا - 'بندہ کو ظفر اقبال کہتے ہیں اور آپ کی قلمی کاوشوں کا عرصہ سے مداح ہوں -'

چائے آئی اور چائے کی پیالی کے ساتھ ایک نئی دوستی کی بنیادیں استوار ہو گئیں - اب ہم دکاندار اور خریدار کی بجائے ظفر اور حق میں تبدیل ہو چکے تھے - میں ایسا محسوس کر رہا تھا جیسے ہم صدیوں

Marfat.com

سے ایک دوسرے کے واقف چلے آ رہے ہوں - اب ظفر صاحب مجھے جنگ کے دنوں کی دریافت کے نام سے تعبیر کرتے ہیں تو میں ان کی دوستی کو زمانۂ جنگ کی بہترین یادگار تصور کرتا ہوں - باتوں ہی باتوں میں انھوں نے ذکر کیا کہ ان کے علاوہ ان کے ایک دوست بشیر صاحب جو کہ حلقہ ناشرین سے تعلق رکھتے ہیں میرے مضامین میں گہری دلچسپی رکھتے ہیں اور ان کا خیال ہے کہ اس مجموعہ کو کتابی صورت دے دی جائے- میں نے کہا پھر بسم اللہ کیجیے - ایک دوسری ملاقات میں بشیر صاحب سے تعارف کا شرف حاصل ہوا - انھوں نے بتلایا کہ وہ کافی عرصہ سے میرے پتہ کی تلاش میں تھے تا کہ ان مضامین کی کتابی صورت میں اشاعت کے لیے بات چیت کی جا سکے - ان کے اصرار اور خلوص کے پیش نظر میں نے نہایت ہی نامساعد حالات کے باوجود ان مضامین پر نظر ثانی کا وعدہ کرلیا -

مجھے یہ تسلیم کرنے میں باک نہیں کہ یہ کتاب مجھ سے زیادہ ظفر صاحب اور بشیر صاحب کے شوق اور پیہم اصرار کا نتیجہ ہے - اگر ان کی حوصلہ افزائی شامل حال نہ ہوتی تو ان دنوں ادبی لحاظ سے جن نامساعد حالات سے مجھے گزرنا پڑا ایسے میں کسی ادبی تخلیق کا وقوع میں آنا ممکنات میں سے نہ تھا -

کیا اس کتاب کی اشاعت محض ایک اتفاقی امر ہے ؟

میرے پاس اس کا صرف ایک ہی جواب ہے کہ نہیں! ، اس کے پس منظر میں بچپن میں دادی اماں سے سنی ہوئی مہم جو شہزادوں، دیووں کی مقید حسین پریوں اور پر اسرار وادیوں کی کہانیوں سے لے کر ہڑپائی تہذیب کے کھنڈرات کی سیاحت تک ایک طویل داستان پوشیدہ ہے - ایک رشی منی جیسی ریاضت ، ایک زاہد کی طرح شب بیداری اور ایک عاشق صادق سی لگن اس داستان کے نمایاں پہلو ہیں - الف لیلہ کی طرح یہ داستان بظاہر کئی ایک کہانیوں کا مجموعہ نظر آتی ہے مگر اس کی ہر ایک کہانی انفرادی طور پر مکمل ہوتے ہوئے بھی ایک دوسری سے مربوط اور منسلک ہے - اس وقت ان تمام کہانیوں کا احاطہ کرنا نہ تو ممکنات میں سے ہے اور نہ مناسب — ہاں ! اس کے اجاگر پہلوؤں پر اچٹتی ہوئی نظر ڈال لینا قارئین کے لیے نہ صرف دلچسپی کا باعث ہوگا

Marfat.com

بلکہ اس طرح وہ مصنف کو نہایت ہی قریب سے دیکھ سکیں گے اور ساتھ ہی زیر نظر کاوش کے پس منظر کا صحیح اندازہ بھی لگا سکیں گے۔

اگر میں یہ کہوں تو بے جا نہ ہوگا کہ میری ادبی زندگی کی بنیادیں سید امتیاز علی تاج اور سدرشن کی مرہون منت ہیں کیونکہ جب میں ابھی تیسری جماعت ہی میں تھا تو والد مرحوم نے بچوں کے محبوب ہفت روزے 'پھول' اور 'پریم' میرے نام جاری کروا دیے تھے۔ پانچویں جماعت سے سردار دیوان سنگھ مفتون کے اپنی قسم کے واحد ہفت روزہ 'ریاست' سے استفادہ کا موقعہ ملا اور آزادیٔ پاکستان تک یہ سلسلہ باقاعدہ جاری رہا۔ حق تو یہ ہے کہ اس کے بعد کوئی دوسرا ہفت روزہ دل میں جچا ہی نہیں۔ ۱۹۴۲ء کے اوائل میں روزگار کے سلسلے میں پونا (صوبہ بمبئی) جانے کا اتفاق ہوا۔ وہاں تین سالہ قیام کے دوران سید عبداللہ بریلوی کے ہفت روزہ 'بمبئے کرانیکل' اور آتش نفس مسٹر جوشم ایلوا کے ہفت روزہ 'فورم' سے مستفید ہونے کا موقعہ ملا، بعد ازاں پاکستان کے عالم وجود میں آنے تک جنوبی ہند کے مختلف مقامات میں قیام کے دوران ان سے بدستور لگاؤ قائم رہا۔ اس کے علاوہ 'اسٹیٹسمین' اور 'السٹریٹیڈ ویکلی آف انڈیا' سے لے کر 'خیام' اور 'عالمگیر' تک مختلف قسم کے اخبار و رسائل زیر مطالعہ آتے رہے لیکن ان کی مثال ایسی ہی ہے جیسے کہ کسی باغ میں چہل قدمی کے دوران کوئی انسان راستہ میں سامنے آنے والے پھولوں کی رنگ و بو سے دل و دماغ کو تازہ کرتا چلا جائے۔ مجھے یہ کہنے میں باک نہیں کہ قیام پاکستان کے بعد مختلف روز ناموں، ہفت روزوں اور ماہناموں سے خبروں اور مضامین کی بدولت دلچسپی تو ضرور قائم رہی لیکن اس طویل مدت میں کسی ایڈیٹوریل کو پڑھنا پسند نہیں کیا۔ شاید اگر کیانی مرحوم کی زندگی کچھ اور وفا کرتی اور وہ کوئی ہفت روزہ جاری کرتے تو میری کھوئی ہوئی دلچسپیاں دوبارہ لوٹ آتیں۔

والد مرحوم کا کہنا تھا کہ میں بچپن میں اکثر پرانے زمانے کی کوئی کہانی سنانے کا مطالبہ کرتا تھا۔ ادھر رات پڑی، بستروں پر لیٹے اور تقاضا شروع ہوا کہ 'ابا جی! آج 'پرپرار' (قدیم سے قدیم زمانہ) کی بات سناؤ۔' ایام مدرسہ میں بھی یہ 'پرپرار' کی دلچسپی قائم رہی اور تاریخ میرا محبوب ترین مضمون بن گیا۔ چھٹی جماعت سے عبدالحلیم شرر،

Marfat.com

ندیم صہبائی ، صادق سردھنوی کے تاریخی ناول اور خواجہ حسن نظامیؒ کی تاریخی کتابیں پڑھنا شروع کر دیں ۔ سکندر اعظم ، چندرگپت ، اشوک ، کنشک، محمد بن قاسمؒ ، محمود غزنویؒ ، بابر، اکبر، رانا سانگا، مہا رانا پرتاپ اور ٹیپوسلطانؒ میرے محبوب ہیرو تھے ۔ اگرچہ مطالعہ کے دوران تاریخ کے موضوع پر کئی ایک کتابیں نظر سے گزر چکی تھیں لیکن جس کتاب نے اس شوق کے لیے مہمیز کا کام کیا وہ ایچ ، جی ، ویلز کی شہرہ آفاق کتاب 'تاریخ عالم کا خاکہ' (Out lines of the World History) تھی ۔ اس میں 'پرپرار' کے تجسس کی تسکین کے لیے وافر سامان میسر تھا ۔ وادیٔ نیل ، بابل ، نینوا ، قرطاجنہ اور پتھر اور دھات کے زمانوں کی رومانوی داستانوں میں میرے لیے خاص کشش موجود تھی اور آج بھی میری تمام تر دلچسپیاں 'زمانہ قبل از تاریخ' پر مرکوز ہیں ۔ جس میں خاص کر ہڑپائی اور بابلی تہذیب سے گہرا لگاؤ ہے ۔

ہڑپائی تہذیب کے مطالعے کے دوران جو بات مجھے سب سے زیادہ کھٹکتی تھی وہ اس تہذیب کے لسانی پہلو سے عدم توجہی یا عدم واقفیت تھی ۔ گو اس تہذیب کے قریب قریب تمام پہلو اجاگر کیے جا رہے تھے لیکن زندگی کے سب سے اہم شعبہ 'زبان' کو نظر انداز کیا جا رہا تھا ۔ میں نے اس بارے میں غور و خوض شروع کردیا اور یہاں سے لسانیات کے مطالعہ کی چاٹ پڑ گئی ۔ اس طرح تاریخ کے پہلو بہ پہلو لسانیات کا موضوع بھی میرے مطالعے کا خصوصی حصہ بن گیا ۔ میرا خیال ہے کہ تاریخی پہلو کی تحقیق کے لیے لسانیات کا مطالعہ لازمی ہے اور اس طرح لسانیات کی تحقیق بھی تاریخی پس منظر کے بغیر مکمل نہیں ہوسکتی ۔

میں نے ادبی زندگی میں کیسے قدم رکھا ؟

یہ بھی ایک عجیب قصہ ہے ۔ برصغیر کی آزادی کے بعد بے سروسامانی کی حالت میں نئے وطن میں وارد ہوئے ۔ مہاجر کیمپوں کی زندگی سے پناہ کی تلاش میں گلی کوچوں کا طواف شروع کیا تا کہ سر چھپانے کو کوئی جگہ مل سکے لیکن یہاں تو عالم ہی کچھ اور تھا ۔ جگہ جگہ مہاجروں کو بسانے کی آڑ میں لوٹ کھسوٹ کا بازار گرم تھا ۔ دو سو

Marfat.com

روپے دو اور مکان لے لو ، چھ سو روپے میں کوٹھی اور ہزار روپے میں دکان ۔ ہر ایک جنس کا ایک نپا تلا بھاؤ مقرر تھا ۔ اس ہاتھ دو اس ہاتھ لو ۔ اگر جیب خالی ہے تو مزے کرو ۔ اپنے پاس قفل کھلوانے کے لیے کوئی سنہری چابی نہ تھی ۔ چنانچہ اپنے لیے کوئی در وا نہ ہوا ۔

ان نامساعد حالات میں ملازمت کے سلسلے میں کیمبل پور جانا ہوا ۔ شومیئ قسمت سے اہل خانہ صاحب فراش ہوگئیں ۔ تنخواہ کا زیادہ حصہ قرض میں اٹھ جاتا ۔ گھر میں بعض اوقات فاقوں کی سی نوبت ، دوا دارو کے لیے جیب میں پھوٹی کوڑی نہیں ، والدین کے خط پر خط آرہے ہیں: 'بیٹا کچھ رقم ارسال کرو گھر میں گزارہ کی کوئی صورت نہیں ۔' افسران بالا ایک سے ایک بڑھ کر فرعون جن سے ہمدردی کی توقع لا حاصل ۔ ان گونا گوں مسائل کا حل تلاش کرنے کا جتن کرتا لیکن ذہنی قوتیں قریب قریب مفلوج ہو کر رہ گئی تھیں ۔ گھر میں داخل ہوتا تو بیمار بیوی کی سوالیہ نگاہیں میری راہ تک رہی ہوتیں اور میں مجبوراً نظریں بچا کر پاس سے گزر جاتا ۔ کئی دفعہ سوچتا کہ کیا خودکشی ان مسائل کا واحد اور بہترین حل نہیں ؟ دوسرے ہی لمحے ننھے اور گڈی کا خیال قدموں سے لپٹ جاتا ، بیوی کی اداس نگاہیں راستے میں حائل ہو جاتیں اور بوڑھے ماں باپ کی بیکسی کا تصور سامنے آجاتا اور میرے تھکے تھکے قدم مجھے واپس لے آتے ۔

لیکن سوال یہ تھا کہ اگر مالی دشواریوں سے گریز ممکن نہیں تو پھر کیا کرنا چاہیے ۔ ایسے حالات میں ۱۹۴۸ء کے دسمبر کی ایک سرد مہر شام کو جب کہ اداس سائے طویل سے طویل تر ہوتے جا رہے تھے میں ہفت روزہ 'آفاق' کا تازہ پرچہ کھولے بیٹھا تھا لیکن تفکرات کے اندھیروں نے صفحات کے متن پر سیاہی پھیلا دی تھی ۔ نگاہیں سطروں کی سیاہی اور سفیدی کی حدود سے گزر کر کہیں دور موہوم دھندلکوں میں کھو گئی تھیں ۔ معاً ذہن کی گہرائیوں سے ایک عجیب و غریب خیال بجلی کی طرح سطح کی طرف لپکا اور میں نے پرچہ بند کر دیا ۔ کیوں نہ میں بھی لکھنا شروع کردوں ؟ آخر یہ لکھنے والے کوئی آسمانوں سے تو نازل نہیں ہوتے ؟ فوراً ہی ملک کے مشہور و معروف لکھنے

Marfat.com

والوں کے بڑے بڑے نام نگاہوں کے سامنے گھوم گئے اور جب میں نے اپنا موازنہ ان کے ساتھ کرنا چاہا تو پھر مایوسیوں کے اندھیاروں میں کھوگیا ۔ سوچا کہ چلو نہ سہی لیکن ایک دفعہ کوشش کرنے میں کیا حرج ہے ۔ اگلے دن اتوار تھا صبح اٹھا ، منہ ہاتھ دھویا، چائے پی اور سائیکل اٹھا بازار کا رخ کیا ۔ سٹیشنری کی دکان سے ایک کاپی خریدی اور واپس آ گیا ۔ ایسا معلوم ہوتا تھا کہ جیسے میں نے کوئی بڑا بھاری معرکہ سر کر لیا ہو ۔

صحن میں چارپائی ڈالی ، کاپی کھولی ، قلم ہاتھ میں لیا اور بیٹھ گیا ۔ بیوی نے پوچھا کسے خط لکھ رہے ہو میں نے کہا آج تمھارے نام خط لکھ رہا ہوں اور شروع کر دیا :

> ''اس ملک یا قوم کی ترقی کے امکانات کہاں تک امید افزا ہو سکتے ہیں کہ جس کی قریب قریب نصف آبادی کو چراغ خانہ یا شمع محفل کا خطاب دے کر ایک عضو معطل قرار دے دیا جائے...''

اس طرح معاشرے کے رستے ہوئے ناسوروں پر نشتر زنی کر کے جلے دل کے پھپھولے پھوڑنے شروع کر دیے ۔ کہہ نہیں سکتا کہ اس لکھنے کی تہ میں اصلاح معاشرہ کا جذبہ کار فرما تھا یا مالی منفعت کا یا پھر تفکرات سے فرار کی ایک صورت تھی یا محض وقت کٹی کا ایک ذریعہ ۔ بہر حال اپنے گرد و پیش کے بارے جو کچھ محسوس کر رہا تھا اسے لفظی جامہ پہنا کر قریباً دو ہفتے میں کاپی ختم کر ڈالی ۔

نیا سال شروع ہوا ۔ تنخواہ پر ایک اچھا سا رائیٹنگ پیڈ خرید کیا اور کاپی سے وہ تمام مضمون اس پر اتار لیا ۔ اب سوال یہ پیدا ہوا کہ یہ اتنا لمبا سارا مضمون کہاں بھیجا جائے ۔ انہی دنوں سرور صاحب نے لاہور سے ہفت روزہ 'آفاق' ابھی نیا نیا نکالنا شروع کیا تھا اور عوام میں اسے بڑی قدر و منزلت کی نظروں سے دیکھا جاتا تھا ۔ آخر ہرچہ بادا باد... کہہ کر یہ مسودہ آفاق کے نام ارسال کر دیا ۔

مسودہ ڈاک کے سپرد کرنے کے بعد دن گننا شروع کر دیے ۔ مجھے طالب علمی کے زمانے کا ایک واقعہ رہ رہ کر یاد آ رہا تھا جب کہ

Marfat.com

درجہ دہم کے دوران میں نے فرنگی استحصال کے خلاف 'سونے کی چڑیا' کے عنوان سے ایک مضمون لکھا اور روزنامہ 'ملاپ' لاہور کو بھیج دیا۔ مہینوں انتظار کے باوجود نہ وہ مضمون چھپا اور نہ رسید ملی۔ میں نے دل ہی دل میں ایڈیٹر کو کوسنا شروع کر دیا کہ کتنا احسان فراموش ہے، اتنا اچھا مضمون بھیجا اور اس نے شائع نہیں کیا۔ پھر اپنی ایک غزل کی اشاعت کا قصہ سامنے آیا۔ سکول سے فراغت کے بعد شہر کے عوامی شاعر شگفتہ لاہوتی کی صحبت کے زیر اثر شاعری کا دورہ پڑا اور شعلہ فریدکوٹی کے تخلص سے بزعم خود غزلیں، رباعیاں، قومی نظمیں، گیت اور دوہے گھڑنا شروع کر دیے۔ یہاں تک کہ لاہور سے شائع ہونے والے ایک رسالہ 'ساز' کی مارچ یا اپریل ۱۹۴۱ء کی اشاعت میں میری ایک غزل بعنوان 'شعلہ افشانیاں' شائع ہوگئی۔ اب میں سوچتا ہوں کہ ماہنامہ کے ایڈیٹر یا تو کچھ زیادہ ہی حوصلہ افزائی کے حق میں ہوں گے یا پھر ان کا مدعا اپنے قارئین کی تفنن طبع کے لیے ایک نئے نمونہ سے روشناس کرانا ہوگا۔ بہرحال اب نہ تو اس غزل! کی کوئی نقل میرے پاس موجود ہے اور نہ اس کا کوئی شعر یاد ہے وگرنہ اب بھی آپ کی ضیافت طبع کے لیے پیش کر دیتا۔ ہاں! اس عبوری دور کے صرف دو شعر یاد ہیں۔ پڑھیے اور سر دھنیے:

یہ رخ پہ جو زلف سیاہ کی جھلک ہے
جو رنگینیاں یہ صبح شام کی ہیں
دل و جان اور دین و ایمان ہیں قربان
یہ قربانیاں سب تیرے نام کی ہیں

۱۹۴۶ء کے انقلابی دور کی ایک قومی نظم! کے دو بند بھی ملاحظہ ہوں:

ظلم کا دور حکومت جبر کے سر تاج ہے
لاشہ معصوم پہ یاں کرگسوں کا راج ہے
دیو استبداد کا ہر سمت ہے سکہ رواں
ملک یہ نادر کے ہاتھوں ہو رہا تاراج ہے

چاہتی ہو تم مگر کہ عیش ہو

Marfat.com

کب تلک سہتے رہیں گے جان ! یہ رنج و محن
آؤ مل کر بدل دیں ہم گردش چرخ کہن
آؤ شعلوں کی نذر کر دیں یہ مصنوعی امن
آؤ سینچیں خون سے اپنے یہ گلزار وطن
چاہتی ہو تم اگر کہ عیش ہو

دن گزرتے گئے ۔ انتظار کی گھڑیاں طویل سے طویل تر ہوتی گئیں ۔ امید کی آخری کرن بھی یاس کے گھپ اندھیروں میں گم ہوتی ہوئی نظر آنے لگی ۔ آخر بیم و رجا کی دھوپ چھاؤں کا یہ کھیل ختم ہوگیا ۔ ۲۱ فروری ۱۹۴۹ء کا دن تھا کہ مجھے ایک غیر مانوس سا خط ملا ۔ یہ خط پروفیسر سرور صاحب ایڈیٹر آفاق کی طرف سے تھا ۔ ڈرتے ڈرتے پڑھنا شروع کیا :

"مسودہ ملا ۔ شکریہ ! اسے عنقریب شائع کر دیا جائے گا ۔ اگر آپ فرمائیں تو آپ کے مسودہ کو کتابی شکل دے دی جائے ۔ امید ہے آپ آفاق کے لیے برابر لکھتے رہیں گے ۔"

غالباً بہت کم مبتدیوں کو اتنے حوصلہ افزا الفاظ نصیب ہوئے ہوں گے ۔ یہ مضمون ۲۷ فروری سے لے کر ۱۰ اپریل ۱۹۴۹ء تک پانچ اقساط میں شائع ہوا ۔ سرور صاحب کے اصرار پر اتنا ہی طویل ایک دوسرا مضمون لکھا جو کہ ۱۴ مئی تا ۲۰ اگست ۴۹ء مزید پانچ اقساط میں شائع ہوا ۔ اب میں اپنے آپ کو پانچوں سواروں میں شمار کرنے لگا ۔ اس اثناء میں لاہور سے محترمہ ادیبہ بزمی کی ادارت میں 'بنت راوی' کے نام سے ایک اصلاحی پندرہ روزہ جاری ہوا ۔ محترمہ نے ان شائع شدہ مضامین کی افادی حیثیت کے پیش نظر انہیں دسمبر ۱۹۵۱ء تا اگست ۱۹۵۲ء کے شماروں میں بالاقساط دوبارہ شائع کیا ۔ بعد ازاں اس موقر جریدہ کے لیے چند مزید مضامین قلمبند کیے ۔ اب دوسرے پرچوں میں بھی طبع آزمائی شروع کر دی ۔ 'لسانیات کی تاریخ' جو کہ روزنامہ 'امروز' کے استقلال نمبر (۱۵ اگست ۱۹۵۴ء) میں شائع ہوا میرے اولین دور کا سب سے قابل ذکر مضمون کہا جا سکتا ہے ۔

Marfat.com

غلطی سے میں نے اپنی ادبی زندگی کی ابتداء شاعری ، افسانہ نگاری ، انشاء پردازی یا ہلکے پھلکے مضامین کے بجائے نہایت ہی سنجیدہ اور ادق قسم کے مضامین سے کی تھی - جیسے جیسے میں اس میدان میں آگے قدم رکھ رہا تھا ، رہوار قلم ایک مخصوص ڈگر کا عادی ہوتا جا رہا تھا - آخر انجانے طور پر اس نے قدیم تاریخ اور لسانیات جیسی سنگلاخ وادیوں کو اپنی جولانگاہ کے طور پر منتخب کر لیا - ظاہر ہے کہ ان موضوعات پر خامہ فرسائی کے لیے وسیع مطالعہ اور کتابوں کے ڈھیر درکار ہیں - اب گھر میں پھر وہی جنگ کا سماں رہنے لگا اگرچہ اب میں کتابوں کی سمگلنگ میں کافی ماہر ہو چکا تھا لیکن یہ چوری کچھ زیادہ دیر تک چھپی نہ رہ سکتی تھی - آخر دو کمروں کے گھر میں کتابوں کو تکیے کے نیچے کتنی دیر تک چھپایا جاسکتا تھا - اب محترمہ کو ایک اور اعتراض بھی ہاتھ لگ گیا :

''یہ رات کے دو دو بجے تک مغزماری کرتے ہوئے اگر پاگل خانے نہ پہنچ گئے تو میرا نام بدل دینا ، نہ کچھ لینے کو نہ دینے کو، جوں بیٹھتے ہیں سونے کا نام ہی نہیں لیتے ، سو دفعہ کہا ہے کہ خدا کے بندے ان اپنی کچھ لگتی کتابوں کا پیچھا چھوڑو ، نہ دن کو آرام نہ رات کو چین ، ادھر سورج غروب ہوا ادھر اپنے چاروں طرف کتابیں بکھیر کر بیٹھ گئے - جیسے یہ موئے کاغذ نہ ہوئے کوئی قارون کا خزانہ ہوا -''

مجھے معلوم تھا کہ یہ شوق مہنگا ہی پڑے گا - سیاہی سے لے کر بھاری بھر کم کتابوں تک کا بوجھ اس نحیف و نزار تنخواہ پر ہی پڑنا ہے جو کہ گھر کے ضروری اخراجات کی بھی متحمل نہیں ہو سکتی لیکن جیسے جیسے میں اپنی عرق ریزی کے نتائج کو اخبار و رسائل کے صفحات کی زینت بنا ہوا دیکھتا اسی طرح آتش شوق فزوں سے فزوں تر ہوتی جاتی گو سوائے ایڈیٹروں کے شکریہ اور مزید تقاضوں کے کچھ حاصل نہ تھا - کئی دفعہ سوچتا کہ آخر یہ کھیل کب تک جاری رکھ سکوں گا -

Marfat.com

لسانیات کے مطالعہ کے دوران بعض الفاظ کے استخراج و اشتقاق کے بارے میں کئی ایک دلچسپ پہلو سامنے آئے۔ اس بارے میں ایک مختصر سا مضمون قلمبند کیا اور 'سرمایۂ اردو' کے عنوان سے ہفت روزہ 'لیل و نہار' کو بھیج دیا جو کہ ان دنوں اپنے عنفوان شباب پر تھا۔ دو تین دن بعد سید سبط حسن کا خط ملا '... یہ سلسلہ دلچسپ ہے۔ اسے جاری رکھیں...'۔ اسی ہفتے ۵ اپریل ۱۹۵۹ء کی اشاعت میں مضمون شائع ہوگیا یعنی یہ سب معاملہ کوئی ہفتے کے اندر اندر ہی طے ہوگیا۔ مواد اپنے پاس پہلے ہی وافر موجود تھا۔ اب یہ 'سرمایہ اردو' کا سلسلہ چل نکلا اور معاوضہ بھی معقول مل رہتا لیکن فلک ناہنجار کو یہ بات ایک آنکھ نہ بھائی اور 'لیل و نہار' مارشل لا والوں کو اتنا پسند آیا کہ انھوں نے اس پر قبضہ جما لیا۔ پرانے سٹاف کو اپنا پاندان اٹھا لینے کا حکم مل گیا اور وہ بیچارے جان کی امان پاتے ہوئے جدھر سینگ سمائے بھاگ نکلے۔ اپنی نہ تو مارشل لا والوں سے کوئی پرخاش تھی اور نہ 'لیل و نہار' کے نئے سجادہ نشینوں سے لیکن ہوا یہ کہ سب سے پہلا نزلہ بیچارے 'سرمایہ اردو' کے سلسلہ پر ہی گرا اور اسے اپنے ناکردہ گناہوں کی پاداش میں بند کر دیا گیا۔ ہم 'وہ جو بیچتے تھے دوائے دل...' کا ورد کرتے ہوئے کسی نئے دوارے کی تلاش میں چل نکلے۔ انہی دنوں آصف صاحب کا خط ملا کہ 'پنجابی ادب' کے لیے بھی کچھ لکھوں۔ یہ جو 'ادب' والی بات تھی وہ تو اپنی جگہ ٹھیک تھی لیکن یہ 'پنجابی' والا معاملہ کچھ ٹیڑھا نظر آتا تھا کیونکہ پنجابی بولنا اور بات ہے لکھنا اور۔ بہر حال میں نے موقعہ غنیمت جانا اور جوں توں کر کے ایک مضمون 'پنجابی دیاں جڑاں' (پنجابی زبان کی جڑیں) کے عنوان سے لکھا اور بھیج دیا اور انھوں نے جھٹ چھاپ دیا۔ اس کے بعد اردو کے ساتھ ساتھ پنجابی میں بھی لکھنا شروع کر دیا لیکن اب بات پھر وہیں 'شکریہ' پر آپہنچی تھی۔ پھر بھی جیسے تیسے کر کے لکھنے کا شغل جاری رکھا۔

اس 'پنجابی دیاں جڑاں' والے مضمون میں ضروری ترمیم و اضافہ کر کے اسے اردو کا جامہ پہنایا اور 'وادیٔ سندھ میں دراوڑی زبان کی باقیات' کے عنوان سے پاکستان کے موقر اردو جریدے 'اردو نامہ'

Marfat.com

کراچی کو بھیج دیا ۔ مجھے ڈر تھا کہ یہ ادارہ کہیں اس مضمون کو 'دیوانے کی بڑ' سمجھ کر ردی کی ٹوکری کی نذر نہ کر دے کیونکہ یہ اپنی نوعیت کا پہلا مضمون تھا جس میں مقامی زبانوں میں آریاؤں سے قبل کے عناصر کی واشگاف الفاظ میں نشان دہی کی گئی تھی اور ان زبانوں کے بارے میں مروجہ آزیائی الاصل ہونے کے نظریہ کی تردید کی گئی تھی ۔ اس نظریے کو پروان چڑھانے والے باون گزوں کے بلند آہنگ نام مثلاً میکس مولر ، جاہن بیمز ، ہورنلے ، وہٹنے ، چارلس لائل ، گریرسن اور میکڈانل وغیرہ ذہنوں پر کچھ اس طرح سایہ فگن تھے کہ ان کی تردید کے بارے میں سوچنا بھی گناہ کبیرہ تصور کیا جاتا تھا ۔ سوچتا تھا کہ دیکھیے کیا ظہور میں آتا ہے کہ ایک دن جناب شان الحق صاحب حقی کا نوازش نامہ موصول ہوا 'مقالہ کی ترسیل کے لیے نہایت شکریہ ! یہ سلسلہ' عنایات جاری رکھیں ۔ بہت کم حضرات کو لسانیات کے موضوع پر لکھنے کی توفیق ہوئی ہے... ۔ ' اپنے مضمون کے بارے میں یہ رائے میری توقعات سے کہیں بڑھ چڑھ کر تھی ۔ یہ مضمون 'اردو نامہ' کے شمارہ ششم ، ۱۹۶۱ء میں شائع ہوا ۔ جس دن یہ شمارہ مجھے موصول ہوا میں وفور جذبات سے ساری رات نہ سو سکا ۔

اب جولانئ طبع کے لیے ایک نیا میدان ہاتھ آگیا ۔ میں نے اس موقع سے پورا پورا فائدہ اٹھانے کا تہیہ کرلیا اور 'اردو نامہ' میں مضامین اور تنقیدی مراسلوں کا ایک لا متناہی سلسلہ شروع کردیا ۔ یہ حوصلہ افزائی یہیں ختم نہیں ہو جاتی اس مضمون کے بارے میں ڈاکٹر جیت سنگھ سیتل (ایم اے ۔ پی ایچ ڈی) ڈائرکٹر، شعبہ پنجابی ، محکمہ لسانیات (بھارتی پنجاب) نے بھی نہایت اعلیٰ رائے کا اظہار کیا اور اسے اپنے موقر سرکاری جریدے 'پنجابی دنیا' (پٹیالہ) میں دوبارہ شائع کیا ۔ بعد ازاں 'مجلس ترقی ادب' لاہور نے اسے سن مذکور کا پاکستان بھر میں بہترین تحقیقی مضمون قرار دیتے ہوئے اس پر مبلغ ایک ہزار روپے کا انعام عطا کیا ۔ اس وقت سے لے کر آج تک یہ مضمون کئی ایک اہل نظر سے داد تحقیق حاصل کر چکا ہے جس کا مفصل ذکر آگے آئے گا ۔

Marfat.com

پیش نظر کتاب احباب کی اس حوصلہ افزائی ، میری محنت جناب ظفر اور بشیر صاحب کے اصرار اور اشتیاق کا نتیجہ ہے ۔

جہلم چھاؤنی　　　　　　　　　　　　　عین الحق فریدکوٹی

ستمبر ۱۹۷۰ء

Marfat.com

لسانیات کی تاریخ

ہم دن رات باتوں میں مصروف رہتے ہیں ، وہ کاروباری قسم کی ہوں یا دوستانہ ، لڑائی جھگڑے کی ہوں یا مقدمہ بازی کی ، بہرحال ہماری زندگی کا ایک بڑا حصہ محض باتوں باتوں ہی میں گزر جاتا ہے لیکن ہم یہ سوچنے کی زحمت کبھی گوارا نہیں کرتے کہ یہ اتنی باتیں کرنا ہم نے کہاں سے سیکھا ہے اور ان باتوں کے لیے یہ بے شمار الفاظ کہاں سے آئے ہیں ۔ آپ کہیں گے 'عجیب بے معنی سا سوال ہے کون نہیں جانتا کہ باتیں کرنا ہم نے اپنے بڑوں سے سیکھا ہے اور الفاظ کا ایک بڑا حصہ بھی انہی سے حاصل کیا ہے پھر یہ کتابوں کے انبار یہ انبار سب الفاظ ہی سے تو بھرے پڑے ہیں ۔' آپ ٹھیک کہتے ہیں لیکن ذرا یہ تو سوچیے کہ آپ کے آباؤ اجداد نے یہ باتیں کہاں سے سیکھیں اور کتابوں کے یہ ڈھیر کے ڈھیر الفاظ کہاں سے آگئے ۔ ایک وقت ایسا بھی تھا جب کوئی کتاب موجود نہ تھی بلکہ ابھی تک فن تحریر بھی عالم وجود میں نہیں آیا تھا، نہ انسان کے پاس الفاظ کا کوئی ذخیرہ موجود تھا اور اسے اپنے اظہار خیال کے لیے صرف ہاتھوں کے اشاروں اور معمولی ہا ... ہے ... ہو ... ہی ... وغیرہ قسم کی بے ربط اور بے ضبط آوازوں سے کام لینا پڑتا تھا ۔ آج ہم آپ کو اسی دور کی طرف لے چلتے ہیں جب انسان صرف زبان اور ہونٹوں کو اپنے اظہار مطلب کے لیے استعمال کرنے کی کوشش میں ہے اور جہاں الفاظ ابھی تک سانچے ہی میں ڈھل رہے ہیں تکمیل تو ایک طرف ان کی تشکیل تک بھی پوری طرح نہیں ہو پائی ۔ اس سے پہلے کہ ہم زبان کے ارتقاء کا جائزہ لیں ہمارے لیے ضروری ہے کہ ان کاوشوں پر بھی ایک سرسری سی نظر ڈال دی جائے جو کہ اس تحقیق و تدقیق کی راہ میں صرف کی گئی ہیں ۔

لسانیات کی ابتداء

زبان کی ابتداء کا مسئلہ ہمیشہ انسان کی دلچسپی کا مرکز رہا ہے لیکن شروع شروع میں اسے کسی مافوق الفطرت قوت کے نام منسوب

Marfat.com

کرکے دل میں پیدا ہونے والی الجھنوں کی تشفی کر لی - کہیں اسے منروا کے نام سے منسوب کیا تو کہیں سرسوتی ، ایتھنا اور ثوث کو اس کا خالق قرار دیا لیکن جب ہم دنیا کی قدیم ترین کتاب رگ وید میں 'واک' (بمعنی لفظ) کے عنوان سے دیے ہوئے ایک نغمۂ حمد کا مطالعہ کرتے ہیں تو اسے موجودہ لسانیات کے نظریوں سے کافی حد تک منطبق پا کر حیران رہ جاتے ہیں - اس نغمہ میں مرقوم ہے :

''جب ازمنہ قدیم میں روشن ضمیر مہارشی برہسپتی نے منہ سے پہلے پہل نکلنے والی آوازوں کو الفاظ کی شکل دی تو وہ پاکیزہ جذبات جنہیں انسان عرصے سے اپنے دل کی گہرائیوں میں چھپائے ہوئے تھا (سب پر) ظاہر ہو گئے -''

''دانشوروں نے سوچ سمجھ سے کام لے کر الفاظ کو سنوارا اور جس طرح سے غلے کو چھلنی میں ڈال کر چھانا جاتا ہے انہیں چھانٹ کر (فضولیات سے) علٰحدہ کیا -''

''انھوں نے الفاظ کی تلاش میں بڑی جانفشانی سے کام لیا اور انہیں دور دراز بسنے والے رشیوں منیوں سے حاصل کر کے اکٹھا کیا ، پھر انہیں اکناف عالم میں ہر طرف بکھیر دیا اور سات مغنیوں نے مل کر انہیں گیتوں کی شکل میں گایا -''
اسی کا نتیجہ ہے کہ :

''ایک آدمی تو بیٹھا ہوا شعروں کے حسین پھول بکھیر رہا ہے، دوسرا ہے کہ میٹھی دھنوں میں ایک نغمہ الاپ رہا ہے، تیسرا بطور ایک برہمن کے اس عالم موجودات کے قانون بیان کر رہا ہے اور چوتھا مقدس قربانی کے حصوں کے لیے پیمانے مقرر کر رہا ہے -''

اگر اس نغمۂ حمد میں مذکور مہارشی برہسپتی کو ایک ایسی ہستی تسلیم کرلیا جائے جس نے اپنے عہد میں مروجہ الفاظ کی چھان بین یا ترتیب و تدوین میں سب سے پہلے یا سب سے زیادہ حصہ لیا تو یہ بیان صد فیصد درست نظر آتا ہے - ایسا معلوم ہوتا ہے کہ امتداد زمانہ کے ساتھ ساتھ یہ

Marfat.com

حقیقت آنکھوں سے پوشیدہ ہوتی گئی اور انسان اپنی اوہام پرست فطرت کی بناء پر زبان کو قدرت کا ایک کرشمہ شمار کرنے لگا ۔ خود قدیم ہند میں ایک وقت ایسا آیا کہ رگ وید کے مذکورہ بالا صریح بیان کے باوجود سرسوتی دیوی کو زبان کا مبداء قرار دے دیا گیا حالانکہ رگ وید میں اس دیوی کا ذکر محض ایک دریا کی دیوی کے آیا ہے ۔

عہد نامۂ عتیق

عہد نامہ عتیق میں زبان کی ابتداء کے متعلق مرقوم ہے :

''اور خداوند خدا نے کل دشتی جانور اور ہوا کے کل پرندے مٹی سے بنائے اور ان کو آدم کے پاس لایا کہ دیکھے کہ وہ ان کے کیا نام رکھتا ہے اور آدم نے جس جانور کو جو کہا وہی اس کا نام ٹھیرا ۔'' (کتاب پیدائش)

اس سے یہ بات واضح ہوتی ہے کہ حقیقی طور پر وہ آدم ہی تھا جس نے ہر ایک چیز کو علیحدہ علیحدہ نام دیا لیکن لوگوں نے اس امر کو اس طرح سے توڑ مروڑ کر پیش کیا کہ ان ناموں یا الفاظ کو براہ راست خدا سے منسوب کیا جانے لگا یعنی یہ سمجھا جانے لگا کہ یہ الفاظ یا نام ان کی صوتی ہیئت میں خود خدا نے انسان کو سکھائے ۔ ایک بڑے عرصے تک اس خیال کو امر مسلمہ کا درجہ حاصل رہا اور ایک بڑے طبقے میں ابھی تک یہی نظریہ حرف آخر کی حیثیت رکھتا ہے ۔

فلاطو و سقراط

مشہور یونانی فلاسفر اور مفکر فلاطو (۴۲۷ تا ۳۴۷ ق م) بھی زبان کے مافوق الفطرتی ماخذ کا حامی نظر آتا ہے اگرچہ وہ اس پہلو میں کچھ متذبذب ضرور تھا جیسا کہ اس کی تصنیف 'کریٹیاس' (Cratylus) سے ظاہر ہے جس میں وہ ایک جگہ یہودی نظریہ کو تسلیم کرنے کے بعد لکھتا ہے :

''آخر زبان کے اولین الفاظ کس طرح سے وضع کیے گئے اور وہ کون سے اصول و ضوابط تھے جنھوں نے الفاظ کی تشکیل کے عمل میں رہنمائی کی ؟''

Marfat.com

لیکن فلاطو کے کسی خاص نتیجہ پر نہ پہنچ سکنے کی سب سے بڑی وجہ اس کی غیر ملکی زبانوں سے لاعلمی تھی جس کی بناء پر وہ اپنی زبان کا دوسری زبانوں سے مقابلہ و موازنہ کرنے سے قاصر رہا اور اس کے بغیر مجموعی طور پر زبان کی تخلیق کے پس پردہ کار فرما محرکات تک رسائی محال ہے - اس امر کا اظہار خود اس کے استاد اور پیشرو سقراط (۴۶۹ تا ۳۹۹ ق م) نے بھی کیا ہے - اس نے یونانی زبان میں دخیل غیر ملکی الفاظ کا تذکرہ کرتے ہوئے بیان کیا ہے کہ 'اہل یونان نے یہ الفاظ پڑوسی اقوام سے مستعار لیے ہیں' آگے چل کر مذکور ہے کہ :

''زبان کی اصل کا اندازہ لگانے کے لیے غیر ملکی الفاظ کی اس حقیقی صورت کا جائزہ لینا ضروری ہے جس طرح کہ وہ اپنے اصل وطن میں بولے جاتے ہیں لیکن اہل یونان وحشی پڑوسیوں کی زبان سے ناواقفیت کی بناء پر اس تحقیق و تدقیق سے قاصر ہیں ۔''

یہ غیر ملکی زبانوں سے لاعلمی یا ان سے دلچسپی کی کمی اس وقت تک قائم رہی جب تک کہ کلکتہ کے مشہور علمی مرکز ایشیاٹک سوسائٹی کے بانی مبانی سر ولیم جونز (Sir William Jones) (۱۷۴۶ تا ۱۷۹۴ء) نے سنسکرت زبان کا سراغ نہیں لگا لیا ۔

روسو

اٹھارھویں صدی عیسوی میں یہ خیال زور پکڑ رہا تھا کہ زبان کی ابتداء کسی مافوق الفطرت طریقہ سے نہیں بلکہ عین فطری طریقہ سے شروع ہوئی ہے - اس پہلو میں مشہور انقلابی انشاء پرداز روسو (Rousseau) (۱۷۱۲ تا ۱۷۷۲ء) کی تصنیف 'زبانوں کی ابتداء' خاص اہمیت رکھتی ہے - اس میں بھی فلاطو کی 'کریٹیلس' کی طرح ایک تذبذب کی سی کیفیت پائی جاتی ہے - اس میں ایک طرف تو زبان کے مافوق الفطرتی ماخذ کی تائید کی گئی ہے اور ساتھ ہی زبانوں کو کچھ قدرتی امور کا نتیجہ بتلایا گیا ہے مثلاً وہ ایک جگہ کہتا ہے :

''آدم نے فرمایا (یعنی چرندوں اور پرندوں کے نام لیے) بالکل بجا ، آدم کو خود خدا نے سکھلایا تھا . . . کوئی

Marfat.com

اتنی کم ظرفی پر نہیں اتر سکتا کہ وہ ان صدیوں پرانی
روایات کو محض قصہ کہانی کہہ کر جھٹلا دے ۔''
لیکن کتاب کے خاتمہ پر چل کر خود ہی لکھتا ہے :
''میں موسیو ڈکلس (M. Duclos) کے اس بیان پر اپنے تأثرات
کو ختم کرتا ہوں کہ یہ محققین کا کام ہے کہ وہ پوری جانچ
پڑتال کے بعد باقاعدہ مثالیں دے کر بتلائیں کہ ہماری زبان
کی ہیئت پر عوام کی قومی خصوصیات ، طور طریقے اور
مشاغل کس طرح سے اثر انداز ہوئے ۔''

مسئلہ ارتقاء کا ظہور

اٹھارھویں صدی عیسوی کا سب سے اہم واقعہ نظریۂ ارتقاء کا ظہور تھا ۔ اس مسئلہ نے ہمارے تمام علوم و فنون بلکہ تمام انسانی تصورات کو جس حد تک متأثر کیا ہے ہمارے لیے اس کا صحیح صحیح احاطہ کرنا نہایت مشکل ہے ۔ اس سے قبل ہر ایک بات کی ابتداء محض ایک ایسے حادثہ کا نتیجہ سمجھی جاتی تھی جو ایک مافوق الفطرت قوت کے ایما پر ظہور میں آیا ہو ۔ مثلاً زمین ، چاند ، سورج اور ستارے ایک دم خلا میں ظاہر ہو گئے اور انسان و دیگر جاندار آناً فاناً اس میں آباد ہو گئے ۔ انسان نے دنیا میں وارد ہوتے ہی کاشتکاری اور پارچہ بافی شروع کر دی اور وہ شروع ہی سے بات چیت کرنے پر پوری طرح قادر تھا ۔ ایسے ہی تصوارت کا نتیجہ تھا کہ ہم ماضی کا صحیح طور پر جائزہ لینے سے قاصر رہے ۔ حال کے وجود کو کوئی اہمیت حاصل نہ تھی اور مستقبل کو قسمت کے سہارے چھوڑ دیا جاتا تھا لیکن نظریۂ ارتقاء کے ظہور میں آتے ہی انسان نے آنکھیں کھول کر دیکھا کہ یہ سب کچھ جو کہ ہم دیکھ رہے ہیں محض حادثوں اور کرشموں کا نتیجہ نہیں ہے بلکہ ان کے پس منظر میں ایک ایسا مادی قانون جاری و ساری ہے کہ جس کی بدولت ہم غاروں کی زندگی سے بتدریج ترقی کرتے ہوئے اس موجودہ اشتراک باہمی کے ترقی یافتہ دور تک پہنچے ہیں ۔ یہ معلوم ہوتے ہی انسان نے زندگی کے ہر ایک شعبے کو تحقیق و تفتیش کی آماجگاہ بنا لیا جس کا نتیجہ یہ نکلا کہ جتنی ترقی انسان اپنی زندگی کے ہزاروں برسوں میں نہ کر سکا اس سے کہیں زیادہ ترقی

Marfat.com

اس نے صرف ان دو صدیوں میں کر لی اور اب زندگی بجائے رینگنے کے باد رفتاری سے آگے کی طرف رواں ہے اور انسان نے چاند ستاروں پر کمندیں پھینکنا شروع کر دی ہیں ۔ اب کوئی دن ایسا نہیں جاتا جب کوئی نہ کوئی نئی دریافت ظہور پذیر نہ ہوتی ہو یا کوئی انوکھی ایجاد عالم وجود میں نہ آتی ہو ۔

کانٹ اور گوئٹے

ہمارا موضوع اگرچہ مسئلہ ارتقاء پر بحث کرنا نہیں ہے لیکن چونکہ علم اللسان براہ راست نظریۂ ارتقاء کا نتیجہ ہے اس لیے ہم اسے نظر انداز نہیں کر سکتے۔ عام طور پر نظریہ ارتقاء کو الفریڈ والس (Alfred Walls) اور چارلس ڈارون (Charles Darwin) کے نام سے منسوب کیا جاتا ہے لیکن حقیقت یہ ہے کہ اس خیال کی ابتداء اس سے بہت پہلے ہو چکی تھی جیسا کہ ارسمس ڈارون (Erasmus Darwin) (۱۷۳۱ تا ۱۸۰۲ء) بوفان(Buffan) (۱۷۰۷ تا ۱۷۸۸ء) لی مارک (Lamarch) (۱۷۴۴ تا ۱۸۲۹ء) کانٹ ، ہرڈر اور گوئٹے کی تحریروں سے ظاہر ہوتا ہے ۔ خاص کر جرمنی میں تو اس نظریہ کو کافی مقبولیت حاصل ہو چکی تھی ۔ مشہور فلاسفر کانٹ (Kant) (۱۷۲۴ تا ۱۸۰۴ء) نے جو کہ شروع میں ایک سائنسدان اور ماہر ریاضی تھا ، اپنی سب سے پہلی تصنیف 'اجرام فلکی کی حقیقت اور متعلقہ نظریات کی تاریخ' میں اس امر کا اظہار کیا ہے کہ موجود عالم کائنات بعض قدرتی اصولوں کے تحت ایک بہت طویل عرصے میں بتدریج ارتقاء کی موجودہ منزل پر پہنچا ہے ۔ اس کتاب میں اس نے ارتقاء کے متعلق جو نظریات پیش کیے ہیں ان میں انتخاب خصوصی، بقائے اصلح ، جہد للبقاء، ماحول کے اثرات اور ارثی خصوصیات کا بالکل واضح الفاظ میں ذکر موجود ہے ۔ عام طور پر خیال کیا جاتا ہے کہ چارلس ڈارون نے اس تصنیف سے ضرور استفادہ کیا ہوگا ۔

گوئٹے (Goethe) (۱۷۴۹ تا ۱۸۳۲ء) اگرچہ عام طور پر صرف ایک فلسفی شاعر کے نام سے مشہور ہے لیکن حقیقت میں اس کی زندگی کا ایک بڑا حصہ سائنس کے مطالعہ اور تحقیقات میں صرف ہوا ۔ وہ نظریہ ارتقاء کا بڑا پرجوش حامی تھا جیسا کہ 'فاؤسٹ' (Faust) میں روح ارضی

Marfat.com

کے نغمہ سے ظاہر ہے ۔ اگر شاعری اس کی دوسری خصوصیات پر حاوی نہ ہو جاتی تو وہ اپنی تحقیقات کی بناء پر ضرور ایک نامی سائنس دان کے طور پر یاد کیا جاتا ۔

ہرڈر ، لسانیات کا پیش رو

اگر ہم اس تاریخ کا پتہ لگانا چاہیں جب کہ زبان کے متعلق سائنسی تحقیقات کی بنیاد رکھی گئی تو وہ ۱۷۷۲ء ہے جس سال میں کہ جاہن گاٹفرائیڈ ہرڈر (Johann Gottfried Herder) (۱۷۴۴ تا ۱۸۰۳ء) کی مشہور تصنیف 'زبان کے مآخذ' شائع ہوئی ۔

ہرڈر مشہور سائنس دان فلاسفر کانٹ کا شاگرد اور سائنس دان گوئٹے کا گہرا دوست تھا ۔ گوئٹے سے پہلے پہل اس کی ملاقات ۱۷۷۰ء میں سٹرابرگ میں ہوئی اور آخر دوستی اس حد تک بڑھی کہ ۱۷۷۶ء میں ہرڈر مستقل طور پر گوئٹے کے پاس ہی وئیمار میں آکر قیام پزیر ہو گیا اور یہیں ۱۸۰۳ء میں وفات پائی ۔ اب آپ ہی اندازہ لگائیں کہ سائنس، فلاسفی اور ادب میں سموئی ہوئی جرمنی کی فضا ہو اور اس پر کانٹ اور گوئٹے کی صحبت اور پھر ہرڈر کا جستجو بھرا دل تو آپ اس کے علم و فضل کا بخوبی اندازہ لگا سکتے ہیں ۔ اس نے اپنی تحقیقات کی بناء پر عالمِ حیوانات میں طبعی ساخت کی یگانگت کے نظریہ کو اس کی تکمیل کی حد تک پہنچا دیا لیکن ہمیں یہاں اس کے ارتقاء کے متعلق نظریات سے سروکار نہیں بلکہ دیکھنا یہ ہے کہ لسانیات کی ترقی کے لیے اس نے کیا خدمات سرانجام دیں ۔

لسانیات میں ہرڈر کو سب سے زیادہ اہمیت اس لیے حاصل ہے کہ اس نے سب سے پہلے اس امر کو ثابت کیا کہ زبان کسی مافوق الفطرت ہستی کا عطیہ نہیں بلکہ انسان کی اپنی کاوشوں اور جد و جہد کا نتیجہ ہے ۔ اس نے عہد نامہ عتیق میں دیے ہوئے عقیدہ پر بحث کرتے ہوئے کہا کہ ہماری زبان اتنی نامکمل اور ناقص ہے کہ اسے قادر مطلق کی طرف منسوب کرنا اس کی شان اکملیت کی نفی کرنا ہے اس لیے صاف ظاہر ہے کہ زبان صرف انسان کی ناقص کوششوں کا نتیجہ ہے نہ کہ خدا کی ایجاد ۔ لیکن جیسا کہ ظاہر ہے زبان کی تحقیق و تفتیش کے لیے

Marfat.com

غیر ملکی زبانوں کے کافی سے زیادہ سرمایہ کا مہیا ہونا لازمی ہے جو کہ ۱۷۷۲ء تک جب کہ ہرڈر نے 'زبان کے ماخذ' نامی کتاب شائع کی میسر نہ تھا جس کی بناء پر ہرڈر کو اپنے مضمون میں لکھنا پڑا کہ 'ابھی تک غیر قوموں کی زبانوں کا مواد اتنا کم اور مشکوک ہے کہ اس سے صحیح معنوں میں تقابلی لسانیات کا وجود میں آنا ناممکن ہے۔' اسی کمی کا نتیجہ تھا کہ باوجود صلاحیت کے وہ حقیقت کی تہہ تک پہنچنے میں کامیاب نہ ہو سکا۔

افق مغرب پر سنسکرت کا طلوع

''سنسکرت بلا لحاظ اپنی قدامت کے ایک نہایت عمدہ ہیئت کی زبان ہے۔ یہ یونانی سے زیادہ تکمیل یافتہ اور لاطینی سے زیادہ جامع ہے اور ان دونوں کی نسبت لطیف اور شائستہ ہے لیکن پھر بھی ان دونوں زبانوں سے بہت زیادہ مشابہت رکھتی ہے۔ افعال کے مخارج اور صرف و نحو کے لحاظ سے یہ اتنی زیادہ ملتی جلتی ہیں کہ اسے محض ایک اتفاق کا نتیجہ قرار نہیں دیا جا سکتا۔ اگر کوئی بھی محقق ان تینوں زبانوں کا بنظر غائر مطالعہ کرے تو وہ اس نتیجہ پر پہنچے بغیر نہیں رہ سکتا کہ ان تینوں زبانوں کا سرچشمہ ایک ہی ہے اگرچہ اب وہ سرچشمہ بذات خود معدوم ہوچکا ہے۔ نیز اس امر کے تسلیم کرنے کے لیے بھی کافی شواہد موجود ہیں کہ گاتھ قوم کی زبان اور کاٹی زبان بھی اسی سرچشمہ سے پھوٹی ہیں اور پھر قدیم فارسی کو بھی اسی رشتہ میں منسلک کیا جا سکتا ہے۔''

سرولیم جونز نے یہ تاریخی الفاظ ۲ ستمبر ۱۷۸۶ء کو ایشیاٹک سوسائٹی کلکتہ کے تیسرے سالانہ اجلاس میں اپنے خطبہ صدارت کے دوران ارشاد فرمائے۔ یہ ایک ایسی پر کشش آواز تھی کہ اس کی صدائے بازگشت یورپ کے کونے کونے میں گونج اٹھی اور جگہ جگہ سنسکرت کی تعلیم کے مراکز قائم ہوگئے جہاں اپنے وقت کے بہترین دماغوں نے اس کے درس و تدریس کے لیے اپنی زندگیاں وقف کر دیں۔ اس کا نتیجہ یہ ہوا کہ جہاں ایک

Marfat.com

طرف صدیوں کی مردہ زبان از سر نو زندہ ہوگئی وہاں اس سے تقابلی لسانیات کی بنیادیں بھی استوار ہوگئیں ۔ حقیقت یہ ہے کہ اس دن سے لے کر آج تک سنسکرت اور لسانیات کا چولی دامن کا ساتھ رہا ہے ۔ آپ دیکھیں گے کہ اب تک جتنے بھی قابل ذکر ماہرین لسانیات گزرے ہیں وہ قریباً سب کے سب سنسکرت زبان کے بھی ماہر تھے ۔

سنسکرت کی دریافت کو اگر ایک اتفاقی حادثہ قرار دیا جائے تو بے جا نہ ہوگا کیونکہ اس کی تلاش کے لیے کوئی خاص کوشش نہیں کی گئی بلکہ حالات کے دھارے نے خود بخود اسے مغربی شائقین علم کے سامنے لا پھینکا اور انہوں نے اس چمکتی ہوئی چیز کو اٹھا کر اپنے دامنوں میں ڈال لیا ۔ اٹھارھویں صدی کے وسط میں فرانس اور برطانیہ کے درمیان ہندوستان کی جاں بلب لاش پر قبضہ جمانے کے لیے زبردست رسہ کشی جاری تھی ۔ اسی اثناء میں بہت سے فرانسیسی اور انگریز طالبان علم بھی جہد للبقاء کی غرض سے یا مہم بازی کے شوق کی وجہ سے فوجی یا غیر فوجی خدمات کے سلسلے میں ہندوستان میں وارد ہوئے ۔ یہاں قدرتی طور پر ان کا سنسکرت سے تعارف ہوا ۔ سب سے پہلے ایک فرانسیسی یسوعی (Jesuit) پادری نے ۱۷۶۷ء میں فرانس کے مرکزی تعلیمی ادارہ کو ایک یاداشت بھیجی جس میں ذکر تھا کہ لاطینی اور سنسکرت کے بہت سے الفاظ ایک دوسرے سے بہت زیادہ ملتے جلتے ہیں لیکن ادارۂ مذکور نے اسے کوئی خاص اہمیت نہ دی ۔ اس یادداشت کو چالیس سال بعد پہلی بار اس وقت شائع کیا گیا جب یورپ میں سنسکرت کے متعلق کافی دلچسپی پیدا ہو چکی تھی ۔

تقابلی لسانیات کی بنیاد

یورپ کو سنسکرت سے روشناس کرانے کا سہرا در حقیقت سر ولیم جونز کے سر بندھتا ہے ۔ اس نے آکسفورڈ میں اپنے طالب علمی کے زمانہ سے ہی مختلف زبانوں میں دلچسپی لینی شروع کردی تھی ۔ یہاں تک کہ جب وہ ابھی چوبیس برس کا تھا تو اسے دس مختلف زبانوں پر عبور حاصل ہو چکا تھا جن میں یونانی ، لاطینی ، عبرانی ، عربی اور فارسی بھی شامل تھیں ۔ باوجود اتنا بڑا عالم ہونے کے اس نے اپنے ذریعہ معاش کے لیے وکالت کا پیشہ اختیار کیا اور ۱۷۸۳ء میں کلکتہ کی سپریم کورٹ کا جج مقرر ہو کر

Marfat.com

ہندوستان آیا ۔ یہاں اس نے سنسکرت زبان کو بڑے شوق سے سیکھنا شروع
کردیا ۔ اس زبان میں اس کی دلچسپی یہاں تک بڑھی کہ دوسروں کو
بھی سنسکرت کی تعلیم کا شوق دلانے کے لیے ایک اور ماہر سنسکرت سر
چارلس ولکنز (Sir Charles Wilkins) (۱۷۴۹ء تا ۱۸۳۶ء) سے مل
کر ایشیاٹک سوسائٹی. کلکتہ کی بنیاد رکھی جو اپنے وقت میں مشرق
دنیا میں اپنی نوعیت کا واحد ادارہ تھا ۔

اگرچہ سر ولیم جونز نے صاف صاف لفظوں میں آریائی گروہ کی بڑی
بڑی زبانوں میں باہمی مماثلت اور ان کے ایک ہی مأخذ سے مشتق ہونے
کا نظریہ پیش کردیا تھا لیکن افسوس کہ اس کی عمر نے وفا نہ کی اور
یہ تفصیل طلب موضوع تشنۂ تکمیل ہی رہ گیا ۔

فریڈرک شلیگل (Friedrich Schlegel) (۱۷۷۲ تا ۱۸۲۹ء) نے
۱۸۰۸ء میں ایک کتاب 'اہل ہند کی زبان اور حکمت' نامی شائع کی
جس میں ولیم جونز کے تجویز کردہ خیال کے مطابق یورپی زبانوں کا
سنسکرت سے تفصیلی موازنہ کیا گیا تھا ۔ ان زبانوں کے الفاظ اور
صرف و نحو کی مماثلت کے مطالعہ کے بعد اس خیال کی پرزور حمایت کی
کہ سنسکرت اور یورپی زبانوں خاص کر یونانی ، لاطینی اور جرمن کے
مابین ایک گہرا رشتہ اور یک گونہ مطابقت موجود ہے ۔ یہی وہ پہلا
شخص تھا جس نے سب سے پہلے 'تقابلی لسانیات' کی اصطلاح وضع کی ۔

جرمنی میں لسانیات کی نشو و نما

شلیگل کی مذکورہ کتاب سے متأثر ہونے والی ہستیوں میں سے باویریا
کا ایک طالب علم فرانز بوپ (Franz Bopp) (۱۷۹۱ تا ۱۸۶۷ء)
بھی تھا ۔ اپنے شوق اور قابلیت کی بناء پر وہ حکومت باویریا سے وظیفہ
حاصل کرنے میں کامیاب ہوگیا اور ۱۸۱۲ء میں سنسکرت کے مطالعہ کے لیے
پیرس پہنچا جہاں چار سال کے گہرے مطالعہ کے بعد اس نے 'فارسی اور
یورپی زبانوں کا سنسکرت سے موازنہ' نامی کتاب شائع کی ۔ اس کتاب
میں بوپ نے دلائل و براہین کی مدد سے اس امر کو پایۂ ثبوت تک
پہنچا دیا کہ سنسکرت فارسی اور مشہور یورپی زبانوں کا مأخذ کوئی
ایک ہی زبان ہے جسے قدیم آریائی زبان کہا جا سکتا ہے ۔

۱۸۲۲ء میں اسے برلن یونیورسٹی میں سنسکرت اور تقابلی صرف و نحو
کا پروفیسر مقرر کردیا گیا ۔ ۱۸۶۶ء میں اس کی پہلی کتاب کی گولڈن جوبلی

Marfat.com

کے موقعہ پر اس کی خدمات کے اعتراف میں دنیا کے ہر حصے کے اہل علم حضرات کے چندہ سے برلن میں اس کے نام پر سنسکرت اور تقابلی صرف و نحو کی تعلیم کے لیے ایک بوپ ادارہ قائم کیا گیا اور یہی وہ ادارہ تھا کہ جس کی کوششوں سے لسانیات بھی دیگر صف اول کے سائنسی علوم میں شمار ہونے لگی ۔ اس ادارے سے ایک طرف میکس مولر تعلیم پاکر نکلا اور برطانیہ میں لسانیات کے مطالعہ کی بنیاد ڈال دی دوسری طرف مولر کا ہم عصر اور امریکہ میں لسانیات کا پیش رو ولیم وہٹنے بھی اسی ادارہ کا فارغ التحصیل طالب علم تھا ۔

مولر اور وہٹنے

اینگلو جرمن فلاسفر اور ماہر لسانیات میکس مولر (Max Muller) (۱۸۲۲ تا ۱۹۰۰ء) اور امریکن ماہر لسانیات ولیم وہٹنے (William Whitney) (William Dwight Whitney) (۱۸۲۷ تا ۱۸۹۴ء) دونوں کو فرانز بوپ کے شاگرد ہونے کا فخر حاصل تھا ۔ پچھلے ستر سالوں میں لسانیات کے بارے میں جو کچھ لکھا جا چکا تھا انہوں نے اسے جمع کیا اور گہری چھان بین کے بعد جو نتائج اخذ کیے انہیں مجموعی طور پر عوام کے سامنے پیش کیا ۔ خوش قسمتی سے ان دونوں کو اظہار خیال پر پورا پورا عبور حاصل تھا اور ان کا طرز تحریر بھی اتنا شگفتہ تھا کہ انہوں نے خالص سائنس جیسے خشک موضوع کو بھی ناول جیسی دلکشی عطا کر دی ۔ اس کا نتیجہ یہ ہوا کہ ان کے لسانیات کے متعلق مضامین عوام میں بہت مقبول ہوئے ۔ اس طرح سے میدان میں اس نئی نئی آئی ہوئی سائنس کی کافی سے زیادہ ہمت افزائی ہوئی ۔ خاص کر لسانیات کے بارے میں تحقیقات کے نتیجے میں انسانی تاریخ اور اس کے ارتقاء کے متعلق کئی ایک راز ہائے سربستہ سے لاعلمی کے دبیز پردے اٹھ جانے پر اس نئی سائنس کی وقعت میں ایک گراں قدر اضافہ ہوا ۔

میکس مولر جرمنی میں پیدا ہوا اور وہیں تعلیم حاصل کی ۔ لیپزگ (Liepzig) یونیورسٹی میں داخلہ لیا ۔ جہاں اس نے فرانز بوپ سے تقابلی لسانیات اور شیلنگ (Schelling) سے فلاسفی کی تعلیم حاصل کی ۔ یہاں سے فارغ التحصیل ہونے کے بعد وہ ۱۸۵۰ء میں آکسفورڈ آگیا اور اپنی باقی ماندہ زندگی یہیں درس و تدریس اور

Marfat.com

تصنیف و تالیف میں بسر کردی ۔ لسانیات کے متعلق اس کا نظریہ اور نصب العین وہی تھا جو کہ چارلس ڈارون کا حیاتیات کے متعلق تھا لیکن ڈارون کو ارضیات اور حیاتیات کے متعلق نئی نئی دریافتوں سے کافی سے زیادہ مدد ملی اور مولر کو اس قسم کی کوئی آسانی فراہم نہ تھی ، اس لیے اس کی تصنیفات اور تالیفات میں وہ ٹھوس پن موجود نہیں جو کہ ڈارون کا حصہ ہے ۔

امریکی ماہر لسانیات ولیم وہٹنے ییل (Yale) یونیورسٹی سے سنسکرت کی تعلیم حاصل کرنے کے بعد ۱۸۵۰ء میں مزید تعلیم حاصل کرنے کے لیے برلن یونیورسٹی میں داخل ہوا جب کہ میکس مولر اپنی تعلیم ختم کرکے آکسفورڈ کو روانہ ہو رہا تھا ۔ یہاں تین سال کے مطالعہ کے بعد وہ واپس امریکہ پہنچ گیا ۔ یہاں اسے ییل یونیورسٹی میں سنسکرت کا پروفیسر مقرر کردیا گیا ۔ لسانیات میں نہایت اہم تحقیقات کی بناء پر ۱۸۷۰ء میں اسے بوپ ادارہ کی طرف سے سب سے اول انعام ملا ۔ اس کی تصنیفات میں سے دو کتابوں 'زبان اور اس کا مطالعہ' اور 'زبان کی پیدائش اور اس کی نشو و نما' کو خاص اہمیت حاصل ہے اور اپنی مقبولیت و افادی حیثیت کی بناء پر دنیا کی بڑی بڑی زبانوں میں ان کا ترجمہ ہو چکا ہے ۔

ڈارون کی آمد آمد

ماہر علم الانسانیات جولین ہکسلے (Julian Huxley) نے چارلس ڈارون کی پچاسویں برسی پر خراج عقیدت پیش کرتے ہوئے کہا کہ :

> ''چارلس ڈارون ان معدودے چند ہستیوں میں سے ایک ہے جنہوں نے انسانی خیالات کے دھارے کو ایک نئے زاویے کی طرف موڑ دیا اور انسانی زندگی کے قریباً تمام شعبوں میں ایک نیا رنگ پیدا کر دیا ۔''

ڈارون کے ایک پرجوش حامی ڈینس ہرڈ (Dennis Hird) کا قول ہے کہ :

Marfat.com

''اس بطل جلیل کے متعلق بغیر کسی مبالغہ آمیزی کے دعویٰ کیا جا سکتا ہے کہ اس نے انسانی نظریات کے مرکز ثقل کو اپنی جگہ سے ہلا ڈالا اور شہنشاہیت کو اس کی بیخ و بن سے اکھاڑ پھینکا۔''

ڈارون کے نظریات کا اثر اتنا ہمہ گیر اور وسیع ہے کہ اس کا احاطہ کرنا تو ایک طرف اس کا پوری طرح جائزہ لینا بھی قریباً ناممکنات میں سے ہے۔ ایک طرف اس کے جہد للبقاء اور بقائے اصلح کے نظریات کی آڑ لے کر مسولینی (Mussolini) نے کہا کہ:

''اٹلی کے لیے یہ ناممکن ہے کہ آگے پھیلنے کے لیے جگہ حاصل کیے بغیر زندہ رہ سکے۔''

ہٹلر نے اسی بناء پر کہا تھا کہ:

''جرمنی کی زندگی کے لیے یہ نہایت ضروری ہے کہ وہ اپنی قدیم آریائی مجاہدانہ اور سپاہیانہ زندگی کو اختیار کرے اور اپنی نسلی برتری کو از سرنو دنیا پر ثابت کر دے۔''

حقیقت تو یہ ہے کہ پچھلی دونوں بڑی جنگوں کے پس منظر میں یہی نظریات کارفرما نظر آتے ہیں۔ آج بھی مغربی اقوام بقائے اصلح کے نظریہ کی آڑ لے کر مشرقی دنیا کے خلاف ایک خفیہ محاذ قائم کیے ہوئے ہیں اور اس کے ثبوت کے لیے کوریا، ملایا، ویت‌نام، فلسطین، جنوبی افریقہ، کینیا اور شمالی افریقہ کے حالات پر ایک سرسری نظر ڈال لینا کافی ہے۔

جہد للبقاء اور بقائے اصلح کا ایک روشن بلکہ تابناک پہلو بھی ہے اور وہ عوامی قوتوں میں جہد للحیات کے احساس کا پیدا ہونا ہے۔ اگر فلسفہ اشتراکیت کے بانی کارل مارکس (Karl Marx) اور فریڈرک اینجلز (Friedrich Engels) کے نظریات کا بغور مطالعہ کیا جائے تو وہ کافی حد تک ڈارون کے نظریات سے متاثر نظر آتے ہیں۔ خاص کر دنیا کی جتنی بھی کمزور اور پسماندہ قومیں تھیں، جب ان کے ذہنوں سے یہ نظریہ ٹکرایا کہ:

''دنیا میں زندہ وہی رہ سکتا ہے جس میں زندہ رہنے کی صلاحیت موجود ہے۔''

Marfat.com

تو انھوں نے اس زندہ رہنے کی صلاحیت کی منزل پر پہنچنے کی سرتوڑ کوششیں شروع کردیں جس کا لازمی نتیجہ یہ نکلا کہ ان کی غلامی کی زنجیریں یکے بعد دیگرے ٹوٹتی چلی گئیں اور یہ سلسلہ آج تک جاری ہے -

حیوان ناطق اور حیوان مطلق

ڈارون کے تعارف کے بعد ہم اپنے حقیقی موضوع کی طرف لوٹتے ہیں- میکس مولر نے اپنی مشہور تصنیف 'علم اللسان' میں اس امر کا اظہار کیا ہے کہ :

''انسان اور حیوان کے درمیان سب سے بڑی حد فاصل زبان ہے -''

ولیم وہٹنے نے اپنی کتاب 'زبان کی پیدائش اور اس کی نشو و نما' میں اس نظریہ کی تائید کرتے ہوئے لکھا ہے کہ :

''بنی نوع انسان کا ہر گروہ اپنی ایک مشترکہ زبان کا حامل ہے لیکن یہ امر ہمیں باقی ذی حیات دنیا میں اور کہیں نظر نہیں آتا اور ان میں سے اکثر جن آوازوں کو مختلف تأثرات کے اظہار کے لیے استعمال بھی کرتے ہیں انہیں ہرگز زبان کے زمرے میں شمار نہیں کیا جا سکتا -''

لیکن ڈارون جسے کہ امیبا (Amoeba) سے لے کر انسان تک کائنات حیات کی تمام کڑیوں کے پس منظر میں صرف ایک ہی قانون جاری و ساری نظر آتا تھا ، اس تفریق کے نظریہ کو کیسے خاموشی سے برداشت کر سکتا تھا - اس نے اپنی شہرہ آفاق تصنیف 'انسان کا سلسلۂ نسب' (Descent of man) میں اس نظریہ کی تردید کرتے ہوئے کہا کہ :

''عرصہ سے انسان اور حیوان کے درمیان سب سے بڑا فرق زبان کو قرار دیا جاتا رہا ہے لیکن آرک بشپ وہیٹلے (Arch Bishop Whately) نے فرمایا ہے کہ 'انسان ہی صرف ایک ایسا جاندار نہیں جو کہ زبان کو اپنی کیفیات باطنی کے اظہار کے لیے استعمال کرنے اور اس قسم کے اظہارات کو سمجھنے پر قادر ہے -''

Marfat.com

پھر اس نے روز مرہ کے مشاہدہ سے مثالیں دے کر واضح کیا کہ کس طرح سے جانور اپنے تأثرات کے اظہار کے لیے مختلف قسم کی آوازوں کو کام میں لاتے ہیں اور اپنی نوع کے جانوروں کی آوازوں کو بآسانی سمجھ لیتے ہیں کہ آیا یہ خطرے کا الارم ہے یا کھانے کی دعوت۔ ڈارون نے کہا کہ انسانی زبان اور حیوانوں کے بولنے میں جو فرق ہے وہ کوئی نوعی حیثیت کا نہیں بلکہ یہ فرق صرف درجہ کا ہے جو کہ محض ذہنی نشو و نما کے درجہ پر انحصار رکھتا ہے۔

مولر اور اس کے دوسرے ہم خیال ماہرین لسانیات نے ڈارون کے اس نظریہ کی مخالفت کرتے ہوئے کہا کہ انسان کی بالکل واضح زبان اس کی قوت متمیزہ کا مکمل ثبوت ہے اور یہ قوت انسان کو باقی جانوروں کے زمرہ سے بالکل الگ لا کھڑا کرتی ہے۔ اس کے جواب میں ڈارون اور اس کے حواریوں نے کہا کہ نہیں صرف انسان ہی نہیں بلکہ دیگر جانور بھی قوت متمیزہ کے حامل ہیں اور اپنے اس نظریہ کی حمایت میں انہوں نے حیوانات کی روزمرہ کی زندگی سے ناقابل تردید حقائق کا ایک بڑا بھاری مجموعہ سامنے لا کر رکھ دیا جو کہ رائے عامہ کو سیلاب کی طرح اپنے ساتھ بہا کر لے گیا اور مخالفت کی آواز عوام کی صدائے تحسین و آفرین کے شور میں گم ہو کر رہ گئی۔ آج باوجود اس کے کہ ڈارون کا بڑے سے بڑا حامی بھی انسانی زبان اور حیوانی آوازوں میں ایک واضح فرق محسوس کرتا ہے لیکن کمال یہ ہے کہ اس کے بڑے سے بڑے مخالف کے لیے بھی یہ ممکن نہیں کہ اس کے پیش کیے ہوئے حقائق کی تردید کر سکے۔ اس کا نتیجہ یہ ہے کہ ہم 'چیونٹیوں کی زبان' اور 'مکھیوں کی زبان' قسم کی اصطلاحیں بے چوں و چرا قبول کر لیتے ہیں۔

اشاراتی زبان

لسانیات کے متعلق تحقیق و تدقیق کا سلسلہ ابھی تک جاری ہے۔ اس مختصر سے مضمون میں ان تمام کاوشوں کا احاطہ کرنا ممکن نہیں، اس لیے ہم زیادہ تر اس کی مرکزی رو کے ساتھ ساتھ چلتے رہے ہیں اور اس نے جو راستہ اختیار کیا یا جس شکل و صورت میں یہ ڈھلتی رہی صرف اسی کے ذکر پر اکتفا کیا ہے اور وہ ندی نالے جو وقتاً فوقتاً اس میں آ کر ملتے رہے یا پھوٹتے رہے ہماری بحث سے خارج ہی رہے ہیں۔ لیکن یہ مضمون

Marfat.com

لسانیات کی ایک خاص شاخ کے تذکرہ کے بغیر مکمل نہیں کہلا سکتا
اور وہ شاخ یا مسلک ان ماہرین لسانیات سے متعلق ہے جن کا دعویٰ ہے کہ
زبان کی ابتداء اشاروں سے شروع ہوئی ہے۔ اس خیال کا بانی موسیو ڈی کیمپاں
(M. D. Camplon) (فرانس) شمار کیا جاتا ہے۔ اس نے ۱۷۹۲ء میں
اپنی تحقیقات کے نتائج 'زبان کے میکانکی پہلو' کے نام سے شائع کیے۔
اس میں اس نے بتایا کہ انسانی زبان کا اگر گہرے طور پر تجزیہ کیا جائے
تو معلوم ہوگا کہ یہ ایک دوسرے پر اشاروں کے ذریعے اپنے جذبات و
احساسات کے اظہار کا طریقہ ہے اگرچہ اس میں بجائے ہاتھوں کے ہم ہونٹ،
زبان اور منہ کے دیگر اعضاء کو کام میں لاتے ہیں۔ اسی مسلک کے ایک اور
رہنما ڈاکٹر رائے (Dr. Ray) (ہونولولو) نے ۱۸۶۲ء میں ۱۴,۰۰۰ الفاظ کی
جانچ پڑتال کے بعد ایک کتاب 'پالی نیشیا کی زبان' کے نام سے شائع کی
جس میں اس امر کا اظہار کیا گیا تھا کہ بولے جانے والے الفاظ کی قدیم
ترین صورت محض کسی سرزد ہونے والے فعل کا چربہ تھے جس میں
ہونٹ، زبان اور منہ کے ذریعے کسی شے یا فعل کی نقل اتارنے کی کوشش
کی گئی تھی۔ قدیم ترین زبان صرف ایک رکنی الفاظ پر مشتمل تھی
جن سے قوت، شکل یا حرکت کا اظہار کیا جاتا تھا۔

الفریڈ رسل والس

ڈاکٹر رائے کے بعد جس ہستی نے اس پہلو میں سب سے اہم
خدمات سرانجام دیں وہ چارلس ڈارون کا مد مقابل الفریڈ رسل والس
(Alfred Russel Wllis) تھا۔ اس نے ۱۸۹۵ء میں ایک رسالہ میں
انگریزی زبان کے متعلق ایک مضمون میں تحریر کیا کہ:

> ''یہ عام مشاہدہ کی بات ہے کہ زبان، ہونٹ اور جبڑوں کے
> اشاروں کا الفاظ کی بناوٹ سے گہرا تعلق ہے یعنی ان کے
> اشاروں یا حرکات کے ساتھ جو آواز منہ سے پیدا ہوتی ہے اسے
> اس فعل یا شے کے ساتھ منسوب کر دیا جاتا ہے۔ مثال کے طور
> پر جب ہم اپ (up) کہتے ہیں تو ہمارا جبڑا اوپر کی طرف
> حرکت کرتا ہے اور جب ہم ڈاؤن (down) کہتے ہیں تو
> جبڑا نیچے کی طرف آتا ہے اور حقیقت میں یہی اشاراتی پہلو ہی

Marfat.com

سب سے بڑا عنصر ہے جس نے شروع میں انسانی زبان کی تخلیق
میں سب سے زیادہ حصہ لیا ۔"

الیگزینڈر جاہنسن

زبان کے اس اشاراتی مأخذ کے نظریہ کو موجودہ سائنس کی صف میں لانے کا سہرا صحیح معنوں میں آئسلینڈ یونیورسٹی کے سابق چانسلر پروفیسر الیگزینڈرجاہنسن (Alexander Johannesson) کے سر بندھتا ہے ۔ اس نے ۱۹۴۳ء میں ماہرین لسانیات کو مخاطب کرتے ہوئے کہا کہ :

"میں ذاتی طور پر آئسلینڈ کی زبان کے بیس ہزار اور آریائی مآخذ کی زبانوں کے قریباً ڈھائی ہزار الفاظ کے گہرے مطالعہ اور تحقیق و تفتیش کے بعد اس نتیجہ پر پہنچا ہوں کہ ان میں سے ایک بڑے حصہ کا مأخذ منہ کے وہ اشارے ہیں جن میں کہ کوئی فعل سر انجام دیتے وقت ہاتھ کی حرکات و سکنات کی نقل کرنے کی کوشش کی گئی ہوتی ہے ۔"

اس نظریے کی وضاحت کے لیے آپ اردو کے لفظ 'کاٹ' کی مثال لیجیے:

جب ہم اس کے پہلے حصے 'کا' کی آواز نکالتے ہیں تو جبڑا اوپر کی طرف حرکت کرتا ہے اور 'ٹ' کی آواز کے ساتھ نیچے گرتا ہے جیسے کہ کلہاڑے کو ہوا میں اچھالا اور پھر کھٹ سے درخت کے تنے پر دے مارا ۔

یہ ہے لسانیات کی چار ہزار سالہ تاریخ کا مختصر سا خاکہ اگرچہ ابھی تک ہم اس منزل پر نہیں پہنچ سکے جب کہ ہم پورے وثوق سے زبان کی ابتداء کے متعلق کوئی دو ٹوک فیصلہ دے سکیں لیکن مختلف حلقوں میں اس بارے میں جو کوششیں جاری ہیں ان کو مدنظر رکھتے ہوئے ہم یہ یقین سے کہہ سکتے ہیں کہ مطلوبہ منزل اب کچھ دور نہیں ۔

Marfat.com

زبان کے میکانکی پہلو

ٹن ... ! ٹن ... !! ٹن ... !!! بگو چپراسی نے سکول کی گھنٹی بجائی ، جماعت میں بیٹھے ہوئے ننھے منے بچوں نے کان کھڑے کیے ، ان کے چہروں پر خوشی کی ایک لہر سی دوڑ گئی اور وہ ماسٹر جی کی طرف مستفسرانہ نگاہوں سے دیکھنے لگے ۔ ماسٹر جی نے اپنی چھڑی الماری میں رکھی اور لڑکوں سے یہ کہتے ہوئے باہر چلے گئے کہ دس سے پندرہ تک سوال گھر سے نکال کر لانا ۔ ماسٹر جی کے دروازے سے باہر قدم رکھتے ہی لڑکوں نے بستے بغل میں دبائے اور ہو ... ! ہو ... !! کرتے ہوئے کمرے سے باہر کی طرف بھاگے ۔ ہر ایک کی یہی خواہش تھی کہ پہلے وہ باہر نکلے ۔

اس 'ٹن ٹن' کی آواز میں ایک پیغام پوشیدہ تھا جو کہ گھنٹی کے ارتعاش سے پیدا ہوا اور فضا میں لہروں کی شکل میں سفر طے کرتا ہوا کان کے پردوں سے ٹکرایا ۔ یہاں سے اعصابی ریشوں کے ذریعے دماغ میں پہنچا جہاں دماغی خلیوں نے اس ٹن ٹن کے سگنل کو چھٹی کے مفہوم میں سمجھ لیا ۔

انسانی آواز اور اس ٹن ٹن میں بظاہر کوئی فرق نہیں ۔ دونوں آوازیں ایک ہی قانون فطرت کے تحت پیدا ہوتی ہیں ۔ ایک ہی طرز سے فضا میں مرتعش لہروں کی صورت میں سفر کرتی ہیں اور ایک ہی طرح سے انسانی اعضائے سماعت کو متاثر کرتی ہیں ۔ ان کے ساتھ کسی مفہوم کے وابستہ ہونے کے لیے پہلے سے باہمی ربط کے ذریعے ایک طے شدہ فیصلہ موجود ہونا لازمی ہے ۔ مثال کے طور پر شام کے وقت تین گھنٹیوں کا بجنا یا ایک لمبی سیٹی کا لگنا بھی اسی طرح سے چھٹی کا مفہوم دے دیتا ہے جس طرح سے کہ خود چھٹی کا لفظ کیونکہ جس طرح سے چھٹی کے لفظ کے معنی آپس میں پہلے سے طے شدہ ہوتے ہیں ایسے ہی گھنٹی یا سیٹی کے بارے میں بھی طے کر لیا جاتا ہے ۔

Marfat.com

زبان کیا ہے ؟

اگر ایک عام انسان سے یہ سوال کیا جائے کہ زبان کیا ہے تو وہ بلا جھجک جواب دے گا کہ :

''جناب! جس واسطے سے ہم دوسرں پر اپنے خیالات کا اظہار کرتے ہیں وہ زبان کہلاتی ہے ۔''

اگر یہی سوال آپ کسی انشاء پرداز سے کر دیں تو وہ بنا سنوار کر جواب دے گا کہ :

''حضرت! زبان ایک ایسا مجموعۂ الفاظ ہے جس میں ایک خاص ترتیب جاری و ساری ہو اور اس سے کوئی خاص مطلب اخذ ہوتا ہو ۔''

لیکن ماہرین کے نزدیک اس سوال کا جواب اتنا آسان نہیں ہے ۔ اس بارے میں کئی ایک متضاد نظریات پیش کیے جاتے ہیں ۔ ایک گروہ کا خیال ہے کہ :

''زبان ایک ایسے صوتی سلسلے کا نام ہے جو کہ انسان کے اعضائے نطقی کے ذریعے ظہور میں آتا ہے اور اعضائے سامعی کے ذریعے سماعت پذیر ہوتا ہے ۔''

ایک دوسرا گروہ کہتا ہے کہ :

''زبان کا حقیقی مقصد صرف اظہار مطلب ہے ۔ اس کے لیے آواز کا ہونا کوئی ضروری شے نہیں بلکہ چہرے کے تأثرات اور اشاروں کے ذریعے بھی اپنے خیالات کا اظہار کیا جاسکتا ہے ۔ یہ صوتی پہلو تو زبان کا محض ایک ثانوی جز ہے ۔''

اس مؤخر الذکر گروہ کے ایک انتہا پسند حامی مسٹر سیٹورٹ وانٹ (E. H. Sturte Vant) نے تو یہاں تک دعویٰ کیا ہے کہ :

''چونکہ حقیقی جذبات اور احساسات کا اظہار فطری اشاروں ، چہرے کے تأثرات اور موقع محل کے مطابق حلق سے خود بخود پیدا ہونے والی آوازوں (اوہ ، آہ وغیرہ) کے ذریعے بے ساختہ طور پر سامنے آ جاتا ہے لیکن گندم نما جو فروشانہ ذہنیت

Marfat.com

رکھنے والے انسان نے محض دوسروں کو دھوکا اور فریب
دینے کے لیے زبان کے صوتی پہلو کی ایجاد کر لی تاکہ اس
طرح حقیقی احساسات کو آسانی سے چھپایا جا سکے ۔''

بہرحال زبان کا صوتی پہلو گو انسان کی ریاکاری کا نتیجہ ہی کیوں نہ ہو لیکن یہی انسان کی معراج ترقی کا زینہ بھی ثابت ہوا ہے ۔ یہ الفاظ کی اکائیاں ہی تو ہیں کہ جس صورت میں ہم اپنے تجربات اور احساسات کو اپنے دماغ کی گہرائیوں میں محفوظ رکھتے ہیں اور بوقت ضرورت کام میں لاتے ہیں ۔ انھی الفاظ کے ذریعے ہم اپنے تجربات دوسروں تک پہنچاتے ہیں ۔ تحریر بھی حقیقت میں انہی الفاظ کو ظاہر کرنے کا ایک دوسرا طریقہ ہے ۔ اسی ذریعے سے ہم آج بھی سقراط ، فلاطو اور ارسطو کے مکالمات سے بہرہ اندوز ہو رہے ہیں ورگرنہ ان کے چہروں کے تأثرات اور ہاتھوں کے اشارے صدہا سال قبل ان کے ساتھ ہی ختم ہو چکے ہیں ۔

نظریۂ ارتقاء کے بانی چارلس ڈارون نے زبان کے اشاراتی پہلو کے ہمہ گیر حیثیت اختیار نہ کر سکنے کی وجہ بیان کرتے ہوئے لکھا ہے کہ :

''اشاراتی زبان کے لیے ہاتھوں کا استعمال ضروری ہے جہاں
کہ صوتی زبان کی صورت میں ہاتھوں کو دوسرے کاموں کے
لیے استعمال کیا جا سکتا ہے ۔ اشاراتی زبان کے لیے روشنی
اور ایک دوسرے کے مد مقابل ہونا لازمی ہے ۔ اس کے
برعکس صوتی زبان کو اندھیرے اور دیوار وغیرہ کی اوٹ
کی صورت میں بھی استعمال کیا جا سکتا ہے ۔''

یہی وجہ ہے کہ آج جب بھی زبان کی ابتداء کے بارے میں بحث کی جاتی ہے تو اس کی شروعات ہمیشہ قوت گویائی اور قوت سماعت کے جائزہ سے کی جاتی ہے ۔ فلاسفر جان ڈیوی (John Dewy) نے کہا ہے کہ :

''زبان کے وجود کا دار و مدار صرف بولنے والے پر ہی نہیں بلکہ
سننے والے پر بھی منحصر ہے ۔''

زبان کا تجزیہ

ہم باتیں کیوں کر کرتے ہیں ؟ سب سے پہلے انسانی دماغ کے ایک

Marfat.com

مخصوص حصے میں ایک قسم کا ہیجان سا پیدا ہوتا ہے ۔ بعض محققین اس ہیجان کو منفیہ برق (Electronic) مہیجات کا نتیجہ قرار دیتے ہیں ۔ اس پہلو میں ابھی بہت کچھ تحقیق کرنا باقی ہے ۔ اس ہیجان سے خاص قسم کی برقی روئیں پیدا ہو جاتی ہیں جو کہ اعصابی ریشوں کے ذریعے قوت گویائی کے اعضاء (پھیپھڑا ، نرخرہ ، منہ ، زبان ، جبڑے اور ہونٹ وغیرہ) پر اثر انداز ہوکر ان میں مطلوبہ حرکات کا باعث بنتی ہیں ۔ ان اعضاء کی مختلف حرکات کے نتیجے میں فضا میں ایک ارتعاش سا پیدا ہو جاتا ہے اور شش جہت میں ایک قسم کی لہروں کی شکل میں پھیل جاتا ہے ۔ یہی مرتعش لہریں مختلف آوازوں کے تسلسل کی شکل اختیار کر کے الفاظ کو جنم دیتی ہیں ۔ لیکن یہ آواز کہاں پیدا ہوئی اور الفاظ نے کہاں جنم لیا ؟ یہ مرتعش لہریں بذات خود کچھ شے نہیں جب تک کہ یہ کسی انسان کے اعضائے سمعی کو متأثر نہ کریں ۔ کیونکہ جب یہ لہریں انسانی کان کے پردوں سے ٹکراتی ہیں تو ان پردوں میں بھی ایک مخصوص ارتعاش پیدا کر دیتی ہیں ۔ یہی ارتعاش آخر میں برق روؤں کی شکل اختیار کر کے سننے والے کے دماغ میں ایک خاص قسم کا ہیجان پیدا کر دیتا ہے ۔ یہی ہیجان بالآخر آوازوں کے تسلسل کی شکل میں انسانی فہم کے پردے پر الفاظ کی صورت میں جلوہ گر ہو جاتا ہے ، بس ایسے ہی کہ جیسے سینما کے سفید پردہ پر صرف روشنی اور سائے کی سرعت سے بدلتی ہوئی حالتیں لاوجود متحرک اجسام کی شکل اختیار کرلیتی ہیں ۔

غرضیکہ لسانیات کا مطالعہ ہمیں علم الحیات کی حدوں سے نکال کر نفسیات کے گوشوں کو چھوتا ہوا علم الطبیعیات کے میدان میں لا کر کھڑا کر دیتا ہے اور ہم یہ محسوس تک نہیں کر پاتے کہ نفسیات کی حدیں کہاں ختم ہوئیں اور علم الطبیعیات کس مقام سے ساتھ ہو لیا ، نہ ہم یہ اندازہ لگا سکتے ہیں کہ آیا علم الحیات ان دونوں قسم کے عناصر پر حاوی ہے یا ان دونوں کے ملاپ سے حیاتیاتی پہلو ظہور پذیر ہوتا ہے ۔ پھر بعض نظریات کی رو سے انسانی حسیات کے دماغ تک پہنچنے اور وہاں اثر پذیر ہو کر مفہوم کی شکل اختیار کرنے کے اثناء میں انسانی نظام اعصابی میں خاص قسم کی کیمیاوی تبدیلیاں رو نما ہو جاتی ہیں جو کہ ہمیں علم الکیمیا کے مطالعے کی دعوت دیتی ہیں لیکن زیر بحث موضوع میں ان

Marfat.com

پیچیدہ مسائل کی بھول بھلیوں کی عقدہ کشائی کے لیے کوئی گنجائش نہیں ہے - ہم یہاں مختصر طور پر صرف زبان کے طبیعیاتی پہلو کا جائزہ لینے پر ہی اکتفاء کریں گے -

آواز اور زبان

اگر زبان کا مقصد صرف اظہار مطلب ہی لیا جائے تو اس کے لیے ہم صوتی اور غیر صوتی[1] دونوں پہلو استعمال کر سکتے ہیں اور کرتے ہیں - جہاں تک صوتی پہلو کا تعلق ہے اس میں گو انسانی آواز کو ایک حد تک فوقیت ضرور حاصل ہے لیکن یہ کوئی استثنائی حیثیت کی حامل نہیں ہے - جیسا کہ ہم ذکر کر چکے ہیں : سکول کی گھنٹی صبح سے لے کر شام تک کئی ایک پیغامات نشر کرتی رہتی ہے - صبح حاضری کی گھنٹی ، سکول لگنے اور تفریح کی گھنٹی پھر آخر میں چھٹی کی گھنٹی - علاوہ ازیں سکول کے مختلف اوقات میں یہی گھنٹیاں حساب، انگریزی، اردو، فارسی اور تاریخ وغیرہ کے پیغامات لے کر آتی ہیں اور ان کے ساتھ ہی پنڈت سری نواس ، مولوی سردار عالم اور ماسٹر سادھو سنگھ کے گھنٹوں کے تصورات بھی وابستہ ہوتے ہیں - افریقہ کے حبشی صرف ڈھول کی مختلف تالوں کے ذریعے

---

۱ - زبان کے غیر صوتی پہلو : تتلیوں کا غیر محسوس قسم کی بو کے ذریعے کوسوں دور واقع اپنے محبوب کو محبت کا پیغام پہنچانا - چیونٹیوں کا اپنے سینگ نما بالوں کے ذریعے ایک دوسرے سے گفتگو (؟) کرنا - شہد کی مکھیوں کا رس کی سمت اور فاصلہ بتلانے کے لیے زبان رقص سے کام لینا - پرندوں کا اپنے محبوب کو اپنی طرف رجوع کرنے کے لیے رقص کناں ہو جانا - بلی کا اپنے آقا کو دیکھ کر مجسم انکسار کی صورت اختیار کر لینا اور کتے کا دشمن کو دیکھتے ہی تن کر کھڑے ہو جانا -

اسی طرح انسان کا بعض موقعوں پر اظہار مطالب کے لیے بعض اشاروں اور کنایوں سے کام لینا اور بعض تاثرات کا فطری طور پر خود بخود ظہور میں آجانا جیسے کہ آنکھوں کا خوشی سے چمک اٹھنا یا مایوسی اور غم سے ان میں مردنی چھا جانا ، چہرے کا خوشی سے دمک اٹھنا ، غم سے اتر جانا ، ڈر سے زرد پڑ جانا اور غصے کی حالت میں سرخ ہو جانا وغیرہ وغیرہ -

Marfat.com

آن واحد میں سینکڑوں میلوں تک طرح طرح کے پیغامات پہنچا دیتے ہیں۔ تار گھر میں تار برقی، ابجد کی گٹ گر، گرگرگٹ کو بھی یہی شرف حاصل ہے۔

جھینگر جیسا ننھا سا کیڑا اپنی ٹانگوں کی رگڑ سے ہی محبت کے پیغامات نشر کرتا رہتا ہے۔ مرغی کی کٹ کٹ کی تیز آواز کو سنتے ہی ننھے منے چوزے چیل کے حملے سے بچنے کے لیے دوڑ کر فوراً ہی اِدھر اُدھر جا چھپتے ہیں۔ کوا کوئی کھانے کی چیز دیکھ کر کائیں کائیں کا نعرہ بلند کرتا ہے اور اس کی سیاہ پوش برادری ہر چہار طرف سے اُڑتی ہوئی چلی آتی ہے۔ پرندوں کے محبت کے نغموں، خطرے کے الارم اور خوراک کی دعوت کی صدا میں واضح فرق موجود ہوتا ہے۔ مثال کے طور پر مرغی جب خطرے کا الارم دیتی ہے تو چوزے جان بچانے کے لیے بھاگ کھڑے ہوتے ہیں لیکن جب یہی مرغی کھانے والی چیز کو دیکھ کر مخصوص انداز میں کٹ کٹ کرتی ہے تو تمام چوزے بھاگ کر اس کے گرد جمع ہو جاتے ہیں۔ بندر کی ایک قسم گبن (Gibbon) کی آوازوں کے تجزیہ سے معلوم ہوا ہے کہ وہ موقعہ محل کے مطابق نو مختلف قسم کی بامعنی آوازیں نکال سکتا ہے۔ پہلی آواز 'آؤ ہم پھلوں کی تلاش کو چلیں۔' دوسری آواز 'میری بیوی کے نزدیک مت آؤ' وغیرہ وغیرہ۔

خود انسان بھی اکثر صرف تالی بجا کر اپنی پسندیدگی یا خوشنودی کا اظہار کرتا ہے۔ بعض اوقات وہ محض زبان کے مختلف چٹخاروں کی مدد سے ہی نفرت، افسوس، ناپسندیدگی، نفی اور مذاق کا اظہار کر دیتا ہے۔ گڈریے اور گلہ بان بھیڑ بکریوں اور گائے بھینسوں کی اکثر چٹخاروں کی مدد سے ہی مختلف طرح سے رہنمائی کرتے ہیں۔ چٹکی بجانے سے مراد 'بس فوراً ہی' ہے۔ بہت زیادہ غصہ کی حالت میں انسان اکثر بغیر کچھ بات کیے صرف غراتا اور چنگھاڑتا ہی ہے۔ منہ سے سیٹی بجا کر وہ کئی ایک پیغامات کسی مخصوص انسان تک پہنچا دیتا ہے لیکن ان سب باتوں کا باتیں کرنے سے کوئی تعلق نہیں۔

اشارہ ہائے لب

انسانی زبان جو کہ بامعنی الفاظ پر مشتمل ہے شروع میں صرف بے ربط آوازوں یا یک رکنی الفاظ تک محدود تھی۔ ہونو لولو یونیورسٹی

Marfat.com

کہ ڈاکٹر جے رائے (J. Rae) نے ۱۸۶۲ء میں اپنی تحقیقات کے نتیجے میں اس امر کا دعویٰ کیا کہ 'بولے جانے والے الفاظ کی قدیم ترین صورت محض کسی سرزد ہونے والے فعل کا چربہ ہوتی تھی جس میں ہونٹ، زبان اور منہ کے ذریعے کسی شے یا فعل کی نقل اتارنے کی کوشش کی جاتی تھی ۔ قدیم ترین زبان صرف یک رکنی الفاظ پر مشتمل تھی جن سے قوت، شکل یا حرکت کا اظہار ہوتا تھا ۔' اسی طرح پروفیسر الیگزینڈر جاہنسن (Professor Alexander Johannesson) چانسلر آئسلینڈ یونیورسٹی نے ۱۹۴۳ء میں ماہرین لسانیات کو مخاطب کرتے ہوئے کہا 'میں گہرے مطالعے اور تحقیق و تفتیش کے بعد اس نتیجہ پر پہنچا ہوں کہ ہمارے سرمایۂ الفاظ کے ایک بڑے حصے کا مأخذ منہ کے وہ اشارے ہیں جن میں کوئی فعل سر انجام دیتے وقت ہاتھ کی حرکات وسکنات کی نقل اتارنے کی کوشش کی گئی ہوتی ہے ۔' خود ہماری زبان بھی اس قاعدہ کلیہ سے مستثناء نہیں ہے ۔ اگر ہم غور سے مطالعہ کریں تو معلوم ہو گا کہ ہماری زبان میں بھی ایسے الفاظ کا ایک بڑا حصہ موجود ہے جو کہ ہونٹ اور زبان کے ذریعے ہاتھ کی حرکات یا دوسرے افعال کی نقل اتارنے کی کوشش کے نتیجہ میں فطرتی طور پر خود بخود تشکیل پذیر ہوتے ہیں ۔ مثلاً جب آپ کسی دور کھڑے ہوئے انسان کی طرف ہاتھ سے اشارہ کرتے ہوئے مخاطب کی توجہ کو اپنی طرف منعطف کرنے کے لیے نرخرہ سے قدرتی آواز پیدا کرتے ہیں تو اس اشارہ میں ہاتھوں کا ساتھ دیتے ہوئے ہونٹوں سے جو آواز باہر نکلتی ہے وہ فطرتی طور پر 'وہ' کی شکل اختیار کر لیتی ہے ۔ اسی طرح 'تو' کہتے وقت ہونٹ اشارہ کرتی ہوئی انگلی کی نقل میں لمبوتری تھوتھنی کی صورت اختیار کر لیتے ہیں اور پھر زبان بھی اس اشارہ میں ان کا ساتھ دیتی ہے ۔ اس طرح منہ سے قدرتی طور پر نکلنے والی آواز 'تو' کی شکل میں ظاہر ہوتی ہے ۔ 'یہ' کا بھی یہی حال ہے کہ زبان ، نیچے کا جبڑا اور اوپر والے ہونٹ نیچے سامنے کی طرف اشارہ کرتے ہوئے نظر آتے ہیں ۔ 'میں' میں بھی نیچے کا جبڑا اپنی ہی طرف اشارہ کر رہا ہوتا ہے (یعنی اگر آپ نے منہ سے بات نہ کرنی ہوتی اور کسی کے استفسار پر یہ بتانا مقصود ہوتا کہ یہ کام آپ نے کیا ہے تو آپ بعینہٖ سر سے اسی طرح کا اشارہ کرتے جیسا 'میں' کہتے وقت کرتے ہیں) ایسے ہی بعض افعال کی صورت ہے ۔ مثال کے طور پر لفظ 'کاٹ' کو لیجیے ۔

Marfat.com

جب ہم اس کے پہلے حصے 'کا' کی آواز نکالتے ہیں تو جبڑا اوپر کی طرف حرکت کرتا ہے ۔ 'ٹ' کی آواز کے ساتھ نیچے گرتا ہے اور زبان تالو کے اگلے حصے سے آ ٹکراتی ہے جیسے کہ کلہاڑے کو پہلے ہوا میں اچھالا اور پھر کھٹ سے درخت کے تنے پر دے مارا ۔

یہ ایک علٰحدہ موضوع ہے اس لیے اسے کسی دوسرے موقع کے لیے اٹھا رکھتے ہیں ۔ فی الحال ہمیں یہ یاد رکھنا چاہیے کہ پتھروں کے لڑھکنے، پرندوں کے چہچہانے اور انسانی قوت گویائی میں جو فرق ہے وہ صرف اس قوت کا ہے جو کہ ان آوازوں کے پس پردہ کار فرما ہے ۔ ایک طرف کمان کی وہ ڈوری ہے جس کی لرزش باوجود فضا میں ارتعاش پیدا کرنے کے محض ایک ایسی آواز کی تخلیق کرتی ہے جس کا کوئی خاص مقصد نہیں جس میں کوئی گہرائی نہیں ۔ بس ایک اندھی قوت کا مظاہرہ ہے جس نے کہ تیر چلانے کے لیے تانت کو کھینچا اور چھوڑ دیا ۔ لیکن جب یہی ڈوری ، یہی تانت ایک بربط میں لگا دی جاتی ہے تو اس سے ایک فن کار کی پیدا کی ہوئی لرزش فضا کو نغموں سے معمور کر دیتی ہے ۔ کیوں ؟ کیونکہ اب اس ڈوری کی لرزش کے پس پردہ چند خاص ذہنی قوتیں سر گرم عمل ہیں اگرچہ ان دونوں کی لرزش کا سر چشمہ وہی بے جان ڈوری ہے ۔

انسانی آلات صوت

بولی جانے والی زبان انسانی صوتی اعضاء سے ظہور میں آتی ہے اور انسانی کانوں کے ذریعے سماعت پذیر ہو کر دماغ کے ایک مخصوص حصے میں ایک ہیجان کی صورت میں پہنچنے کے بعد کسی مفہوم کی شکل اختیار کرتی ہے ۔

انسانی آواز بھی دوسری قدرتی اور غیر قدرتی آوازوں کی طرح مخصوص فطرتی قوانین کی پابند ہے ۔ صوتی لہریں ایک معینہ رفتار کے مطابق سفر کرتی ہیں جو کہ آواز کی نوعیت اور واسطہ سفر (Medium) کی ماہیئت کے مطابق کم وبیش ہوتی رہتی ہے ۔ علاوہ ازیں یہ تمام صوتی لہریں مخصوص تعداد ارتعاش کی حامل ہوتی ہیں ۔

Marfat.com

انسانی آواز کی پیدائش میں مندرجہ ذیل اعضاء مل کر صوتی آلات کے فرائض سر انجام دیتے ہیں - پھیپھڑے ، حلقوم ، بلعوم ، حنجرہ ، اعصاب نطقی ، منہ ، ناک ، تالو ، زبان ، دانت اور ہونٹ (ملاحظہ ہو خاکہ الف) -

اعضائے صوتی
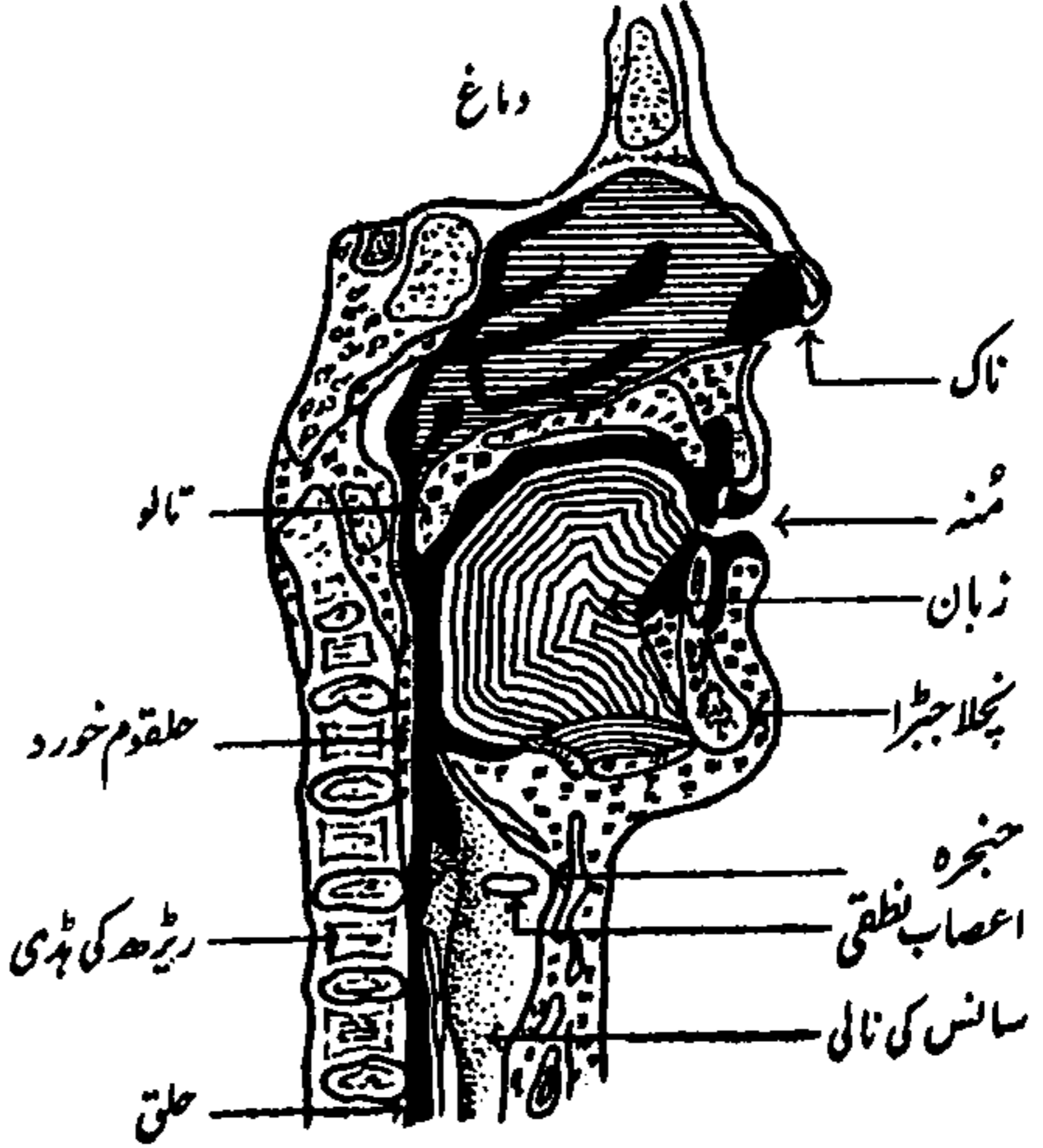
خاکہ (الف)

آسانی کے لیے اعضائے نطقی کو تین حصوں میں تقسیم کیا جا سکتا ہے - پھیپھڑے ، حلق اور منہ - حلق میں حنجرہ (نرخرہ) اور اعصاب نطقی خاص طور پر اہم ہیں -

پھیپھڑے دھونکنی کا کام کرتے ہیں اور یہ ہوا کے بہاؤ کو مطلوبہ دباؤ یا رفتار سے حلق میں سے گزارتے ہیں اور اس تسلسل کو ضرورت کے مطابق قائم رکھتے ہیں - آواز کا اصلی سرچشمہ حلق ہے - جس میں واقع اعصابی ریشے اس ہوا کے دباؤ سے متاثر ہو کر تھرتھرانے لگتے ہیں جس

Marfat.com

سے اس ہوا کے بہاؤ میں ایک ارتعاش پیدا ہو جاتا ہے ۔ اس ارتعاش کو آپ دوسرے معنوں میں آواز سے تعبیر کر سکتے ہیں ۔ منہ میں پہنچ کر یہ مرتعش ہوا مختلف دباؤ کے اثرات کے تحت مخصوص صوتی اکائیوں کے تسلسل کی صورت میں مطلوبہ الفاظ کو جنم دیتی ہے ۔

گلو

انسانی گلا محض ایک سیدھی سادی نالی نہیں بلکہ ایک پیچیدہ قسم کا آلہ ہے جو کہ کئی ایک کل پرزوں سے مل کر بنا ہے اور مختلف قسم کے فرائض بجا لاتا ہے ۔ اس میں ضرورت کے مطابق خودبخود کھلنے اور بند ہونے والے سوراخ ہیں ۔ اس میں ایسے اعصاب موجود ہیں ۔ جن سے موقع محل کے مطابق کسی خاص حصہ کو ابھارا ، دبایا یا پیچھے ہٹایا جا سکتا ہے ۔ اس کے ذریعے ہم کھاتے پیتے، سانس لیتے اور باتیں کرتے ہیں ۔ اس کے کسی حصے کو ذرا سا بند کر دو تو زندگی کے لالے پڑ جائیں اور کسی حصے کو ذرا سا نقصان پہنچ جائے توگو آواز باقی رہ جائے گی، مگر الفاظ کا جامہ نہیں پہن سکے گی ۔ عام حالات میں حلق سےگزرتے وقت ہوا کی رفتار قریباً دس میل فی گھنٹہ ہوتی ہے ۔ لیکن چھینک اور کھانسی کے وقت یہ ہوا ایک طوفان سے بھی زیادہ تیز ہوجاتی ہے اور اس کی رفتار دو سو میل فی گھنٹہ تک پہنچ جاتی ہے یہ ہے انسانی گلا جس کے ذریعے ایک عام انسان اگر اس نے چپ روزہ نہیں رکھا ہوا تو ایک دن میں باتیں کرتے ہوئے قریبا پچیس ہزار الفاظ ادا کرتا ہے اب اندازہ لگائیں کہ دن میں کتنی دفعہ گلے کے مختلف اعصاب تنتے اور ڈھیلے پڑتے ہوں گے ۔

باوجود اس پیچیدہ ساخت کے ہمارا گلا الفاظ کو جنم نہیں دیتا ، یہ تو صرف آواز پیدا کرنے کا ایک آلہ ہے ۔ اگر دوسرے متعلقہ کل پرزے (منہ ، زبان ، دانت اور ہونٹ وغیرہ) اس کے ساتھ تعاون نہ کریں تو انسانی آواز محض غاؤں غاؤں اور غوں غوں کا مجموعہ بن کر رہ جائے ۔

ماہرین کا کہنا ہے کہ بعض پرندوں کا گلا انسانی گلے سے بھی زیادہ ترقی یافتہ ہے ۔ ان میں طوطا اور مینا بھی شامل ہیں جو کہ انسانی آواز کی ہو بہو نقل اتارنے پر قادر ہیں ۔ اکثر پرندے اس گلے کی مدد سے اتنی سریلی قسم کے نغمے الاپتے ہیں کہ نہ تو انسانی آواز اور نہ کوئی ساز آلہ کی صحیح نقل اتار سکتا ہے ۔ لیکن یہ سب نغمے محض

Marfat.com

یک وقتی ہیجان کا نتیجہ ہوتے ہیں جن میں نہ کوئی گہرائی ہوتی ہے نہ ان
ماضی کی شیریں یادوں سے تعلق ہوتا ہے اور نہ مستقبل کے سنہرے
پنوں سے - یہاں وہ ذہنی قوتیں بھی مفقود ہیں - جو کہ ان آوازوں کو
کسی نظم اور ضبط کے تحت لا کر ان سے مطلوبہ صوتی اکائیوں کو جنم
ے سکیں - اس بھری دنیا میں یہ خصوصیت صرف حضرت انسان کو ہی
حاصل ہے -

نہ : زبان کا منبع

آپ نے دیکھ لیا کہ جب دل (در حقیقت دماغ) میں بات چیت کرنے
کی خواہش پیدا ہوئی تو سینہ معمولی سا ابھرا - پھیپھڑوں کو کچھ خلا

خاکہ (ب)

Marfat.com
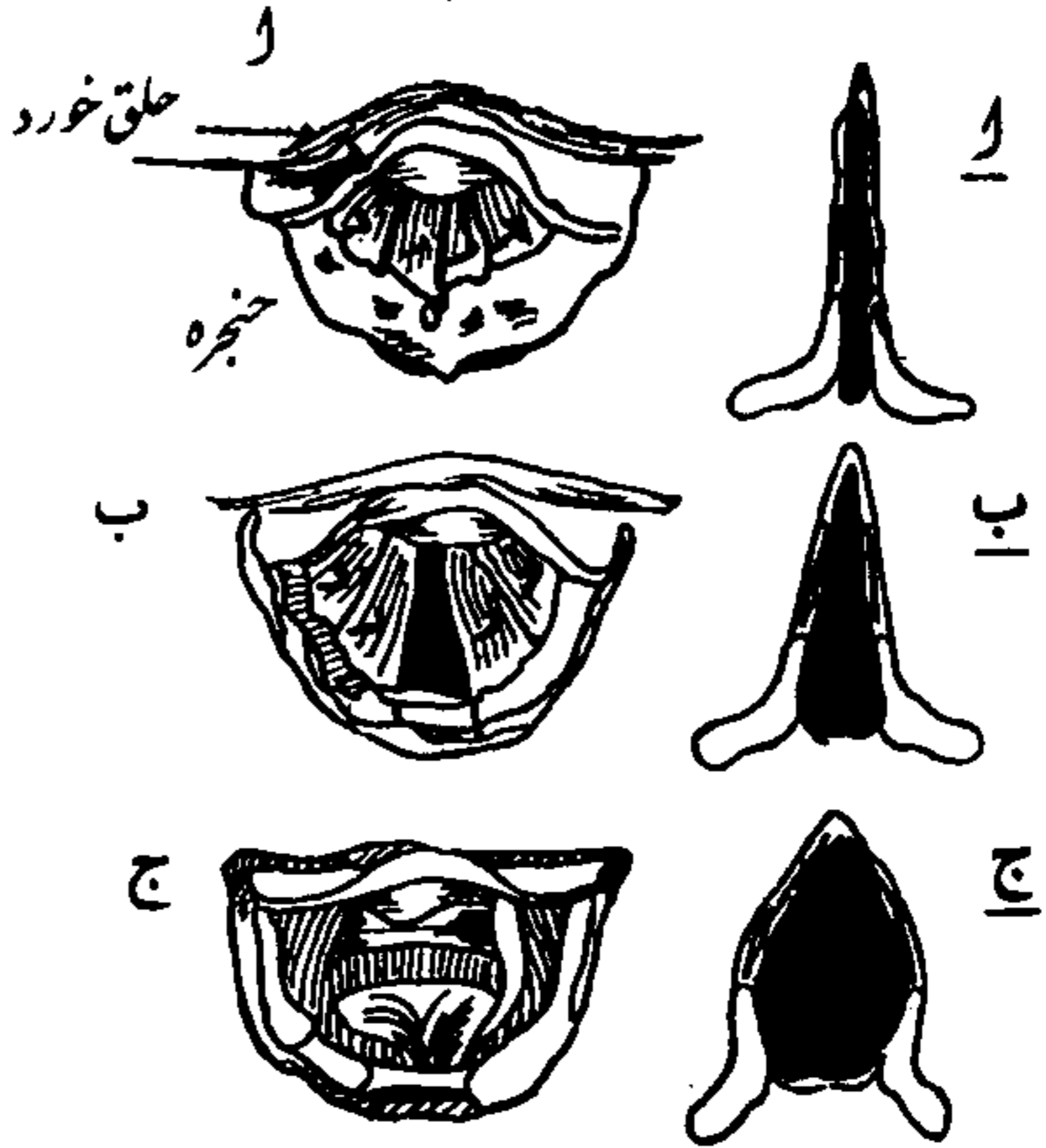
مل گیا اور وہ پھیل گئے ۔ اس سے پھیپھڑوں کے اندر بھی ایک قسم خلا پیدا ہوگیا جسے بھرنے کے لیے ناک اور منہ کے ذریعے ہوا اندر داخل ہو گئی ۔ یہی ہوا انسانی زندگی کی اساس ہے اور اسی ہوا سے انسانی آواز جنم لیتی ہے ۔ اب غیر ارادی طور پر سینے نے پھیپھڑوں پر معمولی سا دباؤ ڈالا اور وہ کچھ سکڑ گئے ۔ کھلے منہ کے غبارے کی طرح ہوا حلق کے راستے باہر کو دوڑی ۔ اب اگر آپ آرام کی حالت میں ہیں اور کوئی باتیں وغیرہ نہیں کر رہے تو یہ ہوا آپ کے آرام میں خلل ڈالے بغیر چپکے سے باہر نکل جائے گی ۔ لیکن اگر آپ باتیں کرنے پر تلے ہوئے ہوں تو غیر ارادی طور پر گلے کے بعض پٹھوں کی مدد سے اعصاب نطق میں تناؤ پیدا ہو جاتا ہے (ملاحظہ ہو خاکہ ب) ۔ اب جیسے ارغنون کی مہین پتیوں میں ہوا کا دباؤ ارتعاش پیدا کر کے آواز کا باعث بنتا ہے ایسے ہی حلق سے گزرنے والی ہوا ان تنے ہوئے اعصابی ریشوں میں ایک تھر تھراہٹ پیدا کر دیتی ہے جس سے خود اس ہوا میں بھی ایک قسم کا ارتعاش پیدا ہو جاتا ہے ۔ یہ مرتعش ہوا جو کہ اب آواز کا روپ دھار چکی ہے گلے سے نکل کر منہ میں پہنچ جاتی ہے ۔

منہ انسانی آلات صوتی کا تیسرا اور سب سے اہم آلہ ہے ۔ یہاں گلے سے آنے والی آواز کو ضرورت کے مطابق ڈھال کر مختلف قسم کے الفاظ گھڑ لیے جاتے ہیں ۔ اگر ہم اپنی زبان کی مدد سے ہوا کے اس بھاؤ کو روک کر یک دم اس طرح سے چھوڑ دیں کہ زبان کا سرا تالو کو دانتوں کے اوپر والے حصے کو چھو جائے تو زبان کے سرے کے مختلف طریقوں سے تالو کے مخصوص حصوں کو چھونے سے ت ، ٹ ، د ، ڈ ، ڑ ، ط ، ل اور ن وغیرہ قسم کے الفاظ کی آوازیں پیدا ہو جاتی ہیں ۔ اگر اس مرتعش ہوا کے بھاؤ کو زبان اور تالو کی مدد سے بنے ہوئے تنگ راستہ سے گزارا جائے تو ث ، ذ ، ز ، س ، ش ، ص ، ض ، ظ اور یائے مصوتی کی قسم کی سیٹی نما آوازیں پیدا ہو جاتی ہیں ۔ اگر یہ تنگ راستہ ہونٹوں کی مدد سے بنایا جائے تو پھر یہ مرتعش ہوا 'ف' اور 'واؤ' مصوتی قسم کی آوازوں کی صورت اختیار کر لیتی ہے ۔ اگر زبان ساکت رہے اور ہونٹوں کو یک دم کھول کر رکی ہوئی مرتعش ہوا کو چھوڑ دیا جائے تو ہونٹوں کے مختلف اندازوں کے مطابق ب ، بھ ، پ ، پھ اور م وغیرہ

Marfat.com

قسم کی آوازیں جنم لیتی ہیں ۔ اگر آنے والی آواز پر حلق کے اگلے اور زبان کی جڑ والے سرے پر دباؤ ڈالا جائے تو خ ، غ ، ق ، ک اور گ وغیرہ قسم کی آوازیں تشکیل پاتی ہیں ۔ اگر آواز کو بغیر کسی رکاوٹ کے آزادانہ گزرنے دیا جائے تو منہ اور ہونٹوں کے مختلف اندازوں کے مطابق یہ حروف علت ع ، ح اور ہ وغیرہ قسم کی آوازوں میں تبدیل ہو جاتی ہے ۔

باتوں باتوں میں پھول کا ذکر بھی آگیا ۔ گو اس وقت کوئی پھول آنکھوں کے سامنے نہ تھا پھر بھی متکلم کے دماغ میں ایک نیم شگفتہ پھول کا تصور سا کھنچ گیا ۔ اس کے دماغ کے کسی مخصوص حصہ کے خلیوں میں ایک خاص قسم کا ہیجان سا پیدا ہوا اور انھوں نے ماضی کے طاقچوں میں سے اس لفظ اور اس سے متعلقہ تصور کو ڈھونڈ نکالا ۔ اب اعضائے صوتی کو علٰحدہ علٰحدہ احکام صادر کر دیے گئے ۔ پھیپھڑوں نے سینہ کی مدد سے ہوا کو حلق کی طرف خارج کر دیا ۔ حنجرہ میں واقع اعصاب نطقی میں ایک تناؤ سا پیدا ہو گیا جس نے اس آنے والی ہوا میں ایک ارتعاش کا عالم پیدا کر دیا ۔ جب یہ مرتعش ہوا کا بہاؤ منہ میں پہنچ گیا تو ہونٹوں نے ایک بند شگوفے کی شکل بناتے ہوئے اس مرتعش ہوا کے بہاؤ کو روک دیا ۔ پھر یک دم ایک کھلتے ہوئے شگوفے کی طرح ہونٹ تھوڑا سا کھل گئے ۔ ہوا کے تھمے ہوئے بہاؤ نے ہونٹوں کے اس تنگ راستے سے باہر کا رخ کیا اور اس طرح خارج ہوتے ہوئے 'پھ' کی آواز پیدا کر دی ۔ اب ان نیم وا ہونٹوں نے تھوڑا سا اور آگے بڑھ کر تھوتھنی کی صورت اختیار کر لی جیسے یہ کنول کے پھول کی صوری نقل اتارنے کی کوشش کر رہے ہوں ۔ اس طرح مرتعش ہوا کا بہاؤ کچھ دیر اور جاری رہا اور 'آ... او' کی آواز ظہور میں آ گئی ۔ اب ہونٹ تھوڑا کھل گئے اور کچھ پیچھے ہٹ گئے ، زبان جو اب تک آرام سے لیٹی ہوئی تھی خلیوں کی حکومت سے حکم پاتے ہی حرکت میں آ گئی اور مقررہ احکام کے مطابق اٹھ کر اپنے اگلے سرے سے تالو کو دانتوں کے اوپر والے حصہ پر مس کر دیا ۔ اس طرح سے 'ل' کی آواز کی تشکیل ہو کر 'پھول' کا لفظ مکمل ہوگیا (ملاحظہ ہو خاکہ ج) ۔

لیکن قصہ یہیں ختم نہیں ہو جاتا ۔ جنگل میں پھول کھلا کس نے دیکھا ؟ یعنی پھول کھلنے کے ثبوت کے لیے دیکھنے کی شرط لازمی ہے

Marfat.com

پھُول کا سفر
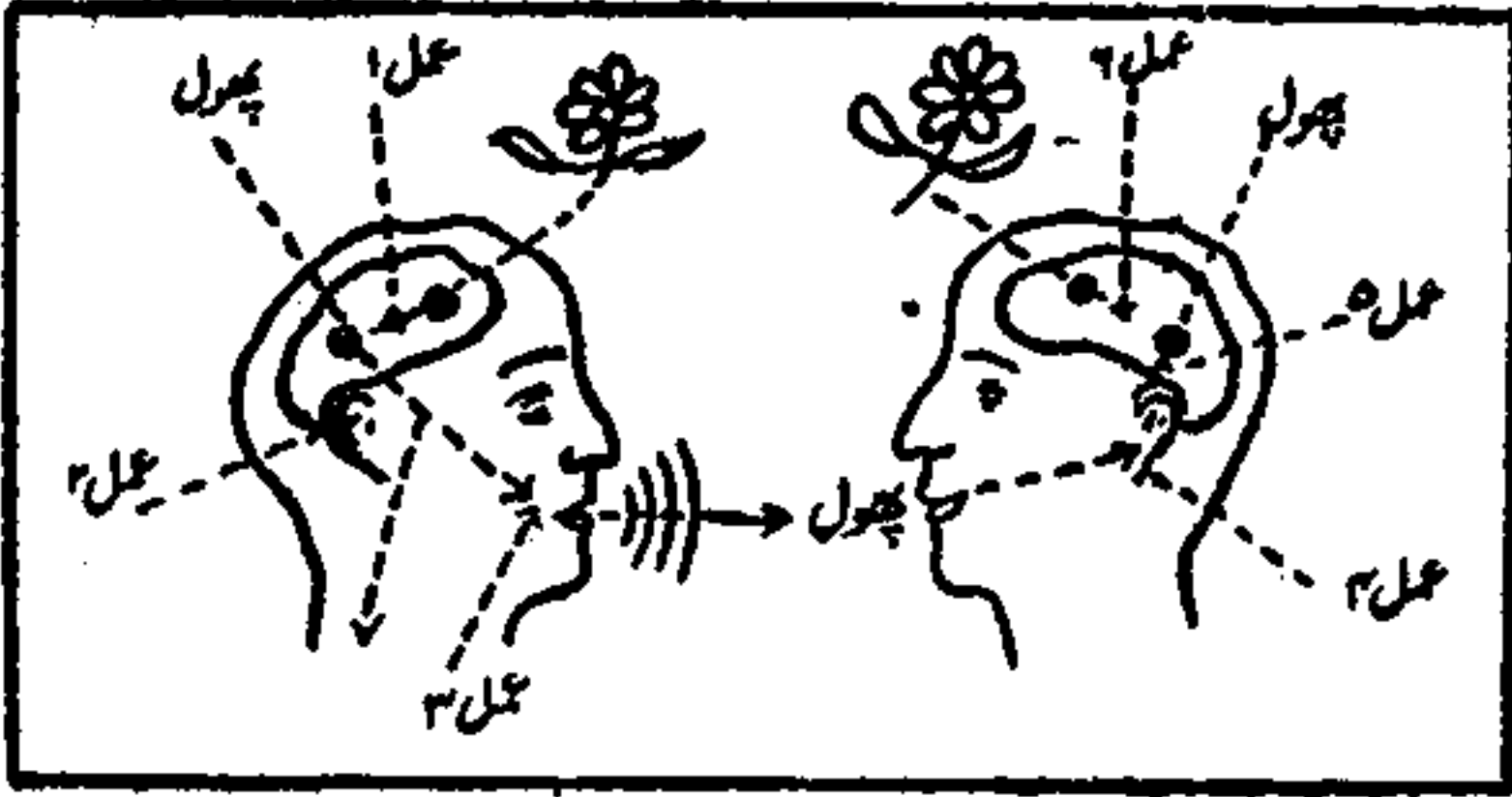
خاکہ (ج)

وگرنہ کون کہہ سکتا ہے کہ آیا پھول کھلا بھی یا نہیں - اسی طرح جب تک کوئی سننے والا اس بات کی شہادت نہ دے تو صرف منہ کی حرکات ہی اس امر کا ثبوت نہیں ہیں کہ آیا کسی نے پھول کہا بھی یا نہیں - ممکن ہے کہ ظاہرا طور پر منہ ان تمام حرکات کو عمل میں لاتا رہا ہو جو پھول کہنے کے لیے ضروری ہیں لیکن اعصاب نطقی نے ان کا ساتھ نہ دیا ہو -

اعضائے سماعت

خاکہ (د)

Marfat.com
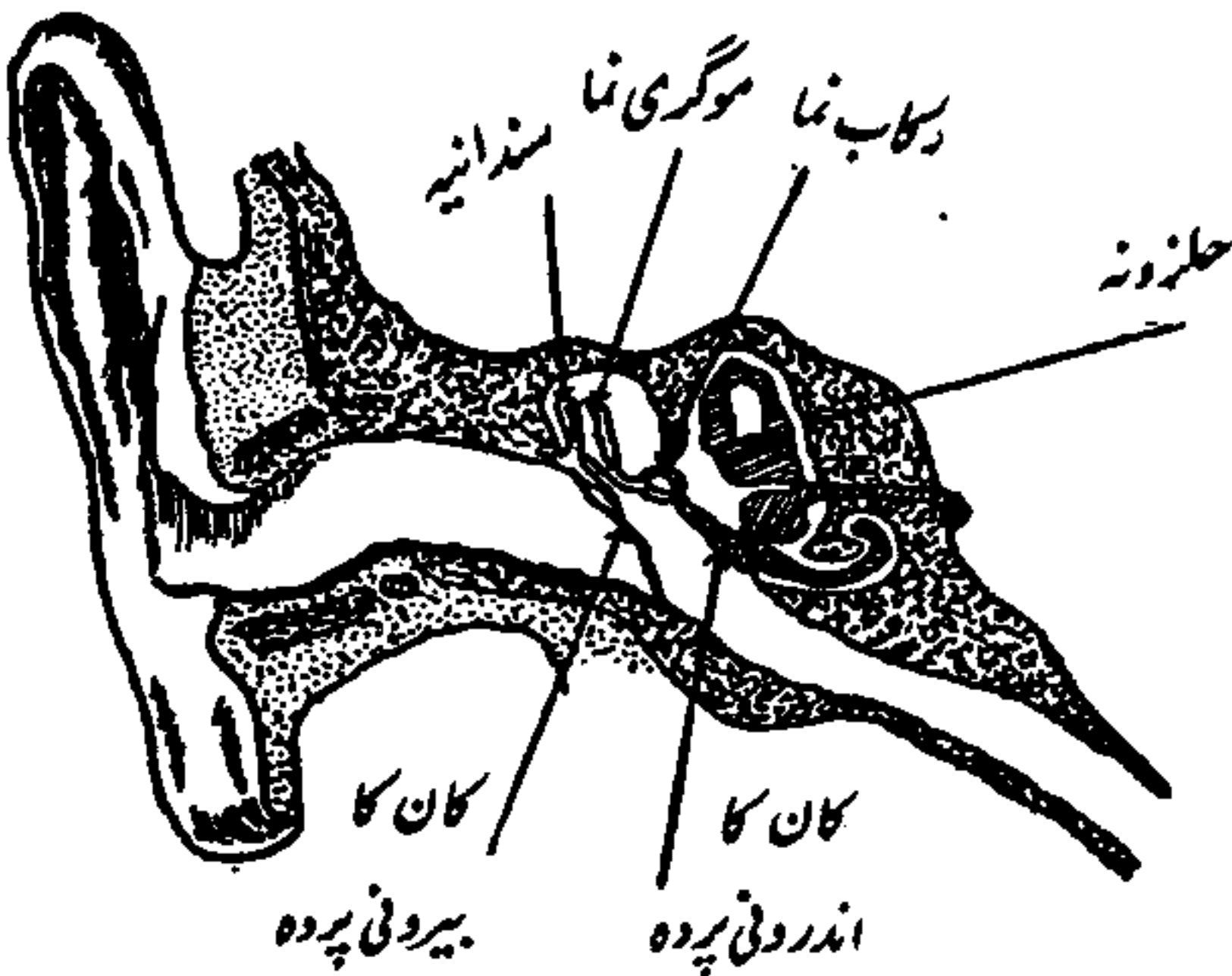
گوش بر آواز

پھول کہتے وقت متکلم کے منہ سے نکلتی ہوئی مرتعش ہوا کے اس سلسلے نے فضا میں بھی لہروں کی شکل میں ایک قسم کے ارتعاش کا تسلسل سا پیدا کر دیا جو کہ قریباً بارہ سو فٹ فی سیکنڈ کی رفتار سے ہر شش جہت میں پھیل گیا ۔ یہ مرتعش لہریں سفر کے دوران مخاطب کے کانوں کے پردوں سے بھی جا ٹکرائیں (ملاحظہ ہو خاکہ د) ۔

حلزونہ

خاکہ (ر)
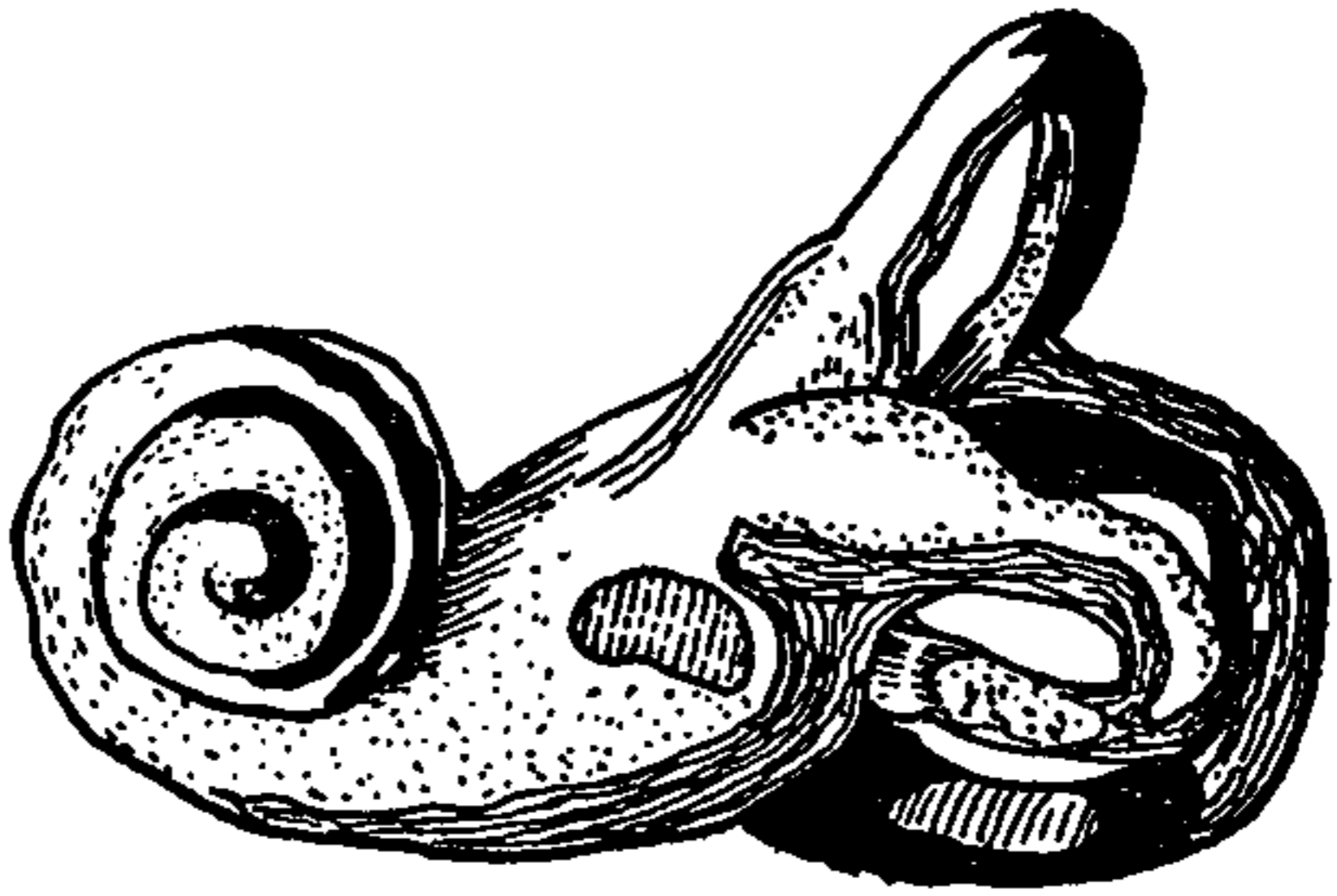
کان کا یہ پردہ اتنا نازک واقع ہوا ہے کہ ان لہروں کے ٹکرانے سے اس میں بھی اسی طرز کا ارتعاش پیدا ہو گیا ۔ یہاں سے یہ ارتعاش ملحقہ ہڈیوں، موگری نما ، سندانیہ اور رکاب نما کے ذریعے کان کے اندرونی حصہ کے دہن بیضوی تک پہنچ گیا ۔ صحیح معنوں میں کان کا یہی اندرونی حصہ قوت سماعت کا سب سے اہم عضو ہے ۔ گھونگے کی شکل کا ہونے کی بنا، پر اسے کن گھونگھہ یا حلزونہ کہتے ہیں (ملاحظہ ہو خاکہ ر) ۔

علاوہ قوت سماعت کے یہ انسانی توازن کو برقرار رکھنے میں بھی مدد دیتا ہے ۔ یہ مختلف پیچیدہ سی نالیوں سے مل کر بنا ہے ۔ یہ نالیاں ایک قسم کے سیال مادے سے بھری ہوتی ہیں ۔ آنے والے ارتعاش کی وجہ سے اس سیال مادے میں بھی لرزش پیدا ہوجاتی ہے ۔ یہ لرزش ایک ملحقہ لچک دار پردہ (غشا زیریں) میں چھوٹے سے پیمانہ پر ایک جوار بھاٹا کی

Marfat.com

کیفیت پیدا کر دیتا ہے (ملاحظہ ہو خاکہ س) ۔

خاکہ (س)
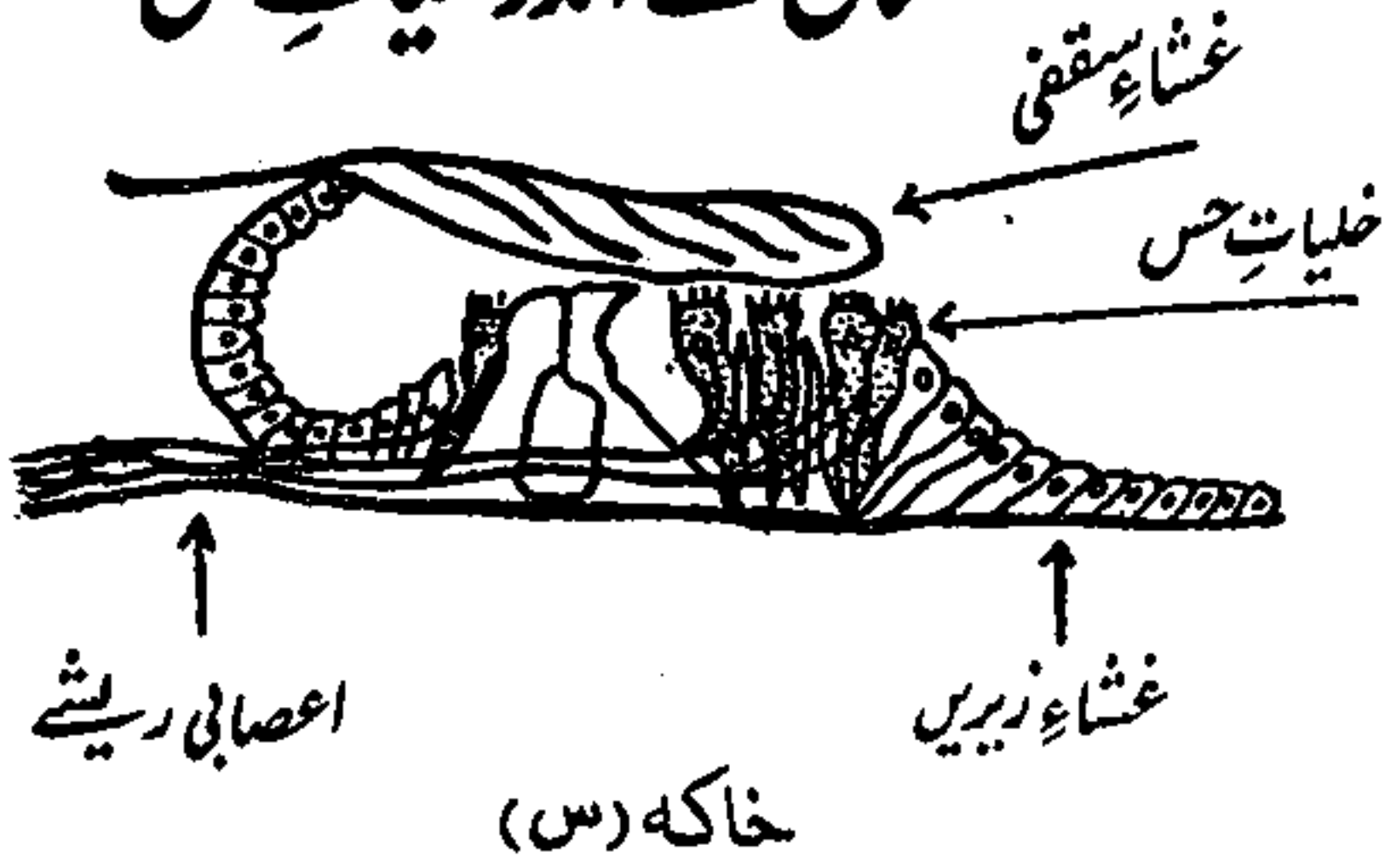
اس پردے پر مہین بالوں کی طرح اعصابی ریشے واقع ہیں جو کہ پردے کی اوپر نیچے کی حرکت کے ساتھ ساتھ اوپر نیچے ہوتے ہیں اور اس طرح سے اوپر ڈھکنے کی طرح واقع پردے (غشأ سقفی) کے ساتھ چھوتے ہیں ۔ لچک دار پردے کے مہین ریشوں کا لمس ایک قسم کی برقی رو کی صورت میں اعصابی ریشوں کے ذریعے تلغراف کے گٹ گر ، گٹ گٹ گر ، کی طرح دماغ میں اپنے مخصوص حصے میں واقع قوت ساعت سے متعلق بھورے مادے کے خلیوں تک پہنچ گیا ۔ یہاں ان مخفی حروف کو ان کی صحیح آوازوں کی صورت میں سمجھ لیا گیا ۔ پھر ان آوازوں کو ذہن کے طاقچوں میں سے پہلے سے محفوظ شدہ ہزار ہا آوازوں[1] کے تصورات سے موازنہ کر کے متکلم کے صحیح مفہوم کا پتہ لگا لیا ۔ یعنی مخاطب کو معلوم ہوگیا کہ متکلم نے پھول کا ذکر کیا ہے ۔

---

۱ ۔ ماہرین کے اندازہ کے مطابق ایک عام چار سالہ بچے کا سرمایۂ الفاظ کوئی پانچ ہزار ۵،۰۰۰ الفاظ پر مشتمل ہوتا ہے ۔ آٹھ سال کی عمر میں یہ سرمایہ چودہ ہزار ۱۴،۰۰۰ الفاظ تک جا پہنچتا ہے ۔ ایک عام بالغ انسان کا سرمایۂ الفاظ پنتیس ہزار (۳۵،۰۰۰) سے ستر ہزار (۷۰،۰۰۰) الفاظ تک ہوتا ہے جب کہ کالج کے ایک طالب علم کا سرمایۂ الفاظ ڈیڑھ لاکھ (۱،۵۰،۰۰۰) سے بھی زیادہ تک جا پہنچتا ہے ۔ اب ان الفاظ کی صوتی اکائیوں کا اندازہ خود ہی لگائیں ۔

Marfat.com

بظاہر متکلم کے دماغ میں 'پھول' کے لفظ کے اظہار کرنے کے تصورات پیدا ہونے سے لے کر سامع کے دماغ میں 'پھول' کے مفہوم کے تصورات کی تخلیق ہونے تک نفسیاتی ، برقی ، کیمیاوی اور طبیعیاتی افعال کا ایک نہایت ہی پیچیدہ اور طویل سلسلہ عمل پذیر ہوتا ہوا نظر آتا ہے لیکن انسانی دماغ کے وہ حصے جو قوت گویائی ، قوت سماعت اور قوت فہم کے لیے مخصوص ہیں ایک اعلیٰ پائے کی خودکار مشین کی طرح یہ سب فرائض آن واحد میں سرانجام دے دیتے ہیں یعنی جب ہم گفتگو کر رہے ہوتے ہیں تو ہمیں احساس تک نہیں ہوتا کہ اس دوران میں ہمارے جسم کے مختلف حصوں میں کیا کیا کیفیات اور کیا کیا حرکات پیدا ہو رہی ہیں - اس کی وجہ یہ ہے کہ ہمارے دماغ میں واقع کروڑہا خلیے لاکھوں سال کے تجربات کی بناء پر اپنے فرائض کی بجا آوری میں اس حد تک ماہر ہو چکے ہیں کہ وہ پلک جھپکنے سے بھی کم وقفہ میں بالکل صحیح نتائج اخذ کر لیتے ہیں - یہاں لاکھوں سالوں کا تجربہ کوئی مبالغہ آرائی نہیں بلکہ ایک حقیقت ہے - خلیے نسل در نسل اپنے کام میں مہارت حاصل کرتے رہے ہیں اور اپنی حاصل کی ہوئی خصوصیات آنے والی نسلوں کو ودیعت کرتے چلے آرہے ہیں اور پھر ہر آنے والی نسل اس مہارت میں کچھ نہ کچھ اضافہ کرتی رہی ہے - اس کا نتیجہ اور ثبوت موجودہ انسان کا دماغ اور اس کے کارنامے ہیں -

Marfat.com

ایک نظریے کا ارتقا

روم ایک ہی دن میں پایۂ تکمیل تک نہیں پہنچ گیا ۔ صدیوں سے انسان کی تخلیقی قوتیں برسرکار رہیں ۔ فلک بوس محلات اور پر شکوہ منادر کھنڈرات میں تبدیل ہوتے رہے ۔ ان کی بنیادوں پر نئے روم ابھرتے اور اجڑتے رہے ۔ روم آج بھی اسی تعمیر و تخریب کے چکر میں گرفتار ہے ۔ فضائے بسیط کی بے کراں پہنائیوں میں لڑھکتی ہوئی اس ننھی سی گیند پر جب تک انسانی ہستی کے نشانات موجود ہیں ۔ تب تک یہ روم کبھی بھی تکمیل پذیری کی منزل تک نہیں پہنچ سکے گا ۔

صرف روم پر ہی کیا منحصر ! انسانی تخلیقات کا کوئی بھی پہلو حرف آخر کا درجہ حاصل نہیں کر سکتا ۔ غور و فکر کی راہیں کبھی بھی مسدود نہیں ہوئیں ۔ ان پر جگہ جگہ بابل ، ہڑپہ ، اہرام مصر ، تاج محل ، فلاطو ، نطشے ، بدھ اور سپوتنک کی صورت میں سنگ میل تو ضرور ایستادہ ہیں لیکن ان کی آخری منزل مستقبل کے دھندلکوں میں جا کر گم ہو جاتی ہے ۔ جب انسان اجنتا کے غاروں میں اڑتے ہوئے انسان کے ہیولے بنا رہا تھا اس وقت اس کے وہم و گمان بھی نہ ہوگا کہ ایک دن اس کا یہی تصور حقیقت کا روپ دھار کر چاند اور ستاروں کو اپنی آماجگاہ بنا لے گا ۔ آج بھی کسے معلوم کہ یہ پرواز خیال کہاں جا کر دم لیتی ہے ۔

برصغیر کے شمالی حصے کی جملہ زبانوں کی اساس کا مسئلہ بھی صدیوں سے اسی قسم کی ادھیڑ بن کا شکار ہے ۔ آج سے کوئی ساڑھے تین ہزار سال قبل جب آریائی قبائل وادیٔ سندھ میں وارد ہوئے تو یہاں بسنے والے قبائل کی زبانوں کو مختلف ناموں سے یاد کیا ۔ کبھی اسے 'مردھراواک' (غیر زبان) کا نام دیا ۔ یعنی ایسی زبان جو ان کی اپنی زبان سے بالکل مختلف تھی کبھی 'ناگ بانی' کے نام سے پکارا یعنی ایسی زبان جو ناگا قبائل بولتے تھے یا وہ زبان جو ناگ دیوتا کے ماننے والے استعمال کرتے

Marfat.com

تھے 'اسر بھاشا' یعنی وہ زبان جو یہاں کے غیر آریائی قبائل بولتے تھے اور ملیچھ بھاشا یعنی ناپاک زبان قرار دیا ۔ جب ذرا بعد میں علم کا چرچا ہوا اور مختلف زبانوں کی تقسیم کا مسئلہ سامنے آیا تو آریائی زبان کے مقابلے میں مقامی زبانوں کو 'دیسا جا' یعنی دیسی زبانیں کہا گیا یعنی وہ اپنی آریائی زبان کو غیر ملکی تصور کرتے تھے۔زمانہ اور آگے بڑھا تو سنسکرت بمعنی فطری زبان کے مقابلے میں مقامی زبانوں کو پراکرت یعنی خود رو زبان اور 'اپ بھرنش' یعنی روبہ زوال زبان کا نام دیا گیا ۔ غرضیکہ برہمنی گروہ سنسکرت جسے وہ دیوبانی تصور کرتے تھے اور مقامی زبانوں کے درمیان ہمیشہ ایک مصنوعی حد فاصل قائم رکھنے میں کوشاں رہا ۔

اسی برہمنی ذہنیت کے زیر اثر برصغیر کے شمالی حصے کی زبانوں نے شروع ہی سے دو مختلف صورتیں اختیار کر لیں : اول سنسکرت اور دوسری پراکرت ۔ سنسکرت زیادہ تر مذہب اور ادب کی زبان تھی اس لیے اسے ہمیشہ مذہبی اور بالائی طبقے کی سرپرستی حاصل رہی ۔ اس روایاتی زبان کو زندہ رکھنے کے لیے اکثر فرسودہ تراکیب اور متروک الفاظ کا سہارا لیا جاتا تھا لیکن ان کاوشوں کے باوجود یہ مقامی اثرات سے دامن نہ بچا سکی اور تو اور خود ویدوں کی زبان میں بھی مقامی عناصر موجود ہیں ۔ ہاں! اس سعئ لاحاصل کا یہ نتیجہ ضرور نکلا کہ یہ دیوبانی عوام سے دور ہو کر زیادہ دیر زندہ نہ رہ سکی۔ اس کے برعکس پراکرتیں یعنی مقامی غیر آریائی زبانیں جنھیں عوامی زبانیں کہنا زیادہ موزوں ہوگا ہمیشہ عوام میں بول چال کے لیے استعمال ہوتی رہیں ۔ یہ زمانے کے ساتھ ساتھ بدلتی رہیں اور تمام تر لسانی محرکات سے اثر پذیر ہوتی رہیں ۔ انھوں نے اپنے حقیقی ڈھانچے کو برقرار رکھتے ہوئے اپنے میں آریائی عناصر کو سمولینے سے بھی دریغ نہ کیا ۔گو ادبی اور عوامی زبانیں پہلو بہ پہلو نشوونما پاتی رہیں لیکن طبقاتی تفاوت کی بناء پر ایک بڑی حد تک ایک دوسری سے الگ تھلگ رہیں ۔ مسلمانوں کی آمد کے وقت جب برصغیر میں چھوٹے رجواڑے ختم ہو کر ایک متحدہ مرکزی حکومت کی بنیادیں استوار ہوگئیں تو قدیم ادبی زبان یعنی سنسکرت اپنے سرپرستوں سے محروم ہو جانے پر بطور ایک زندہ زبان کے ہمیشہ ہمیشہ کے لیے ختم ہو گئی ۔ اس طرح

Marfat.com

عوامی زبانوں کو آگے بڑھنے اور پھلنے پھولنے کا موقعہ مل گیا - اب انہیں مذہبی اور ادبی تخلیقات کے لیے بھی استعمال کیا جانے لگا - برصغیر کے شمالی حصے کی موجودہ زبانیں براہ راست انہی عوامی زبانوں کے ارتقائی سلسلے کی کڑیاں ہیں - یہی وجہ ہے کہ موجودہ زبانوں کی بعض صرفی و نحوی ترکیبوں کا کلاسیکی ادبی زبان میں کوئی سراغ نہیں ملتا -

جب اہل مغرب برصغیر میں وارد ہوئے تو ان میں سے بعض متجسس ذہنوں نے یہاں کی مقامی زبانوں کے مطالعہ میں دلچسپی لینی شروع کر دی - یہ بات ان کے لیے ایک اچنبھے سے کم نہ تھی کہ ہندوؤں کی مذہبی زبان سنسکرت کے سرمایۂ الفاظ کا ایک بڑا حصہ یورپی زبانوں سے گہری مماثلت رکھتا ہے - یورپ کے طول و عرض میں اس بات کا چرچا جنگل کی آگ کی طرح پھیل گیا - جگہ جگہ سنسکرت کے درس و تدریس کے لیے دارالعلوم کھول دیے گئے اور تمام بڑی بڑی درسگاہوں میں سنسکرت کے بارے میں تحقیقی مراکز قائم ہو گئے - اس سلسلے میں جرمنی سب سے پیش پیش تھا - ان تحقیقی مراکز کی بدولت یورپ اور ایشیا کی تاریخ، تہذیب و تمدن اور زبانوں کے بارے میں معلومات کے ذخیرہ میں ایک گرانقدر اضافہ ہوا - لیکن ساتھ ہی یہ بھی ہے کہ ان کے ذہنوں پر سنسکرت کا بھوت کچھ اس حد تک سوار تھا کہ انھوں نے خالص تحقیقی کارناموں کے ساتھ ساتھ اپنے یکطرفہ مطالعہ کی بناء پر بعض اوقات کئی ایک غیر متوازی نظریوں کو بھی جنم دیا جنھیں کہ ان کے بلند بانگ دعووں اور بلند آہنگ ناموں کی وجہ سے بے چون و چرا قبول کر لیا گیا - برصغیر کے شمالی حصے کی جملہ زبانوں کے سنسکرت الاصل ہونے کا مسئلہ بھی ان غیر متوازی نظریات میں سے ایک ہے جو کہ ان زبانوں کے سرمایۂ الفاظ میں محض آریائی عنصر کی موجودگی کی بناء پر قائم کر دیا گیا تھا - شروع شروع میں اس کے خلاف چند کمزور سی آوازیں اٹھیں لیکن وہ میکس مولر، ہارنلے، جاہن بیمز، جارج گریرسن اور ولیم جونز جیسے باون گزوں کے سامنے کارگر نہ ہو سکیں - یہ نام طلباء لسانیات کے ذہنوں پر کچھ اس طرح سے سایۂ فگن رہے کہ قریباً پچھلی ڈیڑھ صدی میں کسی میں یہ جرات پیدا نہ ہوئی کہ وہ اس غلط نظریے کو چیلنج کر سکے -

برصغیر کی آزادی کے بعد پھر سے زبانوں کے بارے میں تحقیق و تدقیق کا شوق پیدا ہوا اور حقائق کا نئے سرے سے جائزہ لیا جانے لگا

Marfat.com

جس سے غوروفکر کی کئی ایک نئی راہیں کھل گئیں - تاریخ کے ایک طالب علم کی حیثیت سے وادیٔ سندھ کی زبانوں کی اصل کا مسئلہ میرے لیے ہمیشہ گہری دلچسپی کا باعث رہا - میں نے اپنی بساط کے مطابق اس بارے میں سوچنے کی کوشش کی ہے -

۱۹۵۲ء کے اوائل کا ذکر ہے کہ میں نے 'ارتقاء اردو کی چند ابتدائی کڑیاں' کے عنوان سے ایک مختصر سا مضمون ترتیب دیا - اس میں معلومہ نظریات سے بحث کرتے ہوئے لکھا کہ :

''آثارقدیمہ کے مطالعہ سے پتہ چلتا ہے کہ آریاؤں کی آمد سے قبل وادیٔ سندھ میں جو قوم آباد تھی وہ اپنے زمانے کے لحاظ سے تہذیب و تمدن کے ایک بلند مقام پرفائز تھی - لامحالہ اس کی زبان بھی اسی حد تک ترقی یافتہ ہوگی - منقش مہروں سے ظاہر ہوتا ہے کہ وہ قوم علامتی فن تحریر سے آشنا تھی - افسوس ہے کہ اب تک یہ رسم الخط پڑھا نہیں جاسکا - اس لیے اس زبان کے متعلق وثوق سے کچھ کہنا مشکل ہے - ہاں یہ ضرور تسلیم کرنا پڑے گا کہ اس زبان کے سرمایۂ الفاظ کا کچھ حصہ موجودہ پنجابی ، سندھی ، بلوچی ، براہوئی اور پشتو میں ضرور موجود ہوگا - کیونکہ اگر ان زبانوں کا بنظر غائر مطالعہ کیا جائے تو ان کے سرمایۂ الفاظ میں کئی ایک غیر آریائی اصل کے الفاظ بھی ملیں گے - لامحالہ ان الفاظ کا ایک بڑا حصہ اسی قدیم زبان سے تعلق رکھتا ہے -''

آریائی اثرات کا ذکر کرتے ہوئے لکھا کہ :

''آج سے قریباً ساڑھے تین ہزار سال قبل جب آریائی قبائل وادیٔ سندھ میں وارد ہوئے تو وہ اپنے ساتھ ایک نئی تہذیب اور ایک نئی زبان لے کر آئے جو کہ ان کی فتوحات کے ساتھ ساتھ تمام ملک پر چھا گئی - لیکن اس سے یہاں کی مروجہ مقامی زبان مٹ نہیں گئی بلکہ آنے والی زبان میں جذب ہو گئی گویہ جذب و تحلیل کا عمل بتدریج وقوع پذیر ہوا - نتیجۃً سنسکرت اپنا خالص پن کھوبیٹھی اور اس نے پراکرت بھاشا کا روپ دھار لیا - آخرکار خالص سنسکرت بطور ایک عوامی زبان

Marfat.com

کے ہمیشہ ہمیشہ کے لیے ختم ہو گئی اور اس کی جگہ پراکرتوں نے لے لی ۔''

یہاں یہ امر قابل ذکر ہے کہ مذکورہ مضمون میں نہ تو اس غیر آریائی عنصر کی کوئی نشاندہی کی گئی تھی اور نہ آریاؤں سے قبل کی زبان کے بارے میں کوئی وضاحت کی کہ یہ زبانوں کے کون سے گروہ سے تعلق رکھتی تھی ۔ نیز اس میں یہ بھی تسلیم کیا گیا تھا کہ قدیم زبان نے آریائی زبان میں جذب ہو کر اپنی انفرادیت کھودی ۔

۱۹۵۶ء میں مزید مطالعہ کی روشنی میں مذکورہ مضمون پر نظر ثانی کرتے ہوئے اس کے بنیادی خیال سے انحراف کرتے ہوئے لکھا :

''شروع میں جب کہ علم اللسان ابھی اپنی ابتدائی منازل میں ہی تھا تو اکثر ماہرین شرقیات نے اردو زبان کے سرمایۂ الفاظ کو مدنظر رکھتے ہوئے اسے سنسکرت زبان کی شاخ قرار دے دیا گو عصر حاضر میں موئن جودڑو اور ہڑپہ وغیرہ مقامات کی کھدائیوں کی بدولت کئی ایک نئے تاریخی شواہد سامنے آ چکے ہیں لیکن پھر بھی اردو زبان پر وہی سنسکرت الاصل والا پرانا لیبل چسپاں ہے ۔ فی زمانہ مغربی محققین یا تو مردہ اور قدیم زبانوں کی کھوج میں سرگرداں ہیں یا پھر مغربی زبانوں کی چھان بین میں مصروف ہیں ۔ مشرقی محققین اکثر مغرب کی کاسہ لیسی ہی میں اپنی عافیت سمجھتے ہیں اور آزادانہ طور پر تحقیق و تدقیق کرنے کی زحمت گوارا نہیں کرتے ۔''

سنسکرت اور اردو کا تقابلی جائزہ لینے کے بعد نتیجہ نکالا کہ :

''صرف و نحو کے لحاظ سے اردو اور سنسکرت میں نہ صرف فروعی بلکہ اصولی اور بنیادی اختلافات موجود ہیں ۔ یہ بات عقل سے بعید ہے کہ ایک زبان کی شاخ اس سے بالکل مختلف ہو ۔ کم از کم دنیا کی زبانوں کی تاریخ میں ہمیں ایسی کوئی مثال نہیں ملتی ۔ اگر محض سرمایۂ الفاظ کے اشتراک کو ہی باہمی رشتے کا معیار قرار دے دیا جائے تو خود فارسی زبان میں عربی الاصل الفاظ کا اتنا زیادہ عنصر موجود ہے کہ اس لحاظ سے

Marfat.com

اسے بجائے آریائی گروہ کی شاخ کے سامی زبانوں کے گروہ سے منسلک تسلیم کیا جانا چاہیے - اگر فارسی زبان کو باوجود اس کی لغوی مماثلت کے سامی زبانوں کی شاخ نہیں مانا جا سکتا تو پھر اردو زبان کو محض لغوی مطابقت کی بناء پر سنسکرت کی شاخ کیونکر قرار دیا جا سکتا ہے -"

ابھی تک مجھے دراوڑی زبانوں کے گہرے مطالعہ کا موقعہ نہیں ملا تھا اس لیے انیسویں صدی کے ماہر لسانیات ڈاکٹر لیتھم کے نظریات کی اساس پر دراوڑی زبانوں کے بارے میں بحث کرتے ہوئے لکھا کہ :

"انیسویں صدی کے اوائل میں بعض ماہرین لسانیات نے اس خیال کا اظہار کیا تھا کہ برصغیر کے شمالی حصے کی زبانیں دراوڑی گروہ سے تعلق رکھتی ہیں لیکن اردو اور پنجابی کا دراوڑی زبانوں کی صرف و نحو اور سرمایۂ الفاظ سے اس قدر اختلاف ہے کہ اس نظریے کو کوئی وقعت نہیں دی جا سکتی -"

آخر میں نتیجہ نکالا کہ :

"جب تحقیق و تدقیق کے بعد یہ امر پایۂ ثبوت تک پہنچ جاتا ہے کہ صحیح معنوں میں سنسکرت اور دراوڑی زبانوں میں سے کوئی بھی اردو کی جد امجد قرار نہیں دی جا سکتی تو ہمارے لیے یہ تسلیم کئے بغیر کوئی چارہ کار نہیں کہ اردو زبان کا حقیقی سرچشمہ خود وادیٔ سندھ کی وہ قدیم زبان ہے جو کہ آریاؤں کی آمد سے قبل یہاں رائج تھی -"

اب میں ایک ایسے موڑ پر پہنچ چکا تھا کہ جہاں اردو زبان کی اساس کے بارے میں تمام سابقہ نظریات کو بزعم خود رد کر دیا لیکن اپنی طرف سے کوئی واضح متبادل نظریہ پیش کرنے سے بھی قاصر رہا۔ سوائے اس کے کہ سنسکرت اور دراوڑی کے مقابل وادیٔ سندھ کی قدیم زبان کو لا کھڑا کیا جس کے بارے میں اس وقت بات کرنا ہوا میں قلعے تعمیر کرنے کے مترادف تھا - مجھے بخوبی احساس تھا کہ یہ نظریہ اس وقت تک ریت کی دیوار سے زیادہ حیثیت نہیں رکھ سکتا جب تک کہ

Marfat.com

اس کی اساس ٹھوس حقائق پر استوار نہیں کی جاتی ۔

دل میں بار بار یہ سوال ابھرتا تھا کہ آخر آریاؤں کی آمد سے قبل اس پانچ دریاؤں کی سر زمین میں کون سی زبان بولی جاتی ہوگی ۔ اس امر کا تو مجھے یقین واثق تھا کہ ہڑپائی تہذیب کے درخشندہ دور کی زبان سراسر نیست‌ونابود نہیں ہوئی بلکہ اس کی کچھ نہ کچھ باقیات یہاں کی موجودہ زبانوں میں ضرور بضرور موجود ہوں گی ۔ اس سلسلہ میں میری نگاہ رہ رہ کر برصغیر کی قدیم اقوام کی طرف جاتی تھی ۔ جیسے کہ کوہ ہمالیہ کے دامن میں بسنے والی پہاڑی اقوام جو کہ لداخ سے لے کر بھوٹان تک پھیلی ہوئی ہیں ۔ ناگا قبائل جو کہ مشرقی پاکستان اور آسام کے جنگلات میں آباد ہیں ۔ منڈا قبائل یعنی کول، بھیل اور سنتھال وغیرہ جو کہ راجستھان کے تپتے صحراؤں اور وسط ہند کے گھنے جنگلات میں بود و باش رکھتے ہیں اور جنوبی بھارت میں بسنے والی دراوڑی اقوام ۔ لیکن ان قوموں کی زبانوں کے مطالعہ کے لیے میرے پاس کوئی ذرائع موجود نہ تھے ۔

ابھی میں اسی ادھیڑ بن میں تھا کہ ۱۹۵۷ء کے اوائل میں کوئٹہ جانے کا اتفاق ہوا ۔ حسب معمول سب سے پہلے کباڑی مارکیٹ میں پرانی کتابوں کی دکانوں کا طواف کیا ۔ کتابوں کی دکانوں میں جا کر ورق گردانی کی اور لائبریریوں میں کتابوں کی فہرستوں کا مطالعہ کیا ۔ آخر میونسپل کمیٹی کی لائبریری میں کچھ کام کی کتابیں نظر پڑیں اور ان سے نوٹ لینے شروع کر دیے ۔ ایک حد تک گم شدہ کڑیوں کا کچھ سراغ ہاتھ لگا ، پھر بھی یہ مواد میرے مطمع نظر کی وضاحت کے لیے کافی نہ تھا لیکن سوال یہ تھا کہ مطلوبہ لٹریچر کہاں سے آئے ۔ کیا اس نظریے کو ایک لامحدود عرصے تک کولڈ سٹوریج میں رہنے دیا جائے یا پھر اسی خام صورت میں مارکیٹ میں بھیج دیا جائے ۔ انھی دنوں میں نے ہفت روزہ 'لیل و نہار' میں 'سرمایہ' اردو' کے عنوان سے لسانی بحث کا ایک سلسلہ شروع کر رکھا تھا جس سے متاثر ہو کر ماہنامہ 'پنجابی ادب' لاہور کے ایڈیٹر جناب محمد آصف خاں صاحب نے اپنے رسالہ کے لیے پنجابی زبان میں کچھ لکھنے کی فرمائش کی ۔ اگرچہ میں پچھلے دس بارہ برس سے متواتر لکھ رہا تھا لیکن پنجابی زبان میں لکھنا میرے لیے ایک

Marfat.com

بالکل نئی بات تھی - پھر بھی میں نے سوچا کہ یہ موقعہ ہاتھ سے نہ جانے دینا چاہیے - شاید یہ خام مال یہیں بہتر طور پر کھپ سکے - اس خیال کے پیش نظر جو بھی معلومات اس وقت تک فراہم ہو سکیں انہیں یکجا کر کے 'پنجابی زبان دیاں جڑاں' (پنجابی زبان کی جڑیں) کے عنوان سے بہ ہزار دقت پنجابی زبان میں قلمبند کر دیا - جب یہ مضمون ماہنامہ 'پنجابی ادب' اکتوبر ۱۹۶۰ء کے شمارہ میں شائع ہوا تو قارئین نے اس پر اپنی پسندیدگی کی مہر ثبت کر دی -

اس مضمون کی تمہید میں لکھا کہ :

''پنجابی زبان دا سنسکرت دی لڑی دسیا جانا کوئی انوکھی گل نہیں سی کیوں جے اج توں تھوڑا چر پہلاں ساڈے دیس دی تاریخ آریاں دے ہلے توں شروع ہندی سی اتے ایس توں پہلاں دے حال دا کچھ اتا پتا نہیں ملدا سی - ایس لئی جدوں وی کوئی ودوان ایس زبان دے مڈھ بارے کھوج لاؤن دا جتن کر دا تاں او آریاں دے ہلے تے آکے رک جاندا سی پر ہن زمانہ بدل چکیا اے - پرانے کھنڈراں دی کھوج بھال کرن والیاں دیاں کدالاں نے کوٹ ڈیجی ، موئن جودڑو اتے ہڑپہ دے پرانے شہراں دے منہ متھے توں زمانے دی مکڑی دے بنے ہوئے گھنے جالیاں نوں لا سٹیا اے - پرایہہ آریاں توں پہلاں دے وسنیک کیہڑی بولی بولدے سن اجے تکر ایس گورکھ دھندے تے ہڑپہ اتے موئن جودڑو توں ملن والیاں گونگیاں مہراں دے جندرے وجے ہوئے نیں - میں ایہہ کہواں گا پئی مہراں تے کجھ وی لکھیا ہووے پر ساڈے ساہمنے اوس زبان دا کھوج لاؤن لئی اک دوسرا راہ وی کھلا ہوئیا اے اتے او اے ساڈی اپنی زبان جہیدے وچ اجے تکر اوس بیتے ہوئے سمے دیاں نشانیاں باقی ہن -''

(پنجابی زبان کا سنسکرت کی شاخ بتایا جانا کوئی نئی بات نہ تھی- کیونکہ آج سے تھوڑا عرصہ پہلے ہمارے ملک کی تاریخ آریاؤں کے حملے

Marfat.com

سے شروع ہوتی تھی اور اس سے پہلے کے حالات کا کچھ اتہ پتہ نہیں ملتا تھا اس لیے جب بھی کوئی محقق اس زبان کی اصل کے بارے میں تحقیق کرنے کی کوشش کرتا تو وہ مجبوراً آریاؤں کے حملے پر آ کر رک جاتا لیکن اب حالات بدل چکے ہیں - ماہرین آثار قدیمہ کی کدالوں نے کوٹ دیجی ، موئن جودڑو اور ہڑپہ کے پرانے شہروں کے چہروں سے زمانے کی مکڑی کے بنے ہوئے گھنے جالوں کو اتار پھینکا ہے لیکن آریاؤں سے پہلے کے باشندے کون سی زبان کے حامل تھے اب تک اس گورکھ دھندے پر ہڑپہ اور موئن جودڑو کے کھنڈارت سے دستیاب ہونیوالی گونگی مہروں کے تالے پڑے ہوئے ہیں- میں یہ کہوں گا کہ ان مہروں پر کچھ بھی لکھا ہو لیکن ہمارے سامنے اس زبان کا کھوج لگانے کے لیے دوسرا راستہ بھی کھلا ہے اور وہ ہے ہماری اپنی زبان جس میں آج بھی اس گزرے ہوئے دور کی باقیات موجود ہیں) -

آگے چل کر اسی مضمون میں اپنی مجبوریوں کا اظہار کرتے ہوئے لکھا کہ :

”پنجاں دریاواں دی دھرتی دے پرانے وسنیکاں دی زبان دا کھوج لاؤنا کجھ سوکھا وی اے کجھ اوکھا وی-سوکھا ایس لئی پئی سانوں اوس راہ دا پتہ اے جہیدے تے چل کے اسیں تھاں ٹکانے لگ سکدے ہاں - اوکھا ایس لئی پئی جھڑیاں کتاباں ایس راہ تے چانن پا سکدیاں نیں اوہ اپنی اپڑتوں باہر ہن - پراینہاں دی اڈیک وچ بیٹھے رہن نال وی پند کھوٹی ہندی اے- ایس انہیری رات وچ تاریاں دی ممتی ممتی لوای راہ چلن لئی کافی اے-“

(پانچ دریاؤں کی سر زمین کے قدیم باشندوں کی زبان کا کھوج لگانا کچھ آسان بھی ہے اور کچھ مشکل بھی - آسان اس لیے کہ ہمیں اس راستے کا سراغ مل گیا ہے کہ جس پر چل کر ہم اپنی منزل مقصود تک پہنچ سکتے ہیں - مشکل اس لیے کہ وہ کتابیں جو ان راہوں کے لیے مشعل کا کام دے سکتی ہیں ہماری دسترس سے باہر ہیں لیکن ان کے انتظار میں بیٹھے رہنے سے بھی منزل مقصود پر پہنچنے میں دیر لگتی ہے - اس اندھیری رات میں تاروں کی دھیمی دھیمی روشنی ہی راستہ دکھانے کے لیے کافی ہے)-

Marfat.com

اس کے بعد اسی مضمون میں پنجابی اور اردو زبان کے کچھ الفاظ کا دراوڑی زبانوں کے الفاظ سے تقابلی موازنہ پیش کیا ان میں صرف و نحو کی بعض مماثلتوں کا ذکر کرتے ہوئے کہا کہ دراصل پنجابی زبان کا دھارا دراوڑی سرچشموں سے پھوٹتا ہے ۔ اس سلسلے میں سنسکرت کا کردار صرف اس حد تک محدود ہے کہ اس نے اس کے لغوی سرمایہ کو گہرے طور پر متأثر کیا ہے ۔

اس پہلو میں جستجو کا سلسلہ برابر جاری رکھا ۔ ہر قدم پر نئی نئی الجھنوں سے دو چار ہوتا رہا اور دھندلکوں میں چھپے ہوئے راستوں پر ٹٹول ٹٹول کر قدم آگے بڑھاتا رہا لیکن اب افق پر روشنی کے آثار نمودار ہو رہے تھے اور شک و شبہ کی جگہ اعتماد اور یقین نے لے لی تھی ۔ ایک سال کی متواتر تگ و دو کے بعد اس نظریے کو واضح حقائق اور ٹھوس دلائل کی مضبوط بنیادوں پر استوار کرنے میں کامیاب ہو گیا ۔ ان حقائق و دلائل کو یکجا کیا اور انہیں نئے سرے سے ترتیب دے کر 'وادیٔ سندھ میں دراوڑی زبان کی باقیات' کے عنوان سے قلمبند کرنے کے بعد جھجکتے جھجکتے اردو زبان کے سنجیدہ ترین علمی مجلہ 'اردو نامہ' کراچی کو ارسال کر دیا۔ اس مؤقر جریدہ کے شمارہ ششم (اکتوبر، دسمبر ۱۹۶۱ء) میں اس مضمون کی اشاعت میرے لیے ایک اچنبھا بھی تھی اور باعث مسرت بھی ۔ مجھے احساس ہو رہا تھا کہ میری محنت رائیگاں نہیں گئی ۔

اس مضمون میں بھی اپنے اسی نظریہ کو دہرایا ۔ اور مختلف مستشرقین کے نظریات کا جائزہ لیتے ہوئے لکھا کہ :

> ''جب کولبروک ، الفنسٹن ، لیتھم ، ولیم ہنٹر اور جارج گریرسن وغیرہ تحقیقات میں مصروف تھے تو اس وقت برصغیر کے شمالی حصے کی تاریخ آریاؤں کی آمد سے شروع ہوتی تھی اور اس سے پہلے ایک ایسا خلا تھا جس پر تاریکی کا گہرا پردہ پڑا ہوا تھا اس لیے ان کے پاس اس کے سوا اور کوئی راستہ نہ تھا کہ وہ موجودہ زبانوں کے سرچشمہ کو سنسکرت سے مختلف مگر آریائی الاصل زبان قرار دیں ۔

Marfat.com

اب صورت حال بالکل بدل چکی ہے اور ہم پورے وثوق سے کہہ سکتے ہیں کہ وہ زبان جس سے آنے والے آریائی قبائل کو واسطہ پڑا ہڑپہ اور موئن جودڑو کے باشندوں کی زبان تھی۔ اس طرح مقامی اور نووارد زبانوں کی باہمی آمیزش سے کئی ایک بولیوں نے جنم لیا جو کہ موجودہ زبانوں کا پیش خیمہ ثابت ہوئیں ۔ یہاں یہ واضح کر دینا ضروری ہے کہ سنسکرت نے مقامی زبانوں کو محض متأثر کیا ہے انہیں نیست و نابود کر کے کسی نئی بولی کی طرح نہیں ڈالی بلکہ حق تو یہ ہے کہ مقامی بولیوں کی مقبولیت کے زیر اثر خود ختم ہوگئی ۔ مقصد یہ کہ کسی زبان کا دوسری زبان سے متاثر ہونا اگرچہ یہ اثرات کتنے ہی گہرے کیوں نہ ہوں اور اس کا دوسری زبان سے مشتق ہونا دو مختلف باتیں ہیں ۔''

مختلف پہلوؤں پر بحث کرنے کے بعد مضمون کے خاتمہ پر بیان کیا کہ :

''دراوڑی اور وادیٔ سندھ کی موجودہ زبانوں میں لغوی مطابقت پیشہ وارانہ فرقوں کے مشترک نام اور اسمائے ضمیر کی باہمی مماثلت اس امر کا واضح ثبوت ہے کہ آریاؤں سے قبل وادیٔ سندھ میں دراوڑی اور منڈا اقوام کا دور دورہ تھا اور ان کی زبانیں عوامی زبانوں کا درجہ رکھتی تھیں ۔ جب آریائی قبائل آئے تو جہاں خود انھوں نے یہاں کی مقامی زبانوں سے گہرا اثر قبول کیا وہاں کسی حد تک مقامی زبانوں کو بھی متأثر کیا ۔ لیکن ان کے اقلیت میں ہونے کی بناء پر یہ اثرات اتنے ہمہ گیر نہ تھے ۔ اس سے زیادہ تر مقامی زبانوں کا لغوی پہلو ہی متأثر ہوا اور صرف و نحو کے ڈھانچے نے کوئی خاص اثر قبول نہ کیا ۔ اہل علم حضرات نے ان مقامی زبانوں کو قدیم پراکرت کے نام سے یاد کیا ہے اور اسی قدیم پراکرت کو وادیٔ سندھ کی موجودہ زبانوں کا سرچشمہ قرار دیا ہے ۔ دوسرے معنوں میں ان کی مورث اعلیٰ سنسکرت نہیں بلکہ بالواسطہ طور پر دراوڑی زبانیں ہیں ۔''

Marfat.com

اگرچہ یہ نظریہ ان تمام روایتی نظریات کو باطل قرار دے رہا تھا جو کہ پچھلی دو صدیوں سے تسلیم کیے جا رہے تھے ۔ لیکن اس کے باوجود اس نئے خیال کو ہمارے علمی و ادبی حلقوں میں جو مقبولیت حاصل ہوئی اس کا کچھ اندازہ اس مضمون کے بارے میں ذیل کے حوالہ جات سے لگایا جا سکتا ہے :

(ا) شعبہ پنجابی ، محکمہ لسانیات پٹیالہ (بھارتی پنجاب) کے ڈائرکٹر ڈاکٹر جیت سنگھ سیتل ، ایم اے ، پی ایچ ڈی ، نے اس مضمون کو پنجابی محکمہ کے سرکاری مجلے ماہنامہ 'پنجابی دنیا' (پٹیالہ) کے دسمبر ۱۹۶۲ء کے شمارے میں شائع کیا اور اس بارے میں ذاتی طور پر تعریفی خط بھی لکھا ۔

(ب) مجلس ترقیٔ ادب ، لاہور نے ۱۹۶۳ء کے انعامی ادبی مقابلے میں اس مضمون کو ۶۲ - ۱۹۶۱ء کے دوران کا پاکستان بھر میں بہترین تحقیقی مضمون قرار دیا اور اس پر ایک ہزار روپے کا گرانقدر انعام دیا ۔

(ج) ادارہ تاریخ ادبیاتؒ ، پنجاب یونیورسٹی نے اسی مضمون سے متأثر ہو کر اپنے اشاعتی پروگرام کے سلسلے میں مجھے 'پنجابی زبان کی تاریخ' کے بارے میں مقالہ لکھنے کا شرف بخشا ۔

(د) بورڈ آف انٹرمیڈیٹ و سیکنڈری ایجوکیشن ، لاہور کی طرف سے انٹرمیڈیٹ امتحان کے لیے پنجابی زبان کی منظور شدہ نصابی کتاب 'پھلواری' کے فاضل مؤلفین جناب ڈاکٹر مہر عبدالحق ایم اے ، پی ایچ ڈی اور پروفیسر شریف کنجاہی صاحب نے اسے اپنی اس گرانقدر تالیف میں شامل کیا ۔

(ر) مرکزی اردو بورڈ، لاہور کی طرف سے شائع کردہ 'اردو سندھی کے لسانی روابط' (مطبوعہ ۱۹۷۰ء) کے فاضل مصنف ڈاکٹر شرف الدین اصلاحی نے آریاؤں سے قبل کی زبانوں کا تذکرہ اسی مضمون کے حوالے سے کیا ہے ۔

(س) پاکستان رائٹرز گلڈ ، ملتان ریجن نے ۱۹۶۳ء میں اسے اپنے انتخابی مجموعے 'سب رنگ' میں جگہ دی ۔

Marfat.com

(ص) دراوڑی گروہ کی پاکستانی شاخ براہوئی زبان کے واحد ترجمان ہفت روزہ 'ایلم' مستونگ (بلوچستان) نے ۱۹۶۴ء میں اس مضمون کی افادی حیثیت کے پیش نظر اپنے صفحات میں نئے سرے سے قسط وار شائع کیا -

(ط) بزم ثقافت ، ملتان کی طرف سے شائع کردہ 'سرائیکی شاعری' (مطبوعہ ۱۹۶۹ء) کے مؤلف جناب کیفی جام پوری نے اپنی اس فاضلانہ تالیف میں پنجابی زبان کی ملتانی بولی کی ابتداء کے بارے میں اپنی تحقیق کی بنیادیں اسی مضمون پر استوار کی ہیں -

(ع) بزم ثقافت' چکوال (ضلع جہلم) کی طرف سے شائع کردہ تحقیقی کاوش 'دھنی ادب و ثقافت' (مطبوعہ ۱۹۶۸ء) کے مصنف پروفیسر انور بیگ اعوان نے پنجابی زبان کی ابتدائی کڑیوں کا جائزہ لیتے وقت اسی مضمون کے حوالے سے بات کی ہے -

(ف) عالی جناب جی یزدانی ملک تمغہ پاکستان نے اسی مضمون کے خطوط پر ترتیب دیے گئے میرے اس مضمون کے حوالہ جات کو 'لغات سرائیکی ، مؤلفہ ظامی بہاولپوری کے عالمانہ مقدمہ میں ایک نمایاں جگہ دی -

یہ وہ حوالہ جات ہیں جو کہ میری نظروں سے گزر چکے ہیں ممکن ہے کہ ان کے علاوہ بھی دوسرے صاحب نظر حضرات نے اس مضمون کے حوالے سے بات کی ہو -

غرضیکہ اتنے قلیل عرصے میں یہ مضمون ایک مستند دستاویز کا درجہ حاصل کر چکا ہے خاص کر پنجابی اور اس کی مختلف بولیوں کے بارے میں تحقیق کرتے وقت اس مضمون کے حوالے کے بغیر بات مکمل نہیں ہو سکتی - یہ مضمون مزید تحقیقات کی روشنی میں نظرثانی کے بعد زیر نظر کتاب میں شامل ہے - ضروری ترمیم و اضافے سے اس کی افادی حیثیت اور بھی بڑھ گئی ہے -

Marfat.com

آج سے چند سال پیشتر ہمارے علمی اور ادبی حلقوں کے لیے دراوڑی ایک نامانوس اور غیر متعلقہ لفظ تھا لیکن اب لسانی تحقیقات کے سلسلے میں دراوڑی گروہ کی زبانوں کا ذکر ایک اہم جزو کی حیثیت رکھتا ہے مثلاً جناب سہیل بخاری صاحب اپنے ایک تحقیقی مقالے بعنوان 'قدیم دکنی اور اردو زبان کا تقابلی مطالعہ' میں رقمطراز ہیں کہ :

''ہمیں یہ بات اچھی طرح ذہن نشین کر لینی چاہیے کہ اس برصغیر کی تمام زبانیں دراوڑی یعنی ہندوستانی ہیں ۔ ان کا اپنا ایک خاندان ہے جو بیرون ہند کے دوسرے خاندانوں سے مختلف ہے ۔ چنانچہ وہ خصوصیات جو اسے ہمالیہ کے اس پار کی زبانوں سے ممتاز کرتی ہیں ان تمام زبانوں میں مشترک ملتی ہیں کہ یہی ان کے دراوڑی ہونے کی پہچان ہے ۔''

اسی مضمون میں آپ آگے چل کر تحریر فرماتے ہیں کہ :

''ویدک اور سنسکرت کو دیکھ کر جو کہ ایرانی اور ہندوستانی یعنی آریائی اور دراوڑی کا آمیزہ ہیں مشرق و مغرب کے محققین کو یہ غلط فہمی ہوئی تھی کہ پاکستان اور شمالی بھارت کی تمام زبانیں انہی سے مشتق ہیں ۔''

(اردو نامہ ، کراچی ، دسمبر ۱۹۶۴ء)

اسی طرح ڈاکٹر وزیر آغا صاحب اپنے ایک تحقیقی مضمون بعنوان اردو زبان کا پس منظر' میں تحریر فرماتے ہیں کہ :

''ایک ہزار پانچ سو سال قبل از مسیح کے لگ بھگ آریاؤں نے پہلی بار ہندوستان پر یلغار کی اور وادیٔ سندھ کی دراوڑی تہذیب سے متصادم ہوگئے ۔ ظاہر ہے کہ آریاؤں کی زبان بھی دراوڑی زبان سے متصادم ہوئی ہوگی ۔''

''یہ کہنا کہ نووارد زبان نے دیسی بھاشا کو ختم کر کے خود ایک مرکزی حیثیت اختیار کر لی حقائق کے بالکل برعکس ہے ۔ یہ طے ہے کہ ہندوستان میں بولی جانے والی دیسی بھاشائیں سنسکرت کی بگڑی ہوئی صورتیں نہیں تھیں ، بلکہ یہ وہ زبانیں

Marfat.com

تھیں جو کہ آریاؤں کی آمد سے پہلے ہی یہاں بولی جاتی تھیں۔"
(سیپ ، شمارہ نمبر ۴ ، ۱۹۶۵ء)

مجھے یہ دعویٰ نہیں کہ یہ نئی لہر میرے ہی پیش کردہ نظریہ کی صدائے بازگشت ہے۔ ہاں میرے لیے یہ امر باعث مسرت ضرور ہے کہ اب میں اس نئی ڈگر پر اکیلا ہی گامزن نہیں ہوں بلکہ کچھ اور دوست بھی میرے ہم رکاب ہیں۔ مجھے امید واثق ہے کہ ایک دن یہی پگڈنڈی ایک عظیم شاہراہ کی حیثیت اختیار کر لے گی۔

Marfat.com

اُردو زبان کا پس منظر

اردو زبان کی ابتداء کیسے ہوئی ، کب ہوئی اور کہاں ہوئی ؟ یہ چند ایک ایسے سوالات ہیں کہ جن کے بارے میں پچھلے سو سوا سو سال سے متواتر بحث و تمحیث کا سلسلہ جاری ہے - قیام پاکستان کے بعد ہماری قومی زندگی میں اردو کو جو اہمیت حاصل ہوئی ہے اس کے پیش نظر ان سوالوں کا نئے سرے سے جائزہ لینے کی کوشش کی جا رہی ہے - بعض اہل علم اصحاب اس سلسلے میں تحقیق و تدقیق کی نئی راہیں تلاش کرنے کی فکر میں ہیں -

محترم حافظ محمود شیرانی مصنف 'پنجاب میں اردو' کے یہ الفاظ آج بھی اتنے ہی صحیح ہیں جتنے کہ آج سے تیس سال قبل قلمبند کرتے وقت تھے کہ :

> "اردو زبان کے آغاز کا مسئلہ اگرچہ دلچسپ ہے لیکن اس پر ہماری موجودہ معلومات کی روشنی میں قلم اٹھانا قبل از وقت معلوم ہوتا ہے اور صحیح اطلاعات کی بہم رسانی کے لیے شاید ابھی ایک عرصہ درکار ہوگا -"

گو آج کئی ایک نئے حقائق سامنے آ چکے ہیں جن میں کہ ہڑپائی اور کوٹ ڈیجی کی تہذیبوں اور وسط ایشیا کے کشان عہد کے کھنڈرات سے دستیاب ہونے والے کتبوں کی دریافت خاص طور پر قابل ذکر ہے لیکن ان حقائق کے گہرے مطالعے کے بعد نتائج اخذ کرنے کے لیے ابھی کچھ وقت درکار ہے - زیر نظر کاوش اسی سلسلے کی ایک تعارفی کڑی ہے -

کئی ایک اہل علم اصحاب نے اس بارے میں اپنی اپنی سوجھ بوجھ کے مطابق حل تلاش کرنے کی کوشش کی ہے لیکن ان کا مطالعہ ہمارے لیے کسی واضح نظریے تک پہنچنے میں ممد ومعاون ثابت نہیں ہوتا کیونکہ ان کے نقطہ ہائے نظر میں زمین و آسمان کا فرق نظر آتا ہے - بعض کہتے ہیں کہ اردو زبان امیر خسرو کی ایجاد ہے - کوئی اس کی دریافت کا سہرا ولی دکنی

Marfat.com

کے سر باندھتے ہیں ، کچھ اہل علم اسے عہد شاہجہان میں قلعہ معلیٰ کی پیداوار بتلاتے ہیں تو دوسرے اس کے آغاز کو محمد بن قاسم کے حملے سے منسوب کرتے ہیں - جیسے زبان بھی کوئی فطریات کی قسم کی شے ہو جو شام کے وقت تو صفحہٴ ہستی پر موجود نہ تھی لیکن صبح ہوئی تو عالم وجود میں آچکی تھی -

کسی بھی زبان کی ابتداء کا مسئلہ اتنا آسان نہیں جتنا کہ عام طور پر سمجھا جاتا ہے - یہ ایک حقیقت ہے کہ زبان نے انسان کے ساتھ ہی جنم لیا اور پھلتی پھولتی ، ادلتی بدلتی ہم تک پہنچی ہے - یعنی دنیا کی زبانوں کا بنیادی عنصر اتنا ہی قدیم ہے جتنا کہ خود حضرت انسان کا وجود - بلکہ سچ تو یہ ہے کہ زبان انسان سے بھی پہلے صفحہٴ ہستی پر موجود تھی - کیونکہ جدید تحقیقات نے یہ ثابت کر دیا ہے کہ جہاں تک باہمی اظہار اور ابلاغ کا تعلق ہے وہ جہد للبقاء کے تقاضے کی بدولت یک خلیہ امیبا سے لے کر ارتقاء حیات کی آخری کڑی تک کسی نہ کسی صورت میں موجود ہے - لیکن یہاں زبان کے اس عمومی پہلو سے بحث کرنا مطلوب نہیں اور نہ مجموعی طور پر انسانی زبان ہمارا موضوع بحث ہے - ہمیں تو صرف اردو زبان کے بارے میں بات کرنا ہے - یہاں یہ امر ملحوظ خاطر رہے کہ اردو زبان کو کوئی خاص استثناء حاصل نہیں - اس کی تشکیل بھی انہی قوانین فطرت کی مرہون منت ہے جن کے تحت دوسری انسانی زبانوں نے جنم لیا اور ان کی طرح ارتقاء کی مختلف منزلیں طے کرکے موجودہ صورت اختیار کی ہے -

آغاز اردو کے بارے میں چند نظریات

اس مسئلہ پر مزید بحث سے پہلے اس بارے میں اہل الرائے حضرات کے نظریات کا جائزہ لینا ضروری ہے -

سر سید ، امام بخش صہبائی اور مولانا آزاد کے نظریات کے مطابق اردو زبان عہد شاہجہان (۱۶۲۸ تا ۱۶۵۸ء) میں دہلی کے گردونواح میں پیدا ہوئی -

میر امن اور سید خدا بخش اسے عہد اکبری (۱۵۵۶ تا ۱۶۰۵ء) میں مختلف قوموں کے آزادانہ میل جول کا نتیجہ قرار دیتے ہیں -

Marfat.com

ڈاکٹر گلکرائسٹ (Gilchrist) اپنی تصنیف 'ہندوستانی لسانیات' (Hindostani Philology) میں رقمطراز ہیں کہ :

''ہندوستانی (اردو) زبان نے امیر تیمور کے حملے (۱۳۹۸-۹۹ء) کے دوران موجودہ صورت اختیار کی ۔''

مولوی محمد حسین آزاد اور سعید مارہروی کا خیال ہے کہ اردو زبان برج بھاشا اور فارسی کی ملاوٹ سے ظہور میں آئی جسے ہم زیادہ سے زیادہ قطب الدین ایبک (۱۱۹۲ تا ۱۲۱۰ء) کے دور سے شمار کر سکتے ہیں ۔

ڈاکٹر موہن سنگھ دیوانہ اور سید سجاد ظہیر 'ہندوی' اور فارسی کی آمیزش کو محمود غزنوی (۹۹۸ تا ۱۰۳۳ء) کے زمانے سے منسوب کرتے ہیں ۔

حافظ محمود شیرانی کی رائے ہے کہ اردو کی ابتداء محمد بن قاسم کے سندھ پر حملے (۷۱۲ء) کے وقت سے ہی شروع ہو گئی تھی ۔

مغربی محققین نے اس پہلو میں کافی محتاط روش اختیار کی ہے ۔ سرجارج گریرسن (G.A.Grierson) اور سر چارلس لائل (Sir Charles Layall) نے صرف یہی کہنے پر اکتفا کیا ہے کہ مسلمانوں کی آمد سے جب مقامی زبانوں میں فارسی الفاظ کی آمیزش شروع ہوئی تو اس کے نتیجے میں ایک نئی زبان نے جنم لیا جو آگے چل کر اردو کہلائی ۔

ان سب نظریات کی تہہ میں ایک ہی خیال کارفرما نظر آتا ہے کہ اردو زبان کی پیدائش پراکرتوں میں عربی اور فارسی الفاظ کی آمیزش کا نتیجہ ہے۔ یہ مفروضہ قائم کرنے کے بعد اب صرف یہ تعین کرنا باقی تھا کہ یہ آمیزش کب ہوئی۔ اس بارے میں ہر ایک نے اپنی اپنی فہم و فراست کے مطابق اندازہ لگانے کی کوشش کی اور اس طرح محمد بن قاسم کے حملے ۷۱۲ء سے لے کر عہد شاہجہان (۱۶۲۸ تا ۱۶۵۸ء) تک کوئی ہزار سال کے عرصے میں مختلف ادوار کو اردو زبان کی پیدائش کی طرف منسوب کر دیا ۔ سب سے زیادہ افسوس ناک پہلو یہ ہے کہ یہ نظریات قائم کرتے وقت نہ صرف اردو زبان کے سرمایہ' الفاظ کے مختلف عناصر کو ہی یکسر نظر انداز کر دیا گیا بلکہ اس کی صرف و نحو اور صوتی پہلو کو درخور اعتناء

Marfat.com

تصور نہیں کیا گیا حالانکہ اس مسئلہ کے حل کے لیے اس پہلو کو باقی سب امور پر فوقیت حاصل ہونا چاہیے تھی ۔ ماہر لسانیات ڈاکٹر آر۔ جی ۔ لیتھم نے کہا ہے کہ :

''درخت کی عمر کا اندازہ اس کے تنے کے غیر مرکزی دائروں سے لگایا جا سکتا ہے لیکن زبان ایک ایسی شے ہے کہ نہ تو اس میں درختوں کی طرح غیر مرکزی دائرے ہیں نہ گھوڑوں کی طرح دانت اور نہ کسی روزنامچہ میں اس کی تاریخ پیدائش درج ہے کہ جس سے اس کی عمر کا صحیح تعین کیا جا سکے ۔ اس کا سراغ لگانے کا فقط ایک ہی ذریعہ ہے اور وہ ہے تحقیق ... ! اور تحقیق ...!! اور زیادہ تحقیق ...!!!''

ہند آریائی زبانوں کا گورکھ دھندا

جب اردو زبان کی ابتداء کا سوال سامنے آتا ہے تو مختلف نظریات کی رو سے اس پہلو میں اکثر چار زبانوں یعنی پراکرت ، اپ بھرنش ، شور سینی اور برج بھاشا کو اس کا سرچشمہ قرار دیا جاتا ہے ۔ حقیقت یہ ہے کہ یہ نام بذات خود وضاحت طلب ہیں اور ہمارے ہاں اکثر ان کے صحیح مفہوم کا تعین نہیں کیا جاتا ۔ اس کی سب سے بڑی وجہ یہ ہے کہ قدماء کے ہاں بھی کہ جن سے یہ اصطلاحات ورثے میں ملی ہیں ان زبانوں کے بارے میں کوئی متفقہ وضاحت موجود نہ تھی بلکہ جو مفہوم ان سے منسوب تھے انہیں زیادہ سے زیادہ ایک ایسے ڈھیلے ڈھالے چولے سے تشبیہ دی جا سکتی ہے کہ جسے موقعہ محل کے لحاظ سے مختلف معانی کے اجسام پر موزوں کیا جا سکے ۔ اس لیے اس سے پہلے کہ ہم آگے بڑھیں ہمارے لیے ضروری ہے کہ ان اصطلاحات کا مختصر سا جائزہ لے لیں :۔

ہند یورپائی گروہ :

اکثر یورپائی ، فارسی اور سنسکرت پر مشتمل زبانوں کا گروہ

قدیم ہند یورپائی :

موجودہ ہند یورپائی زبانوں کی فرضی جد اعلیٰ

ہند آریائی :

ماہرین لسانیات اسے تین مختلف معنوں میں استعمال کرتے ہیں :

Marfat.com

اول : ہند یورپائی گروہ کے مترادف کے طور پر

دوم : آریائی گروہ کی وہ شاخ جس سے کہ سنسکرت اور اوستائی مشتق ہیں -

سوم : ان آریائی قبائل کی زبان جو کہ قریباً ڈیڑھ ہزار سال قبل از مسیح مغربی پاکستان میں وارد ہوئے -

ویدک زبان

برصغیر کے شمالی حصے میں وارد ہونے والے آریائی قبائل کی مذہبی کتابوں یعنی ویدوں کی زبان خاص کر رگ وید کی زبان -

ویدوں کا زمانہ تالیف ۱،۴۰۰ ق م ان کے برصغیر میں ورود سے شروع ہوتا ہے - اس سلسلے کی آخری کتاب یعنی 'اتھروید' کے بارے میں تاریخ دانوں کا خیال ہے کہ اس کی تالیف کا عہد ۴۰۰ق م کے لگ بھگ ہے - یعنی چاروں ویدوں کی تخلیق کا زمانہ کوئی ایک ہزار سال کے عرصے تک پھیلا ہوا ہے -

یاد رہے کہ برصغیر میں فن تحریر قریباً چوتھی صدی قبل از مسیح میں رائج ہوا - ظاہر ہے کہ اتنے طویل عرصے میں ویدوں کے بھجن سینہ بسینہ منتقل ہوتے رہے - لازمی طور پر یہ بھجن زبان کے فطرتی ارتقاء سے متأثرہوئے بغیر نہ رہ سکے - علماء کے ایک بڑے طبقے کا خیال ہے کہ ویدوں کی زبان مقامی غیر آریائی عناصر سے متأثر ہوئی ہے - اس پہلو میں ہم بھارت کے مشہور ہندو مؤرخ ڈاکٹر رادھا کمود مکر جی کا قول پیش کرتے ہیں :

> ''ویدوں کی زبان ، کلاسیکی سنکرت اور پراکرتوں میں بلکہ خود برصغیر کے شمالی حصہ کی زبانوں میں دراوڑی عنصر موجود ہے - ماہرین لسانیات تحقیق کے بعد اس نتیجے پر پہنچے ہیں کہ شمالی ہند میں ورود کے بعد آریائی زبان میں زبردست تبدیلی واقع ہوئی جو کہ براہ راست دراوڑی اثرات کا نتیجہ تھا - رگ وید کی زبان میں لثوی اصوات کی موجودگی اسے اوستائی اور دوسری آریائی زبانوں سے متمیز کرتی ہے[1] -''

---

1. Radha Kamud MA., Ph. D. *Hindu civilization*

Marfat.com

تصور نہیں کیا گیا حالانکہ اس مسئلہ کے حل کے لیے اس پہلو کو باقی سب امور پر فوقیت حاصل ہونا چاہیے تھی - ماہر لسانیات ڈاکٹر آر- جی - لیتھم نے کہا ہے کہ :

''درخت کی عمر کا اندازہ اس کے تنے کے غیر مرکزی دائروں سے لگایا جا سکتا ہے لیکن زبان ایک ایسی شے ہے کہ نہ تو اس میں درختوں کی طرح غیر مرکزی دائرے ہیں نہ گھوڑوں کی طرح دانت اور نہ کسی روزنامچہ میں اس کی تاریخ پیدائش درج ہے کہ جس سے اس کی عمر کا صحیح تعین کیا جا سکے - اس کا سراغ لگانے کا فقط ایک ہی ذریعہ ہے اور وہ ہے تحقیق ... ! اور تحقیق ...!! اور زیادہ تحقیق ...!!!''

ہند آریائی زبانوں کا گورکھ دھندا

جب اردو زبان کی ابتداء کا سوال سامنے آتا ہے تو مختلف نظریات کی رو سے اس پہلو میں اکثر چار زبانوں یعنی پراکرت ، اپ بھرنش ، شور سینی اور برج بھاشا کو اس کا سرچشمہ قرار دیا جاتا ہے - حقیقت یہ ہے کہ یہ نام بذات خود وضاحت طلب ہیں اور ہمارے ہاں اکثر ان کے صحیح مفہوم کا تعین نہیں کیا جاتا - اس کی سب سے بڑی وجہ یہ ہے کہ قدماء کے ہاں بھی کہ جن سے یہ اصطلاحات ورثے میں ملی ہیں ان زبانوں کے بارے میں کوئی متفقہ وضاحت موجود نہ تھی بلکہ جو مفہوم ان سے منسوب تھے انہیں زیادہ سے زیادہ ایک ایسے ڈھیلے ڈھالے چولے سے تشبیہ دی جا سکتی ہے کہ جسے موقعہ محل کے لحاظ سے مختلف معانی کے اجسام پر موزوں کیا جا سکے - اس لیے اس سے پہلے کہ ہم آگے بڑھیں ہمارے لیے ضروری ہے کہ ان اصطلاحات کا مختصر سا جائزہ لے لیں :-

ہند یورپائی گروہ :

اکثر یورپائی ، فارسی اور سنسکرت پر مشتمل زبانوں کا گروہ

قدیم ہند یورپائی :

موجودہ ہند یورپائی زبانوں کی فرضی جد اعلیٰ

ہند آریائی :

ماہرین لسانیات اسے تین مختلف معنوں میں استعمال کرتے ہیں :

Marfat.com

اول : ہند یورپائی گروہ کے مترادف کے طور پر

دوم : آریائی گروہ کی وہ شاخ جس سے کہ سنسکرت اور اوستائی مشتق ہیں -

سوم : ان آریائی قبائل کی زبان جو کہ قریباً ڈیڑھ ہزار سال قبل از مسیح مغربی پاکستان میں وارد ہوئے -

ویدک زبان

برصغیر کے شمالی حصے میں وارد ہونے والے آریائی قبائل کی مذہبی کتابوں یعنی ویدوں کی زبان خاص کر رگ وید کی زبان -

ویدوں کا زمانہ تالیف ۱۴۰۰ ق م ان کے برصغیر میں ورود سے شروع ہوتا ہے - اس سلسلے کی آخری کتاب یعنی 'اتھروید' کے بارے میں تاریخ دانوں کا خیال ہے کہ اس کی تالیف کا عہد ۴۰۰ ق م کے لگ بھگ ہے - یعنی چاروں ویدوں کی تخلیق کا زمانہ کوئی ایک ہزار سال کے عرصے تک پھیلا ہوا ہے -

یاد رہے کہ برصغیر میں فن تحریر قریباً چوتھی صدی قبل از مسیح میں رائج ہوا - ظاہر ہے کہ اتنے طویل عرصے میں ویدوں کے بھجن سینہ بسینہ منتقل ہوتے رہے - لازمی طور پر یہ بھجن زبان کے فطرتی ارتقاء سے متأثرہوئے بغیر نہ رہ سکے - علماء کے ایک بڑے طبقے کا خیال ہے کہ ویدوں کی زبان مقامی غیر آریائی عناصر سے متاثر ہوئی ہے - اس پہلو میں ہم بھارت کے مشہور ہندو مؤرخ ڈاکٹر رادھا کمود مکر جی کا قول پیش کرتے ہیں :

> ''ویدوں کی زبان ، کلاسیکی سنکرت اور پراکرتوں میں بلکہ خود برصغیرکے شمالی حصہ کی زبانوں میں دراوڑی عنصر موجود ہے - ماہرین لسانیات تحقیق کے بعد اس نتیجےپر پہنچے ہیں کہ شمالی ہند میں ورود کے بعد آریائی زبان میں زبردست تبدیلی واقع ہوئی جو کہ براہ راست دراوڑی اثرات کا نتیجہ تھا - رگ وید کی زبان میں لثوی اصوات کی موجودگی اسے اوستائی اور دوسری آریائی زبانوں سے متمیز کرتی ہے[1] -''

1. Radha Kamud MA., Ph. D. *Hindu civilization*

Marfat.com

واضح رہے کہ ویدک آریائی زبان ہونے کے باوجود ایک ہزار سال قبل وارد ہونے والے آریائی قبائل کی زبان سے کافی حد تک مختلف ہو گی لیکن چونکہ اس اولین عہد کی زبان کے کوئی نمونے فراہم نہیں ہیں اس لیے ان اختلافات کے بارے میں وثوق سے کچھ کہنا مشکل ہے - ہاں! البتہ باقی آریائی زبانوں سے تقابلی جائزے کے بعد اس کا کچھ اندازہ ضرور لگایا جا سکتا ہے -

سنسکرت

اس سے مراد شستہ اور سنواری ہوئی زبان ہے - برہمنی طبقے نے اسے دیوبانی کا لقب دے رکھا تھا یہ نام ویدوں سے لے کر ہندومت کی تمام مذہبی ، ادبی اور رزمیہ تخلیقات کی زبان کے لیے استعمال ہوتا ہے - ویدوں کے علاوہ اپنشدیں ، سمرتیاں ، مہابھارت ، رامائن اور کالیداس کے ڈرامے وغیرہ سب اسی زبان میں ہیں -

آج سے کچھ عرصہ پہلے سنسکرت کو ایک ایسی خالص آریائی زبان تصور کیا جاتا تھا جو کہ یکسر غیر آریائی عناصر سے مبرا و منزہ ہو لیکن جدید تحقیق نے ثابت کر دیا ہے کہ اس قسم کے نظریات سراسر جذبات پر مبنی تھے - درحقیقت دوسری زندہ زبانوں کی طرح اپنے ارتقاء کے دوران سنسکرت بھی اپنے گرد و پیش میں بولی جانے والی غیر آریائی زبانوں سے گہرے طور پر متأثر ہوئی ہے - اس پہلو میں ہم دو روسی ماہرین سنسکرت جناب ایوانوف اور تاپوروف کی حالیہ تصنیف 'سنسکرت' مطبوعہ ماسکو ۱۹۶۸ء[1] سے اقتباس پیش کرنے پر اکتفا کرتے ہیں :

> "یہ باور کرنے کے لیے شواہد موجود ہیں کہ برصغیر کے شمالی حصے میں سنسکرت کے پہلو بہ پہلو غیر آریائی زبانیں بھی مروج تھیں جہاں کہ اب بھی بعض علاقوں میں یہ قدیم زبانیں موجود ہیں (غالباً برا ہوئی کی طرف اشارہ ہے ع ح) - سنسکرت کا ان (قدیم غیر آریائی) زبانوں سے ایک طویل عرصے تک متواتر میل جول رہا - سنسکرت میں غیر آریائی عنصر کی موجودگی اس کا بین ثبوت ہے - جدید تحقیق نے یہ ثابت کر دیا ہے کہ سنسکرت کے سرمایۂ الفاظ میں یہ

1. Sanskrit (V.V. Ivanoy and V.N. Toporov, Moscow 1968)

Marfat.com

(غیر آریائی عنصر کے) انجذاب کا عمل قدیم ہی سے شروع ہے
اور اس کے اثرات ہمہ گیر ہیں ۔''

پراکرت

برصغیر کی ہند آریائی زبانوں کے ذکر میں پراکرت کا تذکرہ ایک پہیلی سے کم نہیں ۔ عام طور پر سنسکرت کے مقابل میں اس کے معنی خود رو یا غیر شائستہ زبان کے لیے جاتے ہیں ۔ متقدمین نے سنسکرت کے مقابلے میں جیسے کہ وہ دیوبانی کہتے تھے پراکرتوں کو ناگ بانی (سانپوں کی زبان یا سانپ کے پجاریوں کی زبان) یا اسر بھاشا (شیطانوں کی زبان) وغیرہ قسم کے ناموں سے یاد کیا ہے ۔

عہد وسطیٰ کے علماء بھی پراکرت کے بارے میں کسی واضح نظریے کے حامل نہ تھے ۔ علماء کا ایک طبقہ اسے سنسکرت سے مشتق قرار دیتا تھا جیسے کہ ہیم چندر کا قول ہے کہ :

''سنسکرت ایک بنیاد ہے اور جس زبان نے بھی اس سے جنم
لیا وہ پراکرت کہلائی ۔''

اس کے برعکس 'کویا لنکارا' کے مفسر نامی سادھو کا قول ہے کہ :

''پراکرت کا لفظ پراکرتی بمعنی ازلی اور قدیم سے مشتق ہے ۔
یہ ایک ایسی زبان ہے جسے بچے اور عورتیں بھی بآسانی سمجھ
سکتی ہیں اور یہی تمام زبانوں کی بنیاد ہے ۔ بارش کے پانی کی
طرح قدیم میں اس کا ایک ہی روپ تھا لیکن مرور زمانہ
کے ساتھ ساتھ علاقائی اثرات کے تحت اس کی ہیئت میں
اختلافات رونما ہو گئے جس نے آگے چل کر سنسکرت اور
دوسری زبانوں کی صورت اختیار کر لی ۔''

اسی طرح علماء کے درمیان اس بارے میں بھی اختلافات موجود ہیں کہ پراکرت میں کون کون سی زبانیں شامل ہیں :

ورہ روچی : (پراکرت کی مشہور گرامر 'پراکرت پرکاش' کے مؤلف) کے نزدیک صرف مہاراشٹری ، پشاچی ، ماگدھی اور شورسینی پراکرت کہلائے جانے کی حقدار ہیں ۔

ہیم چندر : (سِدّھا ہیم چندر کا مؤلف) اوپر دی گئی زبانوں کے علاوہ آرشا ، چولیکا ، پشاچی اور اپ بھرنش کو بھی پراکرتیں تصور کرتا ہے ۔

Marfat.com

مارکنڈیہ کا ِوندرا: (مؤلف پراکرت سروا سوا) پراکرت کو ذیل کے چار مختلف زمروں میں تقسیم کرتا ہے :

بھاشا : جس میں مہاراشٹری ، شورسینی ، پراشیہ ، آونتی اور ماگدھی شامل ہیں ۔

ِوبھاشا : اس میں شاکی (ساکا قبائل کی زبان موجودہ اصطلاح میں سیتھئین) ، چنڈالی (بعض جنگلی قبائل کی زبان) ، شاباری (کول ، بھیل اور سنتھال وغیرہ قبائل کی زبان) شامل تسلیم کی جاتی تھیں (یاد رہے کہ یہ تینوں زبانیں غیر آریائی گروہ سے تعلق رکھتی ہیں ع ح) ۔

اپ بھرنش : اس میں ناگرا ، وراچڈہ اور آپ ناگرہ زبانیں شامل تھیں ۔

پشاچی : اس میں کیکیہ اور پنچال زبانیں شامل تسلیم کی جاتی تھیں ۔

اہل مغرب کی تقلید میں ہمارے ہاں بھی اکثر یہ تأثر پایا جاتا ہے کہ پراکرت کسی ایک زبان کا نام ہے ۔ حقیقت یہ ہے کہ بذات خود پراکرت کسی زبان کا نام نہیں بلکہ زبانوں کے ایک گروہ کا نام ہے جس میں کہ بنگال سے لے کر سندھ تک کی مختلف زبانیں شامل تھیں ۔

اپ بھرنش : بمعنی ایسی زبان جو صرف و نحو کے اصولوں کے مطابق نہ ہو یا عامیانہ زبان ۔ اپ بھرنش کے بارے میں بھی علماء کے ہاں گہرا تضاد پایا جاتا ہے بلکہ اس پہلو میں تو نظریاتی اختلافات نہایت شدید ہیں ۔ مارکنڈیہ کے نزدیک اپ بھرنش پراکرت کی ہی ایک شاخ ہے لیکن ورہ روچی اسے پراکرت سے خارج تصور کرتا ہے ۔ اس نے اپنی پراکرت کی معروف گرامر پراکرت پرکاش میں اپ بھرنش کا ذکر تک نہیں کیا ۔

'کویا درس' کے مولف داندن کے نزدیک وہ تمام زبانیں جو سنسکرت سے مختلف ہیں اپ بھرنش کہلاتی ہیں ۔ اس نے پنچال ، مالوہ ، گرجرا کے ساتھ گاؤڈا (منڈا گروہ کی زبانیں) ، اوڈرا (اوڈ قبائل کی زبان) ، کالنگیہ

Marfat.com

(جنوبی ہند کی دراوڑی گروہ سے تعلق رکھنے والی ایک زبان) اور دراویڈہ (دراوڑی گروہ کی زبانیں) کو بھی اپ بھرنش بیان کیا ہے جو کہ غیر آریائی گروہ سے تعلق رکھنے والی زبانیں ہیں۔

واگ بھٹ نے اپنی تالیف 'واگ بھٹ النکار' میں زبانوں کو چار حصوں میں تقسیم کیا ہے یعنی سنسکرت، پراکرت، اپ بھرنش اور پشاچی ۔ اس کے نزدیک اپ بھرنش مختلف علاقوں کی مقامی خالص زبانوں کا نام ہے ۔

'مرچھاکاٹیکا' کے مولف پرتھوی دھارا نے ساکاری، چنڈالی، سابری، کے علاوہ ڈھاکی (موجودہ مشرقی پاکستان کی قدیم زبان) کو بھی اپ بھرنش بیان کیا ہے ۔

غرضیکہ قدماء اور عہد وسطیٰ کے علماء کے ہاں زبانوں کی تقسیم کے سلسلے میں کوئی مسلمہ اصول یا واضح نظریات موجود نہ تھے ۔ اس عہد کے علماء اپنی اپنی سوچ سمجھ کے مطابق اصول وضع کر لیتے تھے اور ان کی بنیادوں پر اپنے افکار کی عمارت استوار کر دیتے تھے یہی وجہ ہے کہ اس دور میں مختلف نظریات کے درمیان زمین و آسمان کا فرق نظر آتا ہے ۔ موجودہ دور کے سنسکرت دانوں نے جو کہ ساتھ ہی ماہرین لسانیات کا درجہ بھی رکھتے ہیں اپنے خصوصی مطالعہ اور یک طرف رجحانات کی بدولت برصغیر کے شمالی حصے کی تمام زبانوں کو آریائی گروہ سے منسلک قرار دے دیا اور ان زبانوں پر یہ غلط لیبل اب کچھ اس طرح چسپاں ہو چکا ہے کہ اس کے بغیر ان زبانوں کا ذکر قریب قریب ناممکن نظر آتا ہے ۔

وقت کا تقاضا ہے کہ جدید تحقیق کی روشنی میں ان اصطلاحات کا نئے سرے سے جائزہ لے کر ان کے مفاہیم کا صحیح تعین کیا جائے ۔ اس پہلو میں ہم عہد وسطیٰ کے ایک عالم سوم دیو 'مولف کتھا سرت ساگر' سے رہنمائی حاصل کر سکتے ہیں ۔ انہوں نے برصغیر کی جملہ زبانوں کو تین زمروں میں تقسیم کیا ہے یعنی سنسکرت، پراکرتیں اور دیسی بھاشائیں (اس سے تمام غیر آریائی مقامی زبانیں مراد ہیں ع ح) ۔

سنسکرت : وسیع معنوں میں ہم اسے ویدوں سے لے کر کالی داس کے ڈراموں میں مستعمل زبان سے مراد لے سکتے ہیں ۔

Marfat.com

پراکرت : وہ مقامی زبانیں جو کہ گہرے طور پر سنسکرت سے متاثر ہیں یا جن کے ادبی روپ میں سنسکرت کا رنگ نمایاں ہے جیسے کہ ماگدھی ، مہاراشٹری اور ان کی شاخیں -

اپ بھرنش یا دیسی بھاشائیں : وہ مقامی زبانیں جو کہ بنیادی طور پر سنسکرت سے اختلاف رکھتی ہیں جیسے کہ دراوڑی (ملیالم ، تامل ، تلگو کناری اور براہوئی وغیرہ) ، سابرا یا منڈا (منڈاری ، سنتھالی اور بھیلی وغیرہ) ، پشاچی (پنجابی ، سندھی ، کشمیری ، ہریانوی اور اردو جو کہ پنجابی سے مشتق ہے) ، دردا (پشتو ، بلتی ، شینا اور کافرستان کی مختلف زبانیں) -

شمالی ہند کی قدیم زبانیں

اردو زبان کی جنم بھومی کے بارے میں کتنا ہی اختلاف کیوں نہ ہو لیکن علماء کی اکثریت اس امر پر متفق ہے کہ اس کے سرچشمے برصغیر کے شمالی حصے سے ہی پھوٹے ہیں - اس لیے اردو زبان کے حسب و نسب کا تعین کرنے کے لیے اسی خطے کی قدیم زبانوں کا جائزہ لینا ضروری ہے -

کلاسیکی ہندو ادب کی رو سے برصغیر کے شمالی حصے میں ذیل کی اپ بھرنشیں مروج تھیں :-

شورسینی : یہ دوآبہ گنگا جمنا کے علاقے میں مروج تھی جس میں کہ متھرا کو مرکزی حیثیت حاصل تھی - آگے چل کر یہی زبان برج بھاشا کہلائی - اہل اسلام کی آمد کے وقت بھی یہ زبان برج بھاشا کے نام سے موسوم تھی -

کیکیہ : جمنا سے لے کر قدیم درشداوتی (جدید ہاکڑا ندی) کے درمیانی علاقے میں مروج تھی - ہریانوی اسی زبان کی موجودہ ترقی یافتہ شکل ہے -

پشاچی : درشداوتی سے لے کر دریائے اٹک تک یعنی تمام غیر منقسم پنجاب میں مروج تھی - موجودہ پنجابی اور اس کی تمام علاقائی بولیاں مثلاً مالوئی ، دوآبی ، ماجھی ،

Marfat.com

لمی ، ملتانی ، سرائیکی (بالائی سندھ کی پنجابی بولی) ، دھنی ، پوٹھوہاری ، پہاڑی اور ہندکو (صوبہ سرحد کی پنجابی بولی) وغیرہ اسی پشاچی کے کنبے کی حیثیت رکھتی ہیں -

برج بھاشا یا پنجابی

جب یہ امر پایہ' ثبوت تک پہنچ جاتا ہے کہ اردو زبان نے برصغیر کے شمالی حصے میں جنم لیا ہے تو اس کے سرچشمہ ہونے کی دعویدار کے طور پر صرف دو زبانیں میدان میں باقی رہ جاتی ہیں یعنی برج بھاشا اور پنجابی - شروع شروع میں اردو زبان کے برج بھاشا سے مشتق ہونے کا نظریہ ایک امر مسلمہ کا درجہ رکھتا تھا تاوقتیکہ حافظ محمود شیرانی مصنف 'پنجاب میں اردو' نے اس نظریے کو چیلنج نہیں کیا - لیکن انسان فطرتی طور پر کچھ قدامت پسند واقع ہوا ہے اور نئے نظریات کو اپنانے میں ہمیشہ لیت و لعل سے کام لیتا رہا ہے - آج تک بھی یہی حالت ہے کہ بغیر کسی دلیل کے اسی برج بھاشا سے مشتق ہونے والے نظریے کو سبقت دی جا رہی ہے اور پنجابی زبان سے مشتق ہونے کے نظریے کو محض ایک نئے خیال کے طور پر پیش کیا جاتا ہے - اس لیے ضروری ہے کہ یہاں اس نظریے کا ایک سر سری سا جائزہ لے کر دیکھیں کہ کہاں تک تحقیق کی کسوٹی پر پورا اترتا ہے -

جیسا کہ ہم ابھی ذکر کر چکے ہیں کہ برج بھاشا نے قدیم شورسینی سے جنم لیا - گوگنگ و جمن کا دوآب اسی کی حقیقی جنم بھومی تھا لیکن یہ جلد ہی اس علاقے سے نکل کر آگرہ ، بھرتپور ، گوالیار ، جے پور ، گڑ گاؤں ، علی گڑھ ، بدایوں اور بریلی وغیرہ کے علاقوں تک پھیل گئی اور یہاں کافی مقبولیت حاصل کر لی - قدیم شعراء اور موسیقاروں نے اس زبان کو اپنے ادب و فن کی تخلیق کا ذریعہ بنا کر اسے چار چاند لگا دیے - برصغیر میں مسلمانوں کی آمد کے وقت دہلی کے گرد و نواح میں اسی زبان کا طوطی بولتا تھا - چونکہ اردو کے بارے میں شروع میں یہ خیال پایا جاتا تھا کہ اس نے دہلی کے محلات میں جنم لیا اس لیے بغیر کسی گہری تحقیق کے اس کے ڈانڈے برج بھاشا سے ملا دیے گئے -

Marfat.com

جب ہم اردو زبان کی صرف و نحو کا پنجابی اور برج بھاشا کی صرف و نحو سے موازنہ کرتے ہیں تو یہ حقیقت آشکار ہو جاتی ہے کہ جہاں اردو اور پنجابی کے درمیان گہرا رشتہ موجود ہے وہاں اس کے برج بھاشا سے اختلافات کی خلیج بہت وسیع ہے مثلاً مصدر بنانے کے لیے اردو اور پنجابی میں فعل کے آخر میں 'نا' کا لاحقہ زائد کرتے ہیں جیسے مار سے مارنا لیکن برج میں اس کے لیے 'بو' 'دو' یا 'نو' کے لاحقے مستعمل ہیں جیسے 'ماربو' وغیرہ - اسماء صفت کے لیے اردو اور پنجابی میں صفت کے آخر میں 'ا' زیادہ کرتے ہیں جیسا کہ کالے سے کالا ، میٹھے سے میٹھا اور بھلے سے بھلا لیکن برج میں اس کی جگہ واؤ مجہول کا اضافہ کرتے ہیں جیسا کہ کالو ، مٹھو اور بھلو وغیرہ - واحد سے جمع بنانے کے لیے بھی اردو اور پنجابی میں اشتراک موجود ہے جیسا کہ گھوڑا سے گھوڑے ، نار سے ناریاں اور بات سے باتاں - برج (قدیم اردو) میں اس کے لیے اکثر 'ن' کا لاحقہ استعمال کرتے ہیں جیسے گھوڑن ، نارن اور باتن وغیرہ - فعل مستقبل کے لیے اردو اور پنجابی میں 'گا' کا لاحقہ لگاتے ہیں اور برج میں 'ہوں' کا جیسا کہ اردو اور پنجابی 'ماروں گا' برج 'مارے ہوں' - غرضیکہ جہاں اردو اور پنجابی صرف و نحو میں گہرا اشتراک موجود ہے وہاں اردو اور برج کے درمیان بنیادی اختلافات موجود ہیں -

زیر نظر کاوش میں اسی پہلو کو سامنے رکھ کر راستہ متعین کرنے کی کوشش کی گئی ہے لیکن مزید آگے بڑھنے سے قبل ایک اور منزل طے کرنا باقی ہے - اکثر یہ باوز کیا جاتا ہے کہ اردو زبان نے سنسکرت اور فارسی کے سنگھم سے جنم لیا - اگر ایسا ہوتا تو لازماً اردو زبان کا نہ صرف سرمایۂ الفاظ ہی بلکہ اس کی صرف و نحو کی بنیادیں بھی انہی دو آریائی الاصل زبانوں پر استوار ہونی چاہییں تھیں - جہاں تک سرمایۂ الفاظ کا تعلق ہے وہاں ان کے اثرات سے انکار ممکن نہیں لیکن دیکھنا یہ ہے کہ ان کی صرف و نحو میں باہمی کیا رشتہ ہے -

لسانی تقسیم

ماہرین لسانیات نے دنیا کی جملہ زبانوں کو ہیئت کے لحاظ سے تین زمروں میں تقسیم کیا ہے :

Marfat.com

اول : انفرادی (Isolating) اس گروہ کی زبانوں میں بنیادی الفاظ کے ساتھ کوئی لاحقے یا سابقے استعمال نہیں کیے جاتے - فقرہ بنانے کے لیے الفاظ کو اپنی اصلی صورت میں پہلو بہ پہلو ترتیب دے دیا جاتا ہے جیسے کہ چینی زبان کی ذیل کی مثالوں سے واضح ہے :

(ا) جین تی فانگ زو ('زو' کا لفظ بے معنی ہے اور صرف
آدمی کا گھر تکملے کے طور پر استعمال ہوتا ہے)

(ب) چے جین کان چئین ہائی زو
یہ آدمی آنکھ دیکھا بچہ (اس آدمی نے بچہ دیکھا)

نیز اس گروہ کی زبانوں میں اکثر الفاظ یک رکنی ہوتے ہیں جیسے کہ اردو میں جا ، کھا اور لا وغیرہ - اس لیے بعض اوقات ان زبانوں کے لیے یک رکنی کی اصطلاح بھی استعمال ہوتی ہے -

علماء کے نزدیک یہ زبانیں ارتقاء کی اولین کڑی کا درجہ رکھتی ہیں - چینی ، جاپانی اور مشرق بعید کی بعض دوسری زبانیں اسی گروہ سے تعلق رکھتی ہیں -

دوم : تالیفی یا اتصالی (Agglutinative) اولین گروہ ، سامی اور آریائی گروہ کی زبانوں کو چھوڑ کر دنیا کی قریب قریب تمام دوسری زبانیں اسی گروہ میں شمار کی جاتی ہیں - ان زبانوں میں بعض دفعہ بنیادی الفاظ کے ساتھ لاحقات کے اتصال سے مطلوبہ معنی حاصل کر لیے جاتے ہیں لیکن ان میں بنیادی الفاظ اور لاحقات کو ایک دوسرے سے بآسانی ممیز کیا جا سکتا ہے - بعض دفعہ یہ لاحقے مکمل الفاظ کا مخفف ہوتے ہیں اور انفرادی طور پر بھی معنی کے حامل ہوتے ہیں لیکن بعض اوقات ان لاحقوں کی اصل گم ہو چکی ہوتی ہے اور یہ انفرادی طور پر کوئی معنی نہیں دیتے بلکہ صرف بنیادی الفاظ کے ساتھ لاحق ہونے کے بعد معنی اختیار کرتے ہیں -

Marfat.com

علماء اسے لسانی ارتقاء کی دوسری کڑی شمار کرتے ہیں - پاکستان کی بڑی بڑی زبانیں مثلاً اردو ، پنجابی ، سندھی اور بنگالی وغیرہ اسی گروہ سے تعلق رکھتی ہیں - اسی طرح بھارت کی قدیم زبانیں مثلاً دراوڑی ، مُنڈا اور ناگا قبائل کی زبانیں بھی اسی گروہ میں شامل ہیں -

ماہرین کا ایک بڑا طبقہ برصغیر کے شمالی حصے کی زبانوں کو ہند آریائی گروہ کی شاخیں قرار دیتا ہے حالانکہ ایک نظر دیکھنے ہی سے یہ پتہ چل جاتا ہے کہ ان کی ہیئت کا آریائی گروہ سے کوئی تعلق نہیں بلکہ بنیادی طور پر یہ دراوڑی گروہ کی زبانوں سے مطابقت کھاتی ہیں جیسا کہ ذیل کی مثالوں سے ظاہر ہے :

(الف) **کناری** : او یاپاری باہلا بھاگ ونتا
پنجابی : اوہ بپاری باہلا بھاگوان اے
اردو : وہ بیوپاری بہت امیر ہے
کناری : ہُنڈیا میالے ساہی مادو
پنجابی : ہُنڈی تے سہی پادیو
اردو : چیک پر دستخط کر دو

(ب) **تلگو** : پیٹی کو بیگام دئیی
پنجابی : پیٹی نوں (ملتانی: کُوں) جندرا لا دئیو
اردو : پیٹی (صندوق) کو تالا لگا دو
تلگو : ای باٹ ایکاڈے کی پوتوندی
پنجابی : ایہہ واٹ کتھے (ملتانی : کدائیں) پھوندی اے
اردو : یہ راستہ کدھر پہنچاتا ہے

سوم : تصریفی (Inflectional) سامی ، آریائی اور بعض قدیم امریکی زبانیں مثلاً ایذٹیک وغیرہ اسی گروہ کی بڑی شاخیں ہیں - انہیں زبانوں کے ارتقاء کے سلسلے میں سب سے ترقی یافتہ کڑی قرار دیا جاتا ہے - ان زبانوں میں کفایت لسانی اور سہل لسانی کے

Marfat.com

عمل کی بدولت لاحقوں اور سابقوں کی صورت اس حد تک مسخ ہو چکی ہے کہ ان کی اصل کا صحیح طور پر پتہ لگانا ناممکن ہے اسی طرح حذف و انجذاب کے زیر اثر لاحقات مادہ کے ساتھ اس طرح شیر و شکر ہو چکے ہیں کہ ان کا آپس میں ممیز کرنا مشکل ہے کہ اس میں مادہ کون سا ہے اور لاحقہ کون سا جیسے کہ سنسکرت کی ذیل کی مثالوں سے ظاہر ہے :

دادمس (اوستائی : دادے ہی) : فعل حال جمع متکلم بمعنی ہم دیتے ہیں -

داتا (اوستائی : داستا) : فعل حال جمع مخاطب بمعنی آپ دیتے ہیں -

ان الفاظ میں فاعل (جمع متکلم اور جمع مخاطب) ، فعل ، امدادی فعل اور جمع کی علامت آپس میں اس طرح مدغم ہو چکی ہیں کہ ان کا صحیح طور پر تجزیہ کرنا ناممکن ہے - یاد رہے کہ میں ضمیر جمع متکلم کے لیے 'وایام' اور جمع مخاطب کے لیے 'یویام' کے الفاظ مروج ہیں جن کا 'دادمس' اور 'داتا' کے مرکبات میں کہیں سراغ نہیں ملتا - اس کے برعکس اردو زبان میں فقروں کا تجزیہ کیا جا سکتا ہے جیسے کہ ذیل کی مثال سے واضح ہے :

ہم دیتے ہیں -

ہ : ضمیر متکلم واحد کی علامت (پراکرت : آہاں اور اپ بھر نش : ہوں)

م : علامت جمع (پراکرت : نْ)

دے : مادہ (دینا مصدر سے)

ت : علامت فعل حال

ے : علامت جمع

ہے : امدادی فعل (ہونا مصدر سے)

ںْ : علامت جمع (پراکرت : نْ)

اسی طرح سے دراوڑی زبانوں میں بھی فقرے کے ہر حصے کا تجزیہ

Marfat.com

کیا جا سکتا ہے - یہاں ہم دراوڑی گروہ کی کناری زبان سے مثال پیش کرتے ہیں :

(ا) **اوانو تِنو تِیدانے** (اوا نو تِنو تیدانے) بمعنی وہ کھا رہا ہے

اوا : علامت ضمیر واحد غائب

نو : علامت مذکر

تِنو : فعل بمعنی کھانا

تِیدانے : فعل حال نا تمام کی علامت

(ب) **نانُو** : نیرُو کُڈیو تیںنے (نانو نیرو کڈیو تیںنے) میں پانی پیتا ہوں

نا : علامت ضمیر واحد متکلم

نو : علامت مذکر

نیرو : مفعول

کُڈیو : فعل بمعنی پینا

تیںنے : علامت فعل حال

ان مثالوں سے واضح ہوتا ہے کہ اردو زبان نہ تو زبانوں کے تصریفی گروہ سے تعلق رکھتی ہے اور نہ ہی ہیئت کے لحاظ سے اسے آریائی گروہ کی شاخ قرار دیا جا سکتا ہے - اس کے برعکس واضح طور پر یہ زبانوں کے تالیفی گروہ سے تعلق رکھتی ہے اور اس کا ڈھانچہ برصغیر کی قدیم زبانوں کے دراوڑی گروہ سے مطابقت کھاتا ہے -

سنسکرت ، فارسی اور اردو

سنسکرت اور فارسی دونوں آریائی الاصل زبانیں ہیں - تقابلی صرف ونحو کی رو سے یہ تصریفی گروہ سے تعلق رکھتی ہیں - اس کے برعکس گو اردو زبان کو سنسکرت کی ایک شاخ قرار دیا جاتا ہے لیکن یہ تالیفی ہونے کی بناء پر اس سے بنیادی طور پر مختلف ہے - ذیل میں ہم تین

Marfat.com

نمائندہ آریائی زبانوں کی گردان کا اردو زبان کی گردان سے موازنہ پیش کرتے ہیں تاکہ واضح ہو سکے کہ بنیادی طور پر ان میں کس حد تک اختلاف موجود ہے :

دادن مصدر سے فعل حال کی گردان

فارسی	=	بے دھد	مے دھند	مے دھی
		مے دھید	مے دھم	مے دھیم
سنسکرت	=	داداتی	دادتی	داداسی
		داتا	دادامی	دادمس
یونانی	=	دیداسی	دیدآسی	دیداس
		دیداتی	دیدامی	دیدا من
اردو	=	وہ دیتا ہے	وہ دیتے ہیں	تو دیتا ہے
		تم دیتے ہو	میں دیتا ہوں	ہم دیتے ہیں

جہاں اردو اور فارسی میں صرف چھ صیغے ہیں وہاں سنسکرت میں تثنیہ کے تین صیغے ملا کر کل نو صیغے ہوتے ہیں - یونانی میں حاضر اور غائب کے تثنیہ کے صیغے ملا کر آٹھ صیغے ہوتے ہیں -

تذکیر و تانیث

سنسکرت میں تذکیر و تانیث کا جنس کے ساتھ کوئی خاص تعلق نہیں بلکہ یہ محض ایک رسمی حیثیت کی حامل ہے جیسا کہ اردو میں ہم دکھ کو مذکر اور اسی معنوں میں تکلیف کو مؤنث گردانتے ہیں - سینا (فوج) جو کہ صرف مردوں پر مشتمل ہوتی ہے صرف آخری 'الف' کی بناء پر جوکہ سنسکرت میں تانیث کی علامت ہے مؤنث تسلیم کی جاتی ہے اور پنگھٹ جہاں کہ صرف عورتوں کا جمگھٹ ہوتا ہے مذکر شمار کیا جاتا ہے - اسی طرح ایک ہی چیز کا نام مذکر ، مؤنث یا لا جنس ہو سکتا ہے جیسا کہ کنارے کے لیے تٹ (مذکر) ، تٹی (مؤنث) اور تٹو (لاجنس) سے کوئی بھی لفظ استعمال کیا جا سکتا - چھلنی کے لیے تتو (مذکر) ، چالنی (مؤنث) اور پرپیون (لاجنس) کے الفاظ موجود ہیں - جہاں

Marfat.com

تک کہ موقعہ محل کے مطابق بیوی کے لیے بھی دار (مذکر) ، جایا (مؤنث) اور کلنتر (لاجنس) میں سے کوئی بھی لفظ استعمال ہو سکتا ہے - دار کا لفظ ہمیشہ عزت کے لیے بولا جاتا ہے جیسا کہ اردو میں کمپنی بہادر ، ملکہ بہادر ، اور میم صاحب وغیرہ کے لیے صیغہ مذکر استعمال ہوتا ہے - اسی طرح اکثر کسی قابل عزت عورت کو مخاطب کرتے وقت ہم بجائے 'آپ کہتی ہیں' کے 'آپ کہتے ہیں' استعمال کرتے ہیں - کلنتر کا لفظ بھی بطور عزت استعمال ہوتا ہے - آریائی حلقہ کی ایک دوسری شاخ المانوی زبان میں بھی عورت کے لیے 'وئب' کا لفظ موجود ہے جو کہ لاجنس کے صیغہ میں استعمال ہوتا ہے -

سنسکرت میں تذکیرو تانیث کا صفت تفضیلی سے بھی کوئی تعلق نہیں جیسا کہ اردو میں قاعدہ ہے کہ چھوٹی چیز کے لیے مؤنث اور بڑی چیز کے لیے مذکر کا لفظ استعمال ہوتا ہے مثلاً پہاڑ پہاڑی ، نالہ نالی اور تختہ تختی وغیرہ - اب سنسکرت میں سرسوتو (مذکر) سمندر کے لیے استعمال ہوتا ہے اور سرسوتی (مؤنث) دریا کے لیے لیکن ساتھ ہی سرسو (مذکر) تالاب کے لیے اور سر سی (مؤنث) جھیل کے لیے - اگرچہ یہ قاعدہ کلیہ نہیں لیکن عام طور پر سنسکرت میں کسی لفظ کی تذکیر و تانیث کا اندازہ بلا لحاظ جنس کے لفظ کے آخری حرف سے لگایا جاتا ہے - جیسے کہ 'الف' کا لاحقہ مؤنث کی علامت ہے اور یائے معروف (ی) مذکر کی - اس لیے جہاں کنیا (لڑکی)، سوسا (بہن)، پر تیبھا (عکس) اور بھاشا (زبان) مؤنث ہیں وہاں سینا (فوج) بھی مؤنث ہے - اسی طرح جہاں پتی (مالک) ، اہی (سانپ) اور منی (جواہر) وغیرہ مذکر ہیں وہاں سکھی (دوست) بھی مذکر ہے - خواہ اس سے مراد سہیلی ہو یا دوست اگرچہ آج کل اس کا زیادہ تر استعمال سہیلی کے معنوں میں ہوتا ہے لیکن قدماء اسے مذکر ہی شمار کرتے تھے - واؤ کا لاحقہ مذکر ، مؤنث اور لا جنس تینوں کے لیے استعمال ہوتا ہے جیسے کہ ششو (لڑکا) ، سیتو (پل) اور مدھو (بہار) مذکر ہیں لیکن مدھو (جب شہد کے معنوں میں استعمال ہو)، دھینو (گائے) اور وسو (دولت) مؤنث ہیں - تنو (جسم) لا جنس ہے -

سنسکرت کو گنگا اور سندھ کی وادی میں قدم رکھے ہوئے جب

Marfat.com

کچھ عرصہ گزر جاتا ہے تو اس کے گرامری ڈھانچے میں کچھ تبدیلیاں رونما ہونے لگتی ہیں جیسے کہ ابھی ذکر کیاجا چکا ہے ۔ سنسکرت میں عام طور پر صیغۂ مؤنث کے لیے لفظ کے آخر میں 'الف' کا لاحقہ استعمال ہوتا ہے جیسے ایسرا (پانی میں چلنے والی) ، سروپ نکھا (خوبصورت ناک والی) ۔ اسی قاعدہ کے مطابق قدیم ہندو عورتوں کے نام سرما ، رسبھا ، یشودھا ، رادھا اور سیتا وغیرہ رکھے جاتے تھے لیکن ایک وقت آتا ہے کہ سنسکرت زبان کے بولنے والے مؤنث کے لیے 'الف' کے ساتھ یائے معروف (ی) کا استعمال بھی شروع کر دیتے ہیں جیسا کہ سرسوتی، گندھاری، کنتی اور دروپدی وغیرہ اور اسی طرح اندر سے اندرانی اور یم سے یمی وغیرہ ۔ اگرچہ قدیم سنسکرت میں لفظ کے بعد یائے معروف کا لاحقہ مذکر کی علامت تسلیم کیا جاتا تھا ۔ اس کی وجہ واضح طور پر یہی ہو سکتی ہے کہ اکثر دوسری باتوں کی طرح مؤنث بنانے کا یہ طریقہ بھی آریاؤں نے وادیٔ سندھ میں پہلے سے آباد قوموں سے مستعار لیا ۔ آج بھی پنجاب کے دیہاتوں میں عورتوں کے نام یائے معروف کے لاحقہ کے ساتھ رکھے یا پکارے جاتے ہیں جیسے کہ ہرنامی ، سنتی ، دلاری ، راسی ، رجی اور بھاگی وغیرہ اور مردوں کے الف کے لاحقے کے ساتھ ہرناما ، سنتا، راما ، ملکھا ، شیرا اور نورا وغیرہ ۔ لیکن جہاں زیادہ تر آریائی تہذیب کا زور رہا ہے وہاں آج بھی عورتوں کے نام 'الف' کے لاحقہ کے ساتھ کملا ، شیاما ، لیلا اور شانتا وغیرہ رکھے جاتے ہیں اور مردوں کے بنارسی ، کاشی ، اور ملکھی وغیرہ ۔

فارسی صرف و نحو کو لیں تو وہاں بھی کوئی ایسا مسلمہ لاحقہ نظر نہیں آتا کہ جس سے کسی چیز کی تذکیر و تانیث کا پتہ چل سکے ۔ کچھ اسماء تو ایسے ہیں کہ جن کی صنف خود ان کے نام سے ظاہر ہے جیسے کہ مادر ، پدر ، دیوپری اور اسپ مادیاں وغیرہ ۔ باقی اسماء کے لیے تذکیر و تانیث کا طریقہ یہ ہے کہ انسان کے لیے مرد و زن کا لاحقہ زیادہ کرتے ہیں جیسے کہ پیر مرد ، پیر زن اور جادوگر مرد ، جادوگر زن وغیرہ ۔ جانوروں کے لیے نر اور مادہ کا لاحقہ لگاتے ہیں جیسا کہ گربہ نر ، گربہ مادہ اور شیر نر ، شیر مادہ وغیرہ ۔ علاوہ ازیں جہاں اردو میں اسم کی تذکیر و تانیث کے ساتھ فعل کی صورت بھی بدل جاتی ہے

Marfat.com

وہاں فارسی میں فعل کی صورت دونوں اصناف کے لیے وہی قائم رہتی ہے۔

اردو میں سنسکرت اور فارسی کے برعکس تذکیر و تانیث کے لیے مسلمہ قاعدے موجود ہیں جیسا کہ جس مذکر کے آخر میں 'الف' کا لاحقہ ہو تو اس کی تانیث کے لیے آخر کا 'الف' اڑا کر اس کی جگہ یائے معروف (ی) لگاتے ہیں جیسا کہ گھوڑا گھوڑی اور لڑکا لڑکی وغیرہ۔ اگر مذکر کے آخر میں 'ی' کا لاحقہ ہو تو اسے اڑا کر اس کی جگہ 'ن' زیادہ کرتے ہیں جیسے دھوبی دھوبن اور قریشی قریشن وغیرہ۔ ان کے علاوہ باقی الفاظ کے لیے ی ، نی ، یا انی کا لاحقہ زیادہ کرتے ہیں جیسے کہ مرغ سے مرغی ، مور سے مورنی، ہاتھی سے ہتھنی اور سید سے سیدانی وغیرہ۔

بے جان اشیاء کی تذکیر و تانیث کے لیے اردو میں بھی کوئی قاعدہ کلیہ موجود نہیں جیسے کہ موسم کا لفظ خود مذکر ہے۔ لیکن مختلف موسموں کے نام مؤنث ہیں جیسے کہ گرمی، سردی، بہار اور برسات وغیرہ۔ اسی طرح صفت تفضیلی کا بھی اس سے کوئی تعلق نہیں جیسے کہ رتی مؤنث ہے ماشہ اور تولہ مذکر ، چھٹانک مؤنث ہے پاؤ اور سیر مذکر اور پھر پنسیری (پانچ سیر) مؤنث ہے اور من مذکر۔ اسے گزرے ہوئے دور میں سنسکرت سے گہرے تعلقات کا نتیجہ قرار دیا جا سکتا ہے۔ اگرچہ اردو میں یہاں بھی ایک خاص قاعدہ کار فرما نظر آتا ہے اور وہ ہے لفظی مشابہت۔ جاندار مذکر الفاظ کے مشابہ بے جان اشیاء اکثر مذکر کہلاتی ہیں جیسے کہ گھنٹہ، ماشہ، محلہ، دریا اور پودا وغیرہ۔ اس کے مقابلے میں گھڑی، پنسیری، گلی اور ندی وغیرہ مؤنث شمار کی جاتی ہیں۔

واحد جمع

سنسکرت میں اپنی مغربی بہن قدیم یونانی اور کئی ایک سامی الاصل زبانوں کی طرح واحد اور جمع کے ساتھ تثنیہ کا صیغہ بھی موجود ہے۔ تثنیہ کے صیغہ کا اردو میں عدم استعمال بھی اسے سنسکرت سے خاص طور پر ممیز کرتا ہے۔ دنیا کی اکثر قدیم زبانوں میں جمع کے ساتھ تثنیے کا صیغہ بھی موجود ہے۔ یہ امر ہمیں تاریخ کی ان

Marfat.com

گہرائیوں تک لے جاتا ہے جہاں کہ زبان ابھی اپنے عہد طفلی میں پرورش پا رہی تھی اور اس کی ہیئت انسان کے محض ذاتی اور نزدیکی مشاہدات کی مرہون منت تھی - اس وقت انسان کے لیے 'ایک' کے ساتھ 'دو' کا عدد بھی ایک مسلمہ اکائی کی حیثیت رکھتا تھا کیونکہ جب وہ روزمرہ کے مشاہدہ میں اپنے یا عزیز واقارب کے جسم پر نظر ڈالتا تھا تو اسے آنکھ ، ناک ، کان ، ہونٹ ، پستان ، ہاتھ ، اور پاؤں وغیرہ سب دو دو ہی نظر آتے تھے اور یہی حالت اس کے ماحول کی بھی تھی جہاں کہ چرندوں اور پرندوں کے سینگ، بازو، آنکھ اور کان وغیرہ کی بھی یہی صورت تھی - لا محالہ اس کے لیے دو کا عدد جمع کے عدد سے ایک بالکل الگ اور مختلف شے تھی جس کے اظہار کے لیے اسے ایک نئی اصطلاح کی ضرورت تھی - یہی وجہ ہے کہ دنیا کی قدیم سامی اور آریائی الاصل زبانوں میں واحد اور جمع کے ساتھ تثنیہ کا صیغہ بھی موجود ہے - اگرچہ اب اس کا استعمال دن بدن متروک ہوتا جا رہا ہے اور دنیا کی اکثر زبانیں اسے بالکل ترک کر چکی ہیں -

تذکیر و تانیث کی طرح سنسکرت میں واحد اور جمع کے صیغہ میں بھی کئی ایک عجیب وغریب خصوصیتیں موجود ہیں - مثال کے طور پر تین سے لے کر انیس تک کے اعداد کے لیے ہمیشہ جمع کا صیغہ استعمال ہوتا ہے اور تذکیر و تانیث کے ساتھ تبدیل نہیں ہوتا یعنی پندرہ آدمیوں (مذکر) کے لیے پنجد شاپرشا کہیں گے اور پندرہ فوجوں (مؤنث) کے لیے پنجد شاسینانی - لیکن بیس سے لے کر نوے تک کے اعداد کے لیے ہمیشہ صیغہ واحد مؤنث استعمال ہوتا ہے جیسے کہ 'میرے لیے اکیس آم لاؤ' کا ترجمہ بجائے 'اک بشتی امرا (مذکر) معانیہ' کے 'اک بشتمو امرانی (مؤنث) معانیہ' کریں گے - اسی طرح صیغہ' واحد متکلم کے بجائے جمع متکلم کے صیغہ کے استعمال کو ترجیح دی جاتی ہے - یعنی اپنے لیے بجائے 'اہمو' (میں) کے 'ویامو' (ہم) استعمال کیا جاتا ہے جب کہ اردو میں بڑا آدمی ہی اس استحقاق کو استعمال کر سکتا ہے - اس کے برعکس نچلے طبقے کے لیے حقارت کے طور پر زیادہ تعداد کے لیے بھی واحد کا صیغہ ہی استعمال ہوتا ہے -

Marfat.com

جمع بنانے کے لیے اکثر واؤ کا لاحقہ زائد کرتے ہیں مثلاً کرتن (بیوقوف) سے کرتنو، اپس (پانی) سے اپسو اور یدھ (جنگ) سے یدھو۔ اگر آخر میں 'الف' ہو تو اسے حذف کرکے واؤ لگاتے ہیں جیسے دشا (سمت) سے دشو وغیرہ ۔

فارسی میں بھی اس وقت اردو کی طرح صرف واحد اور جمع کے دو صیغے ہیں ۔ اگرچہ اوستائی میں باقی آریائی حلقہ کی زبانوں کی طرح تثنیہ کا صیغہ موجود تھا لیکن اب جدید یونانی کی طرح اس کا استعمال متروک ہو چکا ہے ۔

واحد سے جمع بنانے کے لیے جاندار اسماء کے آخر میں 'ان' زیادہ کرتے ہیں جیسے کہ مرد سے مرداں' زن سے زناں اورسگ سے سگاں وغیرہ۔ اگر واحد کے آخر میں ہائے مختفی موجود ہو تو اسے حذف کر کے 'گاں' لگا دیتے ہیں جیسے بندہ سے بندگاں ، بچہ سے بچگاں اور کشتہ سے کشتگاں وغیرہ ۔ اگر واحد کے آخر میں 'الف' یا 'واؤ' ہو تو 'یاں' زیادہ کرتے ہیں جیسے دانا سے دانایاں اور خوبرو سے خوبرویاں وغیرہ ۔

بے جان اسموں کی جمع بناتے وقت واحد کے آخر میں ہا لگاتے ہیں جیسے قلم ہا، صندلی ہا وغیرہ ۔ اگر واحد کے آخر میں ہائے مختفی ہو تو 'ہا' لگانے سے پہلے اسے حذف کر دیتے ہیں جیسے خامہ سے خامہا اور نامہ سے نامہا وغیرہ لیکن اگر آخر میں ہائے ملفوظی ہو تو حذف نہیں کرتے جیسے زرہ سے زرہ ہا اور کلاہ سے کلاہ ہا ۔ بعض اوقات واحد کے آخر میں ہائے مختفی ہونے پر 'جات' زیادہ کرتے ہیں جیسے قلعہ جات اور نقشہ جات وغیرہ ۔ بعض فارسی الفاظ کی جمع عربی قاعدہ سے بھی بناتے ہیں مثلاً بیگم سے بیگمات ، مکان سے مکانات وغیرہ ۔

فی زمانہ جدید فارسی میں جمع بنانے کے لیے جاندار یا بے جان کی تمیز کو بالائے طاق رکھتے ہوئے 'ہا' کے استعمال کی طرف زیادہ رجحان ہے جیسے کہ درخت ہا ، ایرانی ہا، کوچہ ہا ، اور بچہ ہا وغیرہ ۔

اردو میں فارسی کے برعکس مذکر اسم کے آخر میں اگر 'الف' یا 'ہ' ہو تو جمع بنانے کے لیے یائے مجہول (ے) سے بدل دیتے ہیں جیسے گھوڑا

Marfat.com

گھوڑے،لڑکا سے لڑکے، تولہ سے تولے - جس اسم کے آخر میں 'ان' ہو تو جمع بناتے وقت 'الف' کو یائے مجہول اور ہمزہ سے بدل دیتے ہیں جیسے دھواں سے دھوئیں اور کنواں سے کنوئیں - اگر مذکر کے آخر میں 'الف' یا 'ہ' نہ ہو تو واحد اور جمع دونوں میں وہی شکل رہتی ہے جیسے دس میل ، پندرہ سیر اور چالیس گز وغیرہ -

مؤنث اسموں کی جمع کے لیے اگر اسم کے آخر میں 'یا' ہو تو نون غنہ زیادہ کرتے ہیں جیسے گڑیا سے گڑیاں ، چڑیا سے چڑیاں - اگر آخر میں یائے معروف (ی) ہو تو 'اں' زیادہ کرتے ہیں جیسے مرغی سے مرغیاں ، قینچی سے قینچیاں اور کلی سے کلیاں - اگر آخری حرف 'الف' یا واؤ ہو تو 'ئیں' زیادہ کرتے ہیں جیسا کہ ہوائیں، دوائیں اور خوشبوئیں وغیرہ - اگر آخر میں مذکورہ بالا حروف میں سے کوئی نہ ہو تو 'یں' زیادہ کرتے ہیں جیسے کہ کتابیں' قلمیں اور بہنیں وغیرہ -

غیر ملکی الفاظ کی جمع ان کی اردو الفاظ سے مشابہت کی بناء پر بناتے ہیں جیسا کہ الماری سے الماریاں، گرجا سے گرجے، میز سے میزیں اور نب سے نبیں وغیرہ -

گرامری تفاوت

واضح رہے کہ اردو زبان کا صرف و نحو کے لحاظ سے فارسی اور سنسکرت سے نہ صرف فروعی بلکہ اصولی اور بنیادی طور پر اختلاف ہے - یہ بات کسی طرح ذہن میں نہیں آتی کہ ایک زبان کی شاخ اس سے اتنی مختلف ہو - دنیا کی زبانوں کی تاریخ میں ہمیں ایسی کوئی مثال نظر نہیں آتی - اگر محض لغوی اشتراک کو ہی زبانوں کے باہمی رشتے کا معیار قرار دے دیا جائے تو فارسی اور ہسپانوی زبانوں میں عربی الاصل الفاظ کا اتنا حصہ موجود ہے کہ انہیں بجائے آریائی الاصل ہونے کے سامی زبانوں کی شاخیں قرار دیا جا سکتا ہے خاص کر جب کہ فارسی زبان کا تو نہ صرف سرمایۂ الفاظ ہی بلکہ ایک حد تک اس کی صرف و نحو بھی عربی زبان سے متاثر ہے اور اس کا رسم الخط بھی سامی ہے - اگر فارسی

Marfat.com

اور ہسپانری کو لغوی اور دیگر پہلوؤں میں مشابہت کی بناء پر سامی زبان کی شاخیں نہیں مانا جاتا تو پھر اردو زبان کو محض لغوی مطابقت کی بناء پر کس طرح سنسکرت یا آریائی زمرہ کی شاخ قرار دیا جا سکتا ہے اگر فارسی اور ہسپانوی میں عربی اور اردو میں فارسی الفاظ کا عنصر مسلمان حملہ آوروں کا مرہون منت ہے تو پھر اردو زبان میں سنسکرت الاصل الفاظ کی موجودگی کو آریائی قبائل کے ورود کا نتیجہ قرار دینے میں کونسا امر مانع ہے ۔ اردو اور سنسکرت کی صرف و نحو کے اس تفاوت مگر باہمی لغوی مطابقت کو پیش نظر رکھتے ہوئے مشہور ماہر لسانیات مسٹر جارج گریرسن کو اپنی شہرۂ آفاق تصنیف 'ہندوستان کا لسانی جائزہ' (Linguistic Survey of India) میں یہ کہنا پڑا کہ :

''ہندوستانی (اردو) سنسکرت سے نہیں بلکہ سنسکرت سے ملتی جلتی کسی دوسری آریائی زبان سے نکلی ہے جس کا کہ اب کوئی نشان ہمارے سامنے موجود نہیں ۔ اگر ہم ہندوستانی اور سنسکرت کے باہمی رشتے کا اظہار کرنا چاہیں تو یہ اس طرح ہو گا کہ سنسکرت اور ہندوستانی کی جد امجد آپس میں بہنیں تھیں ۔ پراکرت جو کہ ہندوستانی کی ماں ہے وہ سنسکرت کی بہن کی لڑکی یعنی بھانجی ہے ۔''

آگے چل کر ایک دوسری جگہ رقمطراز ہیں کہ :

''سنسکرت صد ہا سال سے ہندوستانی زبان کو گہرے طور پر متأثر کرتی رہی ہے لیکن ان اثرات کا نتیجہ صرف لغوی پہلو ہی میں نمایاں ہے ۔ گرامری پہلو اس سے شمہ بھر بھی متأثر نہیں ہوا یا پھر وہ اثرات اتنے کم اور غیر اہم ہیں کہ انہیں بآسانی نظر انداز کیا جا سکتا ہے ۔''

لیکن باوجود اس کے گریرسن اپنے عہد کی رائے عامہ سے دامن نہیں بچا سکے اور انہوں نے اس صرف و نحو کے اختلاف میں بھی تطبیق کی ایک راہ تلاش کرلی اور اردو زبان کو سنسکرت کی بجائے اس کی کسی نا معلوم ہم عصر آریائی زبان سے مشتق قرار دے کر اپنے زمانہ کے ہمہ گیر

Marfat.com

نظریات کی ہاں میں ہاں ملا دی۔ حالانکہ یہ نظریہ حقائق و شواہد کی کسوٹی پر کسی طرح پورا نہیں اترتا۔

ہڑپہ کی طرف

جب یہ امر پایۂ ثبوت تک پہنچ جاتا ہے کہ اردو زبان کا سر چشمہ نہ تو سنسکرت ہے اور نہ فارسی تو ایک صدیوں پرانا مفروضوں کا فلک بوس محل آن واحد میں زمین پر آ رہتا ہے اور ہمارے سامنے میدان پھر خالی کا خالی رہ جاتا ہے۔ اس خلا کو پر کرنے کے لیے ہمارے پاس سوائے اس کے اور کوئی چارہ کار باقی نہیں رہ جاتا کہ ہم نئی بنیادوں پر ایک نئی عمارت کھڑی کریں لیکن اس کے لیے اینٹ مسالا کہاں سے آئے سوائے اس کے کہ کھنڈرات سے تلاش کر کے جو کام کی چیز نظر آئے اکٹھی کر لیں لیکن یہ کام اتنا آسان نہیں کیونکہ انقلابات زمانہ نے ان آثارات کو جو کہ اس پہلو میں ممد و معاون ثابت ہو سکتے تھے پیس کر اتنا مہین کر دیا ہے اور طوفان حوادث نے انہیں اس طرح سے بکھیر دیا ہے کہ بظاہر انہیں اکٹھا کر کے کسی واضح شکل میں لانا محال نظر آتا ہے۔

سنسکرت اور فارسی کے بعد کوئی ایسی غیر ملکی زبان میدان میں نہیں رہ جاتی کہ جسے اردو زبان کی اصل کے طور پر پیش کیا جا سکے۔ اس لیے لا محالہ ہمیں برصغیر کی قدیم زبانوں کی طرف رجوع کرنا ہو گا۔ جب ہم اردو زبان کے لغوی سرمایے اور صرف و نحو کا موازنہ برصغیر کی موجودہ زبانوں سے کرتے ہیں تو جو زبان اس کے سب سے زیادہ نزدیک نظر آتی ہے وہ پنجابی ہے بلکہ یہ کہنا زیادہ موزوں ہو گا کہ صرف و نحو کے لحاظ سے پنجابی کے علاوہ کوئی دوسری زبان اردو سے گہری مطابقت نہیں رکھتی۔ حقیقت بھی یہ ہے کہ اردو زبان کی بنیادیں وادیٔ سندھ ہی میں استوار ہوئی ہیں اور اس کا سلسلۂ نسب پنجابی، اپ بھرنش اور مقامی پراکرت سے ہوتا ہوا قدیم ہڑپائی عہد کی زبان سے جا ملتا ہے جو کہ آریاؤں کی آمد سے قبل وادیٔ سندھ میں مروج تھی۔

اب سوال یہ باقی رہ جاتا ہے کہ ہڑپائی تہذیب کے دور میں یہاں کونسی زبان مروج تھی اور برصغیر کی قدیم زبانوں کے کون سے کنبے

Marfat.com

سے تعلق رکھتی تھی - زیر نظر کاوش میں اسی سوال کا حل تلاش کرنے کی کوشش کی گئی ہے اگرچہ اس خاکہ میں رنگ بھر کر اس کے خد و خال کو پوری طرح اجاگر کرنے کے لیے ابھی وقت درکار ہے -

اردو زبان کی تاریخ کے مختلف پہلوؤں کا جائزہ لینے کے لیے مندرجہ ذیل موضوعات زیرغور ہیں جن پر بشرط زندگی تفصیلی بحث کرنے کا ارادہ ہے - زیر نظر کاوش میں ان میں سے بعض موضوعات کا صرف اجمالی سا خاکہ پیش کرنے پر اکتفا کیا گیا ہے :

۱ - زبان کے اشتقاق پہلو
۲ - ہڑپہ سے پہلے (ایک لسانی مطالعہ)
۳ - ہڑپائی تہذیب کا لسانی جائزہ
۴ - ہڑپائی تہذیب کے لسانی رشتے
۵ - سنسکرت اور آریائی زبانیں (ایک تقابلی جائزہ)
۶ - اردو زبان کا پراکرتی دور
۷ - وادیٔ سندھ اور ترکی و تاتاری زبانیں
۸ - وادیٔ سندھ کی زبان پر یونانی اثرات
۹ - وسط ایشیا کے پاکستانی نو آبادکار (ایک لسانی مطالعہ)
۱۰ - ہمارے جپسی بھائی
۱۱ - اردو عہد اسلامی میں
۱۲ - پاکستان کا مشترکہ لسانی ورثہ
۱۳ - پنجابی ، دکنی اور اردو
۱۴ - اردو زبان عہد فرنگ میں
۱۵ - دور حاضر میں اردو زبان کی تعلیم و ترویج کے مسائل

معاون کتابیں :

۱۶ - وادیٔ سندھ کی تہذیب نئے زاویوں سے
۱۷ - وادیٔ سندھ کا تہذیبی ورثہ
۱۸ - Urdu Language Through The Ages
۱۹ - The Prehistory of The Punjabi Language

یہ کہنا ابھی قبل از وقت ہے کہ میں اس عظیم کام سے کس حد تک عہدہ برآہو سکوں گا اور آیا میں ان موضوعات سے پورا پورا انصاف بھی کر سکوں گا یا نہیں - یہاں میں صرف اپنے خلوص اور محنت کا عہد کر سکتا ہوں -

Marfat.com

ہڑپہ سے پہلے

(ایک لسانیاتی مطالعہ)

سلام اس دھرتی کو
جہاں غلہ، چاول اور جو میسر ہیں
جہاں پانچ قومیں آباد ہیں
جو بارشوں کی وجہ سے سرسبز و شاداب ہے
(اتھروید)

اتھروید میں ہی ایک دوسری جگہ دشمن کے شر سے محفوظ رہنے کے لیے یہ دعا مرقوم ہے :

وہ (یعنی دشمن) تین منزلیں دور چلا جائے
وہ پانچ قوموں کی سرزمین سے بھی آگے چلا جائے
وہ تین فضاؤں (لوک) سے بھی آگے چلا جائے
جہاں سے کہ وہ اس وقت تک نہ لوٹ سکے
جب تک کہ آکاش کی بلندیوں میں سوریہ دیوتا جلوہ فگن ہے

رگ وید میں سپت سندھو بمعنی سات دریاؤں کی سر زمین یعنی موجودہ پنجاب کو پنچ جنیا کرشٹی (بمعنی پانچ قوموں کی سر زمین) کا نام دیا گیا ہے ۔ رگ وید ہی میں مترا دیوتا کی حمد میں یہ الفاظ استعمال کیے گئے ہیں :

پانچ قوموں نے ہمارے محافظ مترا دیوتا کے سامنے اپنے سرنگوں کر دیے ۔
وہی تمام دیوتاؤں کی سہائتا کرنے والا ہے ۔

مفسروں نے ان پانچ قوموں کے بارے میں مختلف توضیحات کی ہیں ۔ بہرحال اس سے یہ امر واضح ہے کہ آریاؤں کی آمد کے وقت وادیٔ سندھ

Marfat.com

میں کئی ایک قومیں یا نسلیں آباد تھیں - ہڑپہ ، موئن جودڑو اور اس
عہد سے تعلق رکھنے والے دیگر کھنڈرات کی کھدائیوں کے دوران جو
ڈھانچے برآمد ہوئے ہیں ان کے بارے میں ماہرین علم الکاسیات کی تحقیق
اس نظریہ کی تائید کرتی ہے اور ماہرین نسلیات اور تاریخ دان حضرات
بھی اس امر پر صاد کرتے ہیں -

آریاؤں کی آمد سے قبل برصغیر پاک و ہند میں کولاری اور دراوڑی
اقوام کا دور دورہ تھا اور کوہ ہمالیہ کے دامن میں منگولی نسل کے قبائل
آباد تھے - یہ امر پایۂ ثبوت تک پہنچ چکا ہے کہ آریاؤں کی آمد کے وقت
وادیٔ سندھ میں دراوڑی قبائل کو بالا دستی حاصل تھی - درحقیقت
آریاؤں کی طرح دراوڑی قبائل بھی یہاں کے حقیقی باشندے نہ تھے بلکہ
آریاؤں کی آمد سے کوئی ہزار ڈیڑھ ہزار سال قبل یہاں وارد ہوئے تھے -
عام طور پر تسلیم کیا جاتا ہے کہ منڈا قبائل برصغیر کے قدیم ترین
باشندے ہیں اور دراوڑوں کی آمد سے قبل یہاں آباد تھے -

ماہرین منڈا قبائل کو قدیم آسٹریلوی نسل سے منسلک قرار دیتے ہیں،
جو کہ ایک وقت میں نیوزی لینڈ سے لے کر پنجاب تک پھیلی ہوئی تھی-
برصغیر کا منڈا گروہ کول ، بھیل ، سنتھال ، منڈا ، ساورا ، ہو ،
کوروا ، جانگ اور کورکو وغیرہ قبائل پر مشتمل ہیں -
ماہرین آثار قدیمہ نے وادیٔ سندھ کی قدیم تہذیب کو چار مختلف

ادوار میں تقسیم کیا ہے - اول آمری نال تہذیب ، دوم ہڑپائی یا دراوڑی
تہذیب ، سوم جھنگر تہذیب اور چہارم جھکار تہذیب - ان میں آمری نال
تہذیب کو سب پر سبقت حاصل ہے - اس تہذیب کے بارے میں میں اپنے
ایک مضمون 'آمری نال تہذیب' (امروز ، لاہور ، جون ، جولائی ۱۹۶۴ء
دو اقساط) میں تفصیلی بحث کر چکا ہوں - یہاں ہم اس کے نمایاں
خد وخال کے ذکر پر ہی اکتفا کریں گے -

بیسویں صدی کے اوائل میں جب ماہرین آثار قدیمہ کی کاوشوں کے
طفیل ہڑپہ ، موئن جودڑو اور دیگر مقامات پر برصغیر کی آریاؤں سے
قبل کی تہذیب کے آثار برآمد ہوئے تو محکمۂ آثار قدیمہ نے اس تہذیب کی

Marfat.com

گم گشتہ کڑیوں کی تلاش میں موجودہ مغربی پاکستان ، بھارتی پنجاب ، راجستھان ، گجرات اور کاٹھیاواڑ کے علاقہ میں اپنی سرگرمیاں تیز تر کر دیں - اس کے نتیجے میں کئی ایک مقامات پر ہڑپائی تہذیب سے بڑی قدیم تہذیب کے آثارات سامنے آئے جن میں موئن جودڑو کے قریب واقع 'آمری' اور بلوچستان میں 'نال' کے مقامات خاص اہمیت رکھتے ہیں - اسی بناء پر اسے 'آمری نال تہذیب' کے نام سے موسوم کیا جاتا ہے - حال ہی میں کوٹ دیجی کے آثارات کی دریافت بھی اسی سلسلے کی ایک کڑی ہے - اس تہذیب کے آثار سندھ اور بلوچستان کے علاوہ بھارتی پنجاب میں روپڑ ، راجستھان میں کالی بنگن اور گجرات میں لوتھل کے مقامات سے برآمد ہوئے ہیں - ہر جگہ اس کے آثارات ہڑپائی تہذیب کے آثارات سے نچلی سطح پر پائے گئے ہیں جس سے لامحالہ یہ ثابت ہوتا ہے کہ 'آمری نال تہذیب' کو ہڑپائی تہذیب پر سبقت حاصل ہے -

گو 'آمری نال تہذیب' کی ابتداء ماضی کے دھندلکوں میں جا کر گم ہو جاتی ہے لیکن اس کی آخری منازل کے آثارات قریباً ۲۲۰۰ ق م تک موجود ملتے ہیں جس کے بعد یہ ہڑپائی تہذیب میں مدغم ہو جاتی ہے- اس کا ابتدائی دور ھجری عہد سے تعلق رکھتا ہے لیکن آخری مراحل میں کانسی کے عہد کے آثار بھی سامنے آئے ہیں جنھیں ہم غالباً ہڑپائی تہذیب سے تعلقات کا نتیجہ قرار دے سکتے ہیں - اس دور میں ابھی تک فن تحریر نے جنم نہیں لیا تھا اور فن تعمیر میں بھی پختگی نہیں آئی تھی - مکانوں کی بنیادوں کے لیے بعض جگہ پتھر استعمال ہوا ہے لیکن دیواریں عام طور پر مٹی یا خام اینٹوں سے تعمیر کی گئی ہیں -

ان آثارات کے مطالعے سے پتہ چلتا ہے کہ یہ لوگ عام طور پر گلہ بانی ، شکار اور چھوٹے پیمانے پر کاشتکاری کے ذریعے گزر اوقات کرتے اور چھوٹی چھوٹی بستیاں بنا کر رہتے تھے - صنعت و حرفت کے پہلو میں کوزہ گری ، منکہ سازی اور کھلونے بنانا خاص طور پر قابل ذکر ہیں - اس عہد کے ہتھیاروں اور اوزاروں میں کلہاڑی کے پھل ، نیزوں کی انیاں ، بسولی نما سلاخیں (پنجابی اور منڈاری : سبّل) اور آرے شامل ہیں- اس دور میں تجہیز و تکفین کی دو مختلف صورتیں سامنے آئی ہیں - ایک صورت میں مردے کو اس کی صحیح حالت میں دفنایا گیا ہے اور جسم

Marfat.com

کے زیورات کے سوا ان مدفنوں سے اور کوئی شے برآمد نہیں ہوئی - اس کے برعکس دوسری صورت میں مدفنوں سے بجائےمکمل ڈھانچوں کے صرف ہڈیاں برآمد ہوئی ہیں - کسی میں ایک انسان کی کسی میں زیادہ کی لیکن ان مدفنوں میں ضروریات زندگی کی اشیاء بھی ساتھ دفن شدہ دستیاب ہوئی ہیں جو آج ہمیں اس تہذیب کا جائزہ لینے میں ممد و معاون ثابت ہو رہی ہیں - مدفنوں کے اس اختلاف سے یہ بھی واضح ہوتا ہے کہ ہڑپہ اور موئن جو دڑو کی دراوڑی تہذیب سے قبل بھی یہاں کم از کم دو مختلف نسلیں ایک دوسرے کے دوش بدوش آباد تھیں -

کیا ماہرین تاریخ کے اس نظریہ کو کہ برصغیر میں دراوڑی قوم کی آمد سے قبل یہاں منڈا قبائل آباد تھے ماہرین آثار قدیمہ کے اس نظریہ سے تطبیق دی جا سکتی ہے کہ ہڑپائی تہذیب سے قبل یہاں 'آمری نال تہذیب' کا دور دورہ تھا - جہاں تک ہڑپائی تہذیب کا تعلق ہے اسے دراوڑی تسلیم کرنے میں کوئی باک نہیں - سرجاہن مارشل (John. Marshall) ، ڈاکٹر ایچ - آر - ہال ، جناب ولیم ولسن ہنٹر (W. W. Hunter) اور دیگر کئی ایک صاحب الرائے حضرات اس نظریہ کے حامی ہیں - ظاہر ہے کہ اگر منڈا قبائل کو دراوڑی گروہ کے پیشرو تسلیم کیا جاتا ہے تو پھر کوئی وجہ نہیں کہ 'آمری نال تہذیب' کو ان قبائل سے منسوب نہ کیا جائے - خاص کر جب کہ ماہرین کاسیاست ان کھنڈرات سے ملنے والے انسانی ڈھانچوں کو قدیم آسٹریلوی نسل سے مطابقت رکھنے والے قرار دیتے ہیں اور ماہرین نسلیات منڈا قبائل کو بھی اسی گروہ سے منسلک تسلیم کرتے ہیں - اس امر کی مزید وضاحت کے لیے ہم عمرانیات اور لسانیات کے مطالعے سے مدد لیں گے -

فی زمانہ منڈا قبائل بھارت میں راجستھان سے لے کر بہار تک پھیلے ہوئے ہیں - خاص کر وسط ہند ان کے مرکز کی حیثیت رکھتا ہے - یہ قبائل اکثر تہذیب و تمدن کی دنیا سے دور گھنے جنگلات میں آباد ہیں - مشہور ماہر لسانیات سرجارج گریرسن کا قول ہے کہ ایک وقت میں منڈا گروہ کا دائرہ عمل ان کی موجودہ آبادی کی نسبت بہت وسیع ہو گا - قرائن سے اندازہ ہوتا ہے کہ آریاؤں کی آمد سے پیشتر ہی یہ قبائل دراوڑی گروہ سے مغلوب ہو چکے تھے اس لیے آریائی قبائل

Marfat.com

کو وادیٔ سندھ میں وارد ہونے پر زیادہ تر دراوڑوں ہی سے واسطہ پڑا۔ یہی وجہ ہے کہ جہاں دراوڑی زبانوں نے نو واردوں کی زبانوں پر گہرے اثرات چھوڑے ہیں وہاں منڈا گروہ کی زبانیں اس پر کوئی قابل ذکر اثر نہیں ڈال سکیں۔ بقول سرجارج گریرسن اس زمرہ کے صرف چند ایک الفاظ ہی قدیم سنسکرت میں ملتے ہیں جیسے کہ پانی، کپاس، کپاس کا کپڑا اور بانس کے تیر (سار) یا پھر بعض جغرافیائی نام ہیں جیسے کہ کوشل، تسلا، کالنگا وغیرہ۔ گنتی میں بیس کی اکائی 'کوڑی' کا استعمال بھی منڈا قبائل سے ہی مستعار ہے۔

اب دیکھنا یہ ہے کہ کیا منڈا گروہ سے تعلق رکھنے والے قبائل کبھی وادیٔ سندھ میں بھی آباد تھے گو 'آمری نال تہذیب' کے آثارات سے بر آمد شدہ آسٹریلوی نسل سے مطابقت رکھنے والے انسانی ڈھانچے زبان حال سے اس امر کی گواہی دے رہے ہیں لیکن ممکن ہے کہ موجودہ دور کا متجسس انسان اس بارے میں شک و شبہ کا اظہار کرے اس لیے ہم آج اس سوال کے حل کرنے میں وادیٔ سندھ اور منڈا گروہ کی موجودہ زبانوں کے تقابلی جائزے اور ان کے مروجہ رسم و رواج کے موازنے سے مدد لیں گے کیونکہ اگر منڈا قبائل کسی دور میں بھی یہاں آباد رہے ہوں گے تو یہاں ان کے لسانی عنصر اور کسی حد تک شادی غمی کے رسم و رواج کے اثرات کا موجود ہونا لازمی امر ہے۔ تاریخ کو مد نظر رکھتے ہوئے یہ تسلیم کرنا پڑتا ہے کہ اگر یہاں منڈا قبائل دراوڑوں سے بھی پہلے آباد تھے تو اس زمانے کو کم از کم پانچ ہزار سال سے بھی زیادہ عرصہ بیت چکا ہے۔ اس طویل عرصے میں یہاں مختلف تہذیبوں اور زبانوں کی لہریں ہی نہیں بلکہ لامتناہی ریلے آتے رہے جن میں سے ہر ایک طوفان میں یہی نظر آتا تھا کہ وہ سابقہ روایات کو خس و خاشاک کی طرح بہا کر لے جائے گا لیکن انسان کی فطری قدامت پسندی کے طفیل یہاں آج بھی ایسے رسم و رواج اور لسانی عناصر موجود ہیں جو کہ ان طوفانوں اور سیلابوں کی یورشوں سے محفوظ و مصئون رہے اور آج ہم ان سے گئے گزرے دور کے مدھم پڑتے ہوئے نقوش میں شواہد کا رنگ بھر کر انہیں اجاگر

Marfat.com

کرنے میں مدد لے سکتے ہیں ۔

میں نے اپنے مطالعہ کے لیے رانچی اور چھوٹا ناگپور کے گھنے جنگلات میں بسنے والے ان منڈا قبائل کا انتخاب کیا ہے جو کہ نہ صرف عام تہذیب و تمدن کی دنیا سے الگ تھلگ آباد ہیں بلکہ مغربی پاکستان کی حدوں سے تو کالے کوسوں دور واقع ہیں ۔ اس صورت میں کسی طرح یہ دعویٰ کرنا ممکن نہیں کہ ان دور افتادہ خطوں میں رسم و رواج اور لسانی مطابقت باہمی میل جول کا نتیجہ ہے ۔ یہ وہ قبائل ہیں جو کہ بیرونی دنیا سے ہمیشہ الگ تھلگ رہے اس لیے سنسکرت اور بعد میں آنے والی دوسری ہمسایہ زبانیں اس کے خالص پن کو زیادہ متأثر نہیں کر سکیں ۔

سب سے پہلے ہم بعض رسم و رواج اور تہواروں کو لیتے ہیں ۔ جب ہم شادی غمی کی مختلف رسموں کا جائزہ لیتے ہیں تو ان میں کئی ایسے رسم و رواج ہیں جن کا مقصد اکثر ہماری سمجھ سے بالا تر ہوتا ہے لیکن ہم ان پر صرف اس لیے عمل پیرا ہوتے ہیں کہ ہم نے اپنے بڑوں کو ایسا ہی کرتے دیکھا ہے اور انھوں نے یہ رسمیں اپنے بڑوں سے ورثے میں پائی تھیں ۔ اس طرح معلوم نہیں ان کا سلسلہ کہاں سے کہاں تک جا پہنچتا ہے ۔ آج ہم کچھ ایسی ہی رسموں کا ذکر کرتے ہیں جن کے بارے میں یہ دعویٰ کرنا بے جا نہ ہوگا کہ یہ کم از کم پانچ ہزار سال سے تو ضرور مروج ہیں ۔ اس سے زیادہ کے بارے میں کچھ نہیں کہہ سکتے کیونکہ یہ رسمیں وادیٔ سندھ میں اس وقت بھی رائج تھیں جب کہ ہڑپہ اور موئن جودڑو کی دراوڑی تہذیب نے ابھی جنم نہیں لیا تھا ۔

منڈا قبائل میں پائی جانے والی ذیل کی رسمیں خاص طور پر قابل ذکر ہیں :

دل دا : بمعنی پانی گرانا (دا بمعنی پانی ، دل بمعنی گرانا ، پنجابی ڈولھنا) ۔ جب دلہا دلہن کو بیاہ کر اپنے گھر لاتا ہے تو دلہا کی ماں ان دونوں کو پانی کے چھینٹے مارتی ہے اور ان کے سر پر وار کر اسے پیتی ہے ۔ پنجابی میں اس رسم کو 'پانی وارنا'

Marfat.com

بمعنی پانی نچھاور کرنا کہتے ہیں -

داہرچی : اس رسم سے مراد ہے کہ جب دلہا دلہن کے گھر شادی کی غرض سے پہنچتا ہے تو اس کی ساس اس پر پانی نچھاور کر کے اس کا استقبال کرتی ہے - یہ رسم بھی پنجاب میں موجود ہے -

دا آؤ : بمعنی پانی لانا - شادی کے موقعے پر دلہن کے گاؤں کی چار کنواری لڑکیاں پڑوس کے ندی ، نالہ یا تالاب سے پانی بھر کر دلہن کے گھر لاتی ہیں - پنجاب کے دیہات میں یہ رسم 'گھڑولی' کے نام سے رائج ہے -

چاؤ بیپر : دلہن کے سسرال آنے پر اس کی ساس اس کے سر پر چاول نچھاور کرتی ہے - یہ رسم بھارتی پنجاب کے ہندوؤں میں ابھی تک موجود ہے -

منڈا وا دارم ٹکا : جب بارات شادی کے پنڈال کی طرف رخ کرتی ہے تو دلہن کی رشتے دار عورتیں اس کا راستہ روک کر کھڑی ہو جاتی ہیں اور جب تک بارات والے انہیں معاوضہ ادا نہیں کرتے یہ راستہ نہیں چھوڑتیں - پنجاب میں اس قسم کے معاوضہ مانگنے کو 'لاگ' کہتے ہیں -

لیجا : بمعنی کپڑا - شادی کے موقع پر مختلف رشتے داروں کو جو کپڑے کی چادریں دی جاتی ہیں انہیں 'لیجا' کہتے ہیں - مثلاً اینگا باگے لیجا (ساس کا کپڑا)، سالا لیجا (سالے کا کپڑا) - پنجاب میں اس قسم کے کپڑوں کو 'ریجا' کہتے ہیں -

بالا : بمعنی بارات - اس کا نشان ہمیں 'سربالا' کے لفظ میں ملتا ہے - بمعنی بارات کے آگے لگنے والا - ویسے منڈا قبائل میں بھی یہ رسم موجود ہے وہاں 'سربالا' کو 'لوکنڈی' کہتے ہیں -

Marfat.com

پوہل : منڈا قبائل میں جب دو آدمی ایک دوسرے کے ساتھ گہری دوستی یا بھائی چارہ قائم کرنا چاہتے ہیں تو یہ رسم ادا کرتے ہیں ۔ سکھ مذہب میں یہ رسم انہی معنوں میں بطور ایک مذہبی فریضہ کے موجود ہے ۔ جسے وہ 'پوہل چھکنا' کہتے ہیں ۔

منڈا تہواروں میں کرم ، ماگھی اور پھاگو خاص طور پر قابل ذکر ہیں :

کرم : یہ تہوار بھادوں کے مہینے میں چاند کی گیارہویں تاریخ کو منایا جاتا ہے ۔ پنجاب میں اس تہوار کو 'تئیاں' کہتے ہیں جب کہ دیہات کی بہو بیٹیاں گاؤں سے باہر جا کر درختوں پر جھولے ڈالا کرتی تھیں ۔ یہ رسم ہندوؤں کے ساتھ ہی یہاں سے ختم ہو گئی ۔

ماگے پرب : یہ تہوار پوس کے مہینے میں پورے چاند کے دن منایا جاتا ہے ۔ اس دن ان کا نیا سال شروع ہوتا ہے اس تہوار پر وہ بزرگوں کی روحوں کی پوجا کرتے ہیں ۔ پنجاب کے ہندوؤں میں یہ تہوار 'ماگھی' کے نام سے مشہور تھا اور اس دن وہ اپنے متبرک دریاؤں پر جا کر نہاتے اور پوجا پاٹھ کرتے تھے ۔

پھاگو : یہ تہوار ماہ پھاگن کے پورے چاند کے دن منایا جاتا ہے ہندوؤں میں یہ تہوار 'ہولی' کے نام سے مشہور ہے جب کہ وہ ایک دوسرے پر رنگ پھینکتے ہیں اور رنگ رلیاں مناتے ہیں ۔ ہمارے ہاں سے یہ رسم ختم ہو چکی ہے اور اس کی نشانی کے طور پر صرف 'پھاگ کھیلنا' کا محاورہ باقی ہے ۔

اب ہم لسانی پہلو کی طرف رجوع کرتے ہیں ۔ لیکن قبل اس کے کہ ہم آگے بڑھیں ہمارے لیے چند ایک حقائق کا ذہن نشین کر لینا ضروری ہے تاکہ زیر غور موضوع کے افہام و تفہیم میں آسانی رہے ۔ یہ امر بالکل واضح ہے کہ جب دو قوموں کا آپس میں ٹکراؤ ہوتا ہے تو ان کے تہذیب و تمدن ، رسم و رواج اور بول چال ایک دوسرے سے متاثر

Marfat.com

ہوئے بغیر نہیں رہ سکتے ۔ اگرچہ مخصوص حالات کے تحت ان میں کمی بیشی کا احتمال ضرور ہے یعنی ایک قوم زیادہ گہرے طور پر متاثر ہو گی اور دوسری کم ۔ مثال کے طور پر عربوں کی فتوحات کے نتیجے میں عربی زبان نے شمالی افریقہ کی قبطی اور قدیم بربری زبانوں کو قریب قریب نیست و نابود کر کے ان کی جگہ خود لے لی لیکن اس کے برعکس ایران ، افغانستان اور برصغیر پاک و ہند کے لسانی ڈھانچے کو بنیادی طور پر ذرا بھی متاثر نہ کر سکی سوائے اس کے کہ ان کے سرمایۂ الفاظ پر معمولی حد تک اثر انداز ہوئی ۔ اسی طرح جب آریائی قبائل برصغیر میں وارد ہوئے تو ان کی زبان مقامی عناصر سے متاثر ہوئے بغیر نہ رہ سکی ۔ مثال کے طور پرگو لاطینی ، یونانی، فارسی اور سنسکرت چاروں کی چاروں آریائی گروہ سے تعلق رکھتی ہیں لیکن مقامی عناصر کے اثرات ہی کی بدولت ایک دوسری سے مختلف نظر آتی ہیں ۔ اگر یہ اثرات موجود نہ ہوتے تو ان کے درمیان کوئی وجہ امتیاز باقی نہ رہتی اور ان میں آپس میں شمہ بھر بھی فرق نہ ہوتا ۔

آج تک یہ نظریہ ایک فیشن کے طور پر موجود رہا کہ جہاں بھی مقامی زبانوں اور سنسکرت کے تقابلی مطالعے کا وقت آیا تو سنسکرت کو ہی تمام تر مشترکہ سرمایۂ الفاظ کا منبع و سرچشمہ قرار دے دیا گیا اور سنسکرت پر مقامی اثرات کے تصور کو بھی قابل التفات نہ سمجھا ۔ لیکن اب اہل نظر نے ان فرسودہ تعصبات سے بالاتر رہ کر حقائق کو ان کے صحیح پس منظر میں دیکھنا شروع کر دیا ہے ۔

اپنے مطمع نظر کی مزید وضاحت کے لیے میں اردو زبان کے دو عام فہم الفاظ آگ اور پانی کی مثال پیش کرتا ہوں ۔ یہ دونوں الفاظ انہی معنوں میں اگن اور پانیم کی صورت میں سنسکرت میں موجود ہیں اور اس کے ساتھ ہی یہ الفاظ برصغیر کی قدیم زبانوں یعنی دراوڑی اور منڈا میں بھی مستعمل ہیں ۔ ظاہر ہے کہ یہ الفاظ ایک نے دوسری سے مستعار لیے ہیں لیکن کس نے مستعار لیے اس کا فیصلہ کرنے کے لیے ہم تقابلی جائزے سے مدد لیتے ہیں ۔ آگ کا لفظ آریائی گروہ کی دوسری زبانوں میں بھی عمومیت کے ساتھ مستعمل ہے مثلاً روسی اوگن (Ogone) ، لتھوانی اگنس (Ignis) اور لاطینی اگنس (Ugnis) وغیرہ ۔ ظاہر ہے کہ یہ لفظ آریائی الاصل ہے مقامی زبانوں نے آریائی قبائل سے مستعار لیا ہے ۔

Marfat.com

اس کے برعکس پانی کا لفظ سنسکرت کے علاوہ آریائی گروہ کی اور کسی بھی زبان میں نہیں ملتا لیکن منڈا گروہ کی زبانوں مثلاً باوری ، تریموکی ، گھوری اور بھٹوئی وغیرہ میں مروج ہے۔ ظاہر ہے کہ یہ لفظ گو سنسکرت کے سرمایۂ الفاظ کا حصہ ضرور ہے لیکن پھر بھی آریائی الاصل نہیں ہے بلکہ مقامی زبانوں سے مستعار لیا گیا ہے ۔ یہی صورت مشترکہ سرمایۂ الفاظ کے ایک بڑے حصے کی ہے ۔

اب ہم منڈاری اور وادیء سندھ کی موجودہ زبانوں کے تقابلی جائزے کی طرف رجوع کرتے ہیں گو ان دونوں گروہوں کے تمام تر مشترکہ سرمایۂ الفاظ کا احاطہ کرنا ممکن نہ ہوگا کیونکہ اس کے لیے ایک علٰحدہ کتاب کی ضرورت ہے اس لیے یہاں ہم اپنے نقطۂ نظر کی وضاحت کے لیے اس کا ایک مختصر سا انتخاب پیش کرنے پر اکتفا کریں گے :

رشتہ جات : نانا نانی ، ماما مامی ، پھپھا پھپھو (پنجابی پھپھی بمعنی بؤا) ، سالا سالی ، موسی (پنجابی ماسی بمعنی خالہ) ، سانڈھو وغیرہ ۔

بر : بمعنی دلہا (پنجابی ور) ۔ غالباً بارات کا لفظ بھی اسی ،بر، سے مشتق ہے ۔ نیز پنجابی وری بمعنی دلہا کی طرف سے دلہن کو دیا گیا لباس ۔

کڑی : بمعنی دلہن ، بیوی ، چولستان کے علاقے میں بھو یا بیوی کو کڑی کہتے ہیں جبکہ باقی پنجاب میں یہ لفظ بیٹی یا عام لڑکی کے لیے استعمال ہوتا ہے ۔

پیڑھی : بمعنی نسل ۔ پنجابی زبان میں انہی معنوں میں مستعمل ہے ۔

منڈاری زبان میں باپ کے لیے ابا اور آپو کے الفاظ مستعمل ہیں جو کہ اردو باپ ، ابا اور ابو ، پنجابی باپو اور پیو سے لگاؤ کھاتے ہیں لیکن دراوڑی گروہ کی زبانوں میں بھی اس سے مطابقت رکھنے والے الفاظ مستعمل ہیں مثلاً تامل ، ملیالم 'اپن' کناری ، تلگو 'اپا' نیز برصغیر کی چند دوسری زبانوں میں بھی یہ لفظ موجود ہے جیسے کہ میگھ

Marfat.com

بھوٹان کی ایک بولی) 'اپا' بھوٹیا 'ابا' اور سنگھالی 'اپا' ۔ اگر یہیں پر بس ہوتی تو فیصلہ کرنا چنداں مشکل نہ تھا کیونکہ اول تو اردو اور پنجابی زبان کے الفاظ صوتی لحاظ سے منڈاری سے زیادہ قریب ہیں ، دوم منڈاری کو تاریخی لحاظ سے بھی دراوڑی اور دیگر زبانوں پر سبقت حاصل ہے لیکن شرق اوسط کی دیگر قدیم زبانوں میں اس لفظ کی موجودگی مسئلہ کو کچھ اور پیچیدہ بنا دیتی ہے مثلاً کالدی (بابل کی قدیم سامی زبان) 'ابا' سریانی (شام کی قدیم زبان) 'ابو' عبرانی 'اب' اور عربی 'ابت'۔ بہرحال اس لفظ کے لسانی رشتوں کی کھوج ہمیں اپنے موضوع سے بہت دور لے جائے گی کیونکہ قدیم سامی زبانوں کے علاوہ یہ یورال التائی گروہ (منگولی ، ترکی ، تاتاری وغیرہ) میں بھی مروج ہے مثلاً ہنگروی 'اپا' اور اپوس ، فن لینڈی 'اپی' اور اوشٹیاکی 'اپ' بمعنی خسر نیز چینی 'پو' بمعنی باپ ۔ اگر صرف اس ایک لفظ کے اشتراک پر بھروسہ کیا جا سکے تو یہ کسی گئے گزرے دور میں ان کے مشترکہ ماخذ اور نئی راہوں کی نشاندہی کرتا ہے لیکن جیسا کہ ذکر آچکا ہے اردو اور پنجابی الفاظ منڈاری سے ہی مشتق ہیں -

جسمانی اعضاء

منڈاری	معنی	پنجابی	اردو
دیھہ	جسم	دیھہ	—
منڈی	سر	منڈی	—
ڈویا	کمر ، پیٹھ	ڈھوئی	—
کنڈ	کمر ، پیٹھ	کنڈ	—
کھری	پاؤں	کھر	—
جانگ	ران	جنگھ نیز جانگیہ بمعنی لنگوٹ	—
بکا	دل	بکڑا	—
چالم	دم	—	چھلا (دم چھلا)
جھانٹ	اعضائے مخصوصہ کے بال	جھنڈ جھاٹا (بال)	جھانٹ

Marfat.com

سنڈاری	معنی	پنجابی	اردو
موآنرا	چہرہ ، خد و خال	مہاندرا	—

زیورات

سنڈاری	معنی	پنجابی	اردو
مندرا	کانوں کا زیور	مندرے ، مندراں ، مندری	—
نتھ	ناک کا زیور	نتھ	نتھ
تکوئی	کانوں کا زیور	ٹوکاں	—
کاجر	کاجل	کجل	کاجل
گہنا	زیور	گہنا	گہنا
آنچل	پلا ، دامن	—	آنچل
انگا	لباس ، کوٹ	انگی بمعنی بنیان	انگرکھا
گانجی	صدری	گنجی بمعنی بنیان	—
لاہنگا	لنگوٹ	لنگ بمعنی لنگوٹ ، لہنگا بمعنی گھگرا ، لنگی بمعنی کمر میں باندھنے کی چادر	لہنگا ، لنگوٹ
دھسا	اونی چادر	دھسا	—
لیجا	کپڑا	لیڑا (نیز ریجا بمعنی بیاہ شادی پر دیا جانے والا کپڑا)	—
لیدرا لیجا	پھٹا پرانا کپڑا	لیترا (نیز لیراں)	لتا
چیرا	کپڑا ، دوپٹہ	چیڑا (نیز چیرا بمعنی پگڑی)	—
کھاوڈے	جوتے	کھیڑی ، کھڑاواں ، کھڑاؤں	—
باگلی	تھیلی ، بٹوا	بگلی	—

Marfat.com

...اری	معنی	پنجابی	اردو
...ا	بٹوا ، روپیہ پیسہ رکھنے کی تھیلی	توڑا	—

پیمانے

زمانۂ قدیم میں غلے کو تولنے کے علاوہ اسے ماپ کر بھی تقسیم ...یا یا بیچا جاتا تھا ۔ یہ ماپ ایک مخصوص مقدار کے لیے لکڑی یا ...ات سے بنائے جاتے تھے۔ پنجاب کے دیہات میں آج بھی یہ پیمانے 'ٹوپا' ...ر 'وٹی' کے نام سے مستعمل ہیں ۔ ذیل میں قریباً برابر مقدار کے ...ڈاری، دراوڑی، پنجابی اور کشمیری پیمانے درج ہیں :

...ڈاری	دراوڑی	پنجابی	کشمیری
...پ (تھیلی بھر)	سیرا	لپ	لپ
...ٹی ، غلے کا پیمانہ	پاٹی ، سواسیر ، ڈیڑھ سیر	وٹی ، پونے دو سیر	چھوا، سیر
...ے	—	دھڑی ، پانچ سیر	اوڈی ، پانچ سیر

ان میں پاٹی یا وٹی کا پیمانہ قدامت کے لحاظ سے سب سے پرانا معلوم ...وتا ہے ۔ ظاہر ہے کہ ہڑپائی دور کی غلے کی دکانوں پر یہ پیمانہ عام ...ستعمل ہو گا ۔ علاوہ ازیں منڈاری میں ایک پیمانہ پائلا بھی ہے جو ... غالباً پنجابی پھیلی کے مترادف ہے ۔

منڈاری کاٹ ، قریباً چالیس سیر کے برابر غلے کا پیمانہ ، پنجابی ...کتا : ایک من کی بوری کو کہتے ہیں ۔

گنتی کے لحاظ سے منڈاری اور سندھی دونوں میں دو کے ہندسے ...کے لیے 'با' کا لفظ مشترکہ طور پر مستعمل ہے ۔ پنجابی اور اردو ...کی بارہ ، بیس اور بائیس وغیرہ ہندسوں میں 'ب' کا حرف اسی 'با'

Marfat.com

بمعنی دو کی ترجمانی کرتا ہے جیسے کہ بانوے - با - نوے یعنی دو نوے -

اسی طرح منڈاری زبانوں میں کوڑی بمعنی بیس گنتی کی اکائی طور پر مروج ہے - منڈاری لفظ 'کر' بمعنی ہاتھ اس کی اصل کوڑی لفظ 'کر' کی جمع ہے جس کے معنی دونوں ہاتھ اور دو پاؤں کا مجموعہ یعنی بیس انگلیاں - غالباً قدیم سے ہی منڈا قبا ہاتھوں اور پاؤں کی انگلیوں کی تعداد کو گنتی کی اکائی کے طور استعمال کرتے ہوں گے - آج بھی پنجاب کے دیہات میں یہی اکائی عام ہے جیسے کہ سو کو وہ پنج ویہیاں (پانچ بیسے) اور ایک سو تیس چھ ویہیاں تے دس یعنی چھ بیسے اور دس کہتے ہیں -

منڈاری گنڈا چار کی اکائی انہی معنوں میں پنجابی میں بھی مستعم ہے - اسی قسم کی اور مثالیں بھی ملتی ہیں جیسے کہ منڈاری کوس (تقر تین میل کا فاصلہ) ، اردو کوس ، پنجابی کوہ - منڈاری میں وقت اندازے کے لیے ڈانگ بمعنی لاٹھی استعمال ہوتی ہے یعنی سورج ا ڈانگ یا دو ڈانگ نکل آیا ہے جیسے اردو میں نیزہ کا پیمانہ مشہور جیسے سورج کا سوا نیزے پر آ جانا - پنجابی میں بھی یہی ڈانگ کا پ انہی معنوں میں مستعمل ہے جیسے 'سورج اجے ڈانگ بھر نکلیاسی' -

خورد و نوش

منڈاری اور پنجابی میں اناج ، ان پانی ، دانہ پانی ، دال اور وغیرہ ایک ہی معنوں میں مستعمل ہیں - منڈاری میں ابلے ہوئے چاول کو مانڈا کہتے ہیں - غالباً اردو روز مرہ کے حلوا مانڈا میں یہی مستعمل ہے کیونکہ پنجابی منڈا بمعنی روٹی میں کوئی خاص کشش ممکن ہے پنجابی 'منڈے' کا بھی براہ راست منڈاری 'منڈے' سے ک لسانی رشتہ موجود ہو -

نباتات

منڈاری ، پنجابی اور اردو میں ببول ، بکائن ، بڑ (پنجابی بو ریٹھہ ، دھتورہ ، ککڑی ، کریلا ، نیم اور پپیتا وغیرہ نام مشترک ہی منڈاری بیڑ بمعنی گھنا جنگل اور ناڑ بمعنی چاول یا گندم کی بالی کا حصہ پنجابی میں بھی انہی معنوں میں مستمل ہے - منڈاری ڈھنڈی ، پنج

Marfat.com

ڈا ، اردو ٹینٹ بمعنی کپاس کا ڈوڈا غالباً یہ ڈوڈا کا لفظ بھی انہی
ادفات سے تعلق رکھتا ہے نیز منداری ڈھیلہ بمعنی ایک خاردار
اڑی، پنجابی ڈیلہ -

حیوانات

اری	معنی	پنجابی	اردو
نا	پوری عمر کا بھینسا	—	ارنا بمعنی جنگلی بھینسا
ھا ، بچھی	بچھڑا ، بچھڑی	وچھا ، وچھی	بچھڑا
ڑا	بیل	ویہڑا	—
نڈھی	بھیڑ	میڈھا (نر بھیڑ)	مینڈھا
، لیڈ	جانوروں کا فضلہ	لد بمعنی گھوڑوں اورگدھوں کا فضلہ ، لیڈا : اونٹ کا فضلہ	لید

ضروریات زندگی

وا	کمہاروں کی برتن پکانے کی بھٹی	آوا : اینٹیں پکانے کی بھٹی	آوہ
پاٹھا	بھٹہ	پھٹھا	بھٹہ
بھٹی	شراب نکالنے کی بھٹی	پھٹھی	بھٹی
چولاہا	چولہا	چلھا	چولھا
ہانڈا	سالن وغیرہ پکانے کا برتن	ہانڈی ، سالن پکانے کا برتن	—
تسلا	تڑکنی ، تھالی نما برتن	تسلا	—
بنڈا	برتنوں کے نیچے رکھنے کا حلقہ	بنڈا	—
چاٹو	مٹی کا برتن ، گھڑا	چٹورا : دودھ وغیرہ گرم کرنے کا برتن ، چاٹی : گھڑا	—

Marfat.com

سنڈاری	معنی	پنجابی	اردو
چپنی	تھالی	چپنی : گھڑے کا تھالی نما ڈھکنا	—
ڈابنی	تھالی نما ڈھکنا	—	ڈھان
پیندا	برتنوں کا نچلا حصہ	پیندا	—
چمٹا	دست پناہ	چمٹا	چمٹا
چانگیرا	تھالی نما ٹوکری	چنگیر : بانس کے پتوں یا ناڑ کی بنی ہوئی روٹی رکھنے کی ٹوکری	—
گاگرا	پانی کا برتن	گگر	گاگر
دورا ، دوری	بڑا اور چھوٹا ٹوکرا	دورا ، دوری: مٹی کے ٹوکری نما برتن	—
ڈالا	ٹوکرا	ڈل : سبزی یا پھل وغیرہ رکھنے کا بڑا ٹوکرا	—
ڈالی	ڈھکنے کے بغیر ٹوکرا	ڈالی : چھوٹی ٹوکری جس میں عام طور پر پھلوں یا پھولوں کا تحفہ دیا جاتا ہے جیسے پھولوں کی ڈالی	—
کھانچی	بڑے منہ کا بانس کا ٹوکرا	کھونچا : بڑا ٹوکرا	خوانچہ
پیٹی	بانس کا ڈھکنے والا ٹوکرا	پیٹی ، صندوق	—

Marfat.com

...ڈاری	معنی	پنجابی	اردو
...ڑ	گھاس کا بنا ہوا موٹا رسا	بیڑ : رہٹ میں پانی نکالنے کے کوزوں کو باندھنے والا رسا نیز چرخہ میں استعمال ہونے والی رسی	—
...نڈ	رہٹ میں استعمال ہونے والے مٹی کے کوزے	ٹنڈ : ایضاً نیز حجاموں کا مٹی کا برتن جو کہ بیاہ شادی پر کھانا وغیرہ پکاتے وقت استعمال ہوتا ہے -	—
کراہا	زمین ہموار کرنے کا آلہ : سہاگہ	کراہا	—
...راچھ	تانی میں استعمال ہونے والا کنگھا جس سے دھاگے گزارے جاتے ہیں -	رچھ	—
...چر	لکڑی کا وہ ٹکڑا جو کہ کلہاڑے یا کدال وغیرہ کے دستے میں مضبوطی کے لیے گاڑا جاتا ہے -	پچر	—
کرتال	چھینے ، تھالی نما ساز کا نام	کھڑتال	—
مونکرا	لکڑی کا ہتھوڑا	مونگلی	موگری
...ائی	آہرن	نہائی	نہائی

Marfat.com

منڈاری	معنی	پنجابی	اردو
ساپرا	لوہے کی تیز نوک والی سلاخ	سبل	—
سڑھی	سیڑھی	سڑھی : لکڑی کے دو جڑواں ڈنڈے جس پر ہندو اپنے مردوں کو جلانے لے جاتے ہیں۔	—
آرا	لکڑی چیرنے کا اوزار	آرا	آرہ (یہ لفظ دراوڑی گروہ کی زبانوں میں بھی مستعمل ہے)
باہنگا	وہ بانس جس کے دونوں سروں پر سامان لٹکا کر کندھوں پر لے جایا جاتا ہے۔	ویہنگی	بہنگی
ڈانگ	لاٹھی	ڈانگ	—
ڈاباگ	ایک لمبا بانس	ڈھانگا : ایک لمبا بانس جو کہ گڈریے درختوں سے پتے توڑنے کے لیے استعمال کرتے ہیں	—
سمبا	موگری یا لاٹھی کے سرے پر چڑھائی ہوئی لوہے کی ٹوپی	سم	—
سوٹا	چھڑی	سوٹا	—
ڈنڈا	چھڑی	ڈنڈا	ڈنڈا
آبم	نیزہ	بلم	بلم

Marfat.com

منڈاری	معنی	پنجابی	اردو
برچھا	بھالا	برچھا	—
ڈھال	سپر	ڈھال	ڈھال
بہی	کتاب	وہی : حساب رکھنے کی کتاب	بہی
بھنڈار	خزانہ ، مال گودام	بھنڈار	بھنڈار
دھاڑا	پاسنگ	دھڑا	—
بوہنی	دن کی پہلی فروخت	بوہنی	—
کھرجی	مال اسباب ، دولت	کھرجی : خزانہ ، روپیہ پیسہ رکھنے کی جگہ	—
گھانی	کولھو	کھانی(جیسے کچی کھانی کا تیل)	—
کالو، کولھو	کولھو	کولھو	کولھو
کاڑے	کھلی	کھل	کھلی
چپری	چھوٹا چھپر	چھپری	چھپر
جھوپڑی	جھونپڑی	چھونپڑی	جھونپڑی
ماچا	چبوترا نما چھتاؤ	—	مچان
منڈوا	عارضی طور پر بنایا گیا پنڈال	منڈوا	منڈوا
دالان	اینٹوں سے بنی ہوئی عمارت ، دیوار سے گھرا ہوا آنگن	دلان	دالان
پھاٹک	دروازہ	پھاٹک	—

متفرقات

اگوتر	پہلے (وقت سے پہلے)	اگیترا	—
اگودار	رہنا، شادی کے موقع پر بارات کے آگے لگنے	آگو	—

Marfat.com

منڈاری	معنی	پنجابی	اردو
	والا ، عام طور پر وہ آدمی جس نے شادی کی بات چیت کرائی ہو		
ایرکھا	کسی کے پاس کوئی اچھی چیز دیکھ کر خود بھی اس کے حاصل کرنے کی خواہش کرنا نیز حسد ، دشمنی	ایرکھا	—
اسامی	کرایہ دار ، مقروض	سامی	سامی
آڑا	ہوا سے بچاؤ کے لیے کپڑے یا پتوں کا پردہ	آڑ	آڑ (دراوڑی گروہ میں بھی مروج ہے)
اڑ گودا	سیلاب	ہڑ	—
بابنا	کوتاہ قد	بونا	—
باڑی ، بانڈ	سیلاب	—	باڑھ
بکھرا	حصہ	وکھرا	بخرہ
بھاڑہ	کرایہ	پھاڑہ	بھاڑہ
بیڑا	گٹھا	بیڑا	—
بوسہ	بھوسہ	پھوس	بھوسہ
بامبارو	جلتی ہوئی آگ	پھانبڑ	—
باؤ ، باسی	پچھلے دن کا بچا ہوا کھانا	بہیا	باسی
چتر کابر	دھبے دار	چت کبرا	—
چھیلا	عیش و عشرت کا رسیا	چھیلا	—
چتر	مکر ، چالاکی	چترائی	—
چیلا	پیروکار	چیلا	چیلا
چیڑیا	گڈریا	چھیڑو	—
چومبا	آنکھ میں کسی چیز کا پڑ جانا	چوب	—
دھندہ	کاروبار	دھندہ	دھندہ

Marfat.com

اری	معنی	پنجابی	اردو
گڑا	نوکر، کنوارا لڑکا	دینگڑا	—
ڑی	طاقت	تڑی بمعنی طاقت، رعب	—
ھیا	ٹھیکری	ڈھیم	—
ھیلہ	مٹی کا ڈلا	ڈلا	ڈھیلہ، ڈلی
ھارس	صبر	دھرواس	ڈھارس
ھیٹ	بے شرم، ڈھیٹ	ٹھیٹھ	ڈھیٹ
ھوڑ	غبار	دھوڑ	دھول
یپا	ٹیلہ	ٹبہ	— (دراوڑی اور تاتاری گروہ کی زبانوں میں بھی موجود ہے)
ادرا	نیم پختہ پھل	گدرا	گدرا
نجاؤ	ڈھیر	گنج، گنجیر	گنج
ردا	غبار	گردا	گرد
گیرو	سرخ مٹی	گیرو	گیرو
ہاریار	سرسبزی	ہرے وائی	ہریالی
جھورا	آبشار	جھرنا	جھرنا
جھاڑیا	بارش کا برسنا	جھڑی	جھڑی
اناڑل	اولے	آہن (اولے)	—
جیٹ	پہلوٹھا، بڑا	جیٹھ، جیٹھا	—
کسرہ	خارش کے دانے	کھسرہ	خسرہ
کٹنا	دلال، بھڑوا، لگانے بجھانے والا	کٹنی (مؤنث)	کٹنا
لا	گھاس وغیرہ کاٹنا	لاوا: فصل کاٹنے والا لائیاں: فصل کاٹنے کا عوض جو کہ کٹی ہوئی فصل سے ایک حصہ دیا جاتا ہے (پشتو: لو بمعنی فصل کی کٹائی)	—

Marfat.com

منڈاری	معنی	پنجابی	اردو
لاگ	دشمنی	لاگت بازی	لاگ ڈانٹ
لار	قطار ، رال، منکوں کی لڑی	لار ، قطار ، لال، رال	رال
لو	جلانا ، بھون ڈالنا	لوہنا ، جلانا ، لو : گرم ہوا	لو
مت	صلاح مشورہ	مت دینا	—
مورکھ	جاہل ، بیوقوف	مورکھ	مورکھ
منڈلی	گروہ ، اکٹھ	منڈلی	منڈلی
نائی	بڑا دریا	نَیں	—
ناٹا	کوتاہ قد	ناٹا	—
نیو	بنیاد	نیوں، نینہ	نیو
نج	ذاتی	نجی	نج ، نجی
پڑاہ	پنچایت	پرہیا ، پرھے	—
پانڈو	سفید	پانڈو (مٹی) : کھڑیا مٹی	—
ربال	ہلکے وزن کا	روال	—
روڑا	کنکر	روڑا	—
سگڑ	نیک	سگھڑ	سگھڑ
ٹوڈ	ٹھوکر مارنا	ٹھڈا ، ٹھڈ	—
اگر	اگر	—	اگر
چیاچی	کیونکہ	چیچی ، چیچا	—
جا	شاید	جے	—
جا ، جاہ	کوئی ، کچھ	—	جو
جاہوڑا	کوئی آدمی(ہوڑا بمعنی آدمی)	جیہڑا	—
آڑ ، اوڑ ، ہوڑ	اور ، دوسرا	ہور	اور
ایتے	سے	توں ، تھیں	—
نا	ابھی ، اسی وقت	ہن(پشتو: نن بمعنی آج)	—

Marfat.com

نڈاری	معنی	پنجابی	اردو
کا باکا	حیران ، ششدر	آکا باکا	ہکا بکا
چا کا	فوراً ہی ، خلاف امید	اچن چیت، اچان چک	اچانک
ندھ کپ	نہایت ہی اندھیرا	انہیرا گھپ	گھپ اندھیرا
ڑوس پڑوس	ہمسائیگی	اڑوس پڑوس	پڑوس
آسے پاسے	نزدیک ہی	آسے پاسے	—
آگڑا باگڑا	ملا جلا	اگڑم بگڑم	—
پھوسو، بھوسو	نرم ، پھسپھسا ، نہایت ہی سست	پھسپھسا : نرم پھوس : گوبر پھوسل: حد سے زیادہ ، سست الوجود ، بزدل	پھسپھسا
بلبلاؤ	نرم ، کیچڑ جیسا	پلپلا ، نرم پلا ہوا: خراب پھل	—
جھک مکاؤ	چمکنا	جگ مگ	جگ مگ
چتر بتر	بکھر جانا	تتر بتر	تتر بتر
ڈبڈباؤ	آنکھیں بھر آنا	ٹپ ٹپ (آنسو گرنا)	ڈبڈبا آنا
دکادکی	ایک دوسرے کو دھکیلنا	دھکا دھکی	دھکم پیل
دندناؤ	غرور سے چلنا	—	دندنانا
ڈاکے ڈاک	کسی چیز کا منزل بمنزل پہنچانا	ڈاک لگ گئی	ڈاک
داڑ دھوپ	اِدھر اُدھر دوڑنا ، سخت محنت کرنا	—	دوڑ دھوپ
دھوم دھام	شان و شوکت	دھاں پا دینیاں	دھوم، دھام
کھٹ پٹ	جھگڑا ، تکلیف	کھٹ ، پٹ	—
دھاوا دھاوی	اکٹھے ہو کر جانا	دھاوا بولنا	—

افعال

اینٹھاؤ	ہلکا سا مروڑنا ، نچوڑنا	—	اینٹھنا
اٹکاؤ	روکنا ، منع کرنا	ہٹکنا : روکنا اٹکنا : رک جانا	اٹکانا

Marfat.com

منڈاری	معنی	پنجابی	اردو
اٹکار	سوچنا ، سمجھنا	اٹکل : جاننا ، سمجھنا	—
اڑاؤ	ضد کرنا ، پرواہ نہ کرنا	اڑی : ضد	—
باہلاؤ	دل خوش کرنا	پھلانا	بہلانا
بھنگراؤ	تفرقہ پیدا کرنا	بھنگ پاؤنا	—
بنتی	درخواست کرنا ، استدعا کرنا	بے اِنتی ، منت ، منت سماجت	—
بنڈاؤ	کھو دینا ، گم کرنا	ونجانا (سندھی : ونجانا)،	—
چک	غلطی کرنا، بھول جانا	چک جانا	چوک جانا
چاکا	ذائقہ چکھنا	چکھنا	چکھنا
دبکاؤ	گھات میں بیٹھنا ، ڈر کے مارے جھک کر بیٹھنا	—	دبکنا
دھاک	گرمی ، شعلہ	دُھکنا	دھکنا
دھردھراؤ	نفرت سے بھگا دینا ، نفرت کرنا	در در بمعنی دفع ہو	—
ڈونگا	لٹکنا ، لٹکانا	ٹنگنا	ٹانگنا
گھسکاؤ	بچ نکلنا ، پرے ہونا	کھسک جانا بمعنی آنکھ بچا کر نکل جانا کھسکنا : آہستہ آہستہ ہٹ جانا	—
ہپ	کاٹ کھانا	ہپ : کھانا ، نگلنا	ہڑپ کرنا نگل جانا
جھلکاؤ	چمکنا	جھلک : نظارہ (محبوب کا)	جھلکنا
جھپٹاؤ	پکڑنا ، آدبوچنا	جھپٹنا ، جھپٹ مارنا بمعنی ایک دم چھین لینا	جھپٹنا

Marfat.com

منڈاری	معنی	پنجابی	اردو
ہاکاؤ	بلانا ، چلا کر بولنا	ہاک مارنا : زور سے آواز دینا	ہانکنا
لاہ	اتارنا	لاہنا : اتارنا	—
لپکاؤ	کود کر کسی چیز کو پکڑنا	اپکنا	لپکنا
لوڑنا	دیکھنا ، تلاش کرنا	لوڑنا : تلاش کرنا	—
مانجاؤ	برتنوں کا رگڑ کر صاف کرنا	مانجنا	مانجنا
نبراؤ	ختم کرنا	نبیڑنا	—
پسراؤ	پھیلنا ، پھیلانا	پسرنا : پھیلنا	—
		پسارنا : پھیلانا	—
		پسارا : پھیلاؤ	—
پوس	پرورش کرنا	پال پوس : پرورش ، پالنا پوسنا	—
تانگی	انتظار	تاہنگ	—
الار	بیل گاڑی یا کسی گاڑی کا بوجھ کی زیادتی کی وجہ سے ایک طرف جھک جانا	الر جانا	—

اسمائے ضمیر

حیرت ہے کہ بعض اسمائے ضمیر کم از کم چھ ہزار سال سے وادیٔ سندھ میں بغیر کسی نمایاں تبدیلی کے مروج چلے آ رہے ہیں مثلاً منڈاری ، کولی : آبو ، سنتھالی : آ بن بمعنی ہم (جس میں مخاطب اور متکلم دونوں شامل ہیں)، پنجابی : آپاں (مثلاً آپاں دوویں میلے چلیئے : ہم دونوں میلے جائیں) ، اردو اپن بھی اسی کے مترادف ہے ۔ منڈاری ، کولی : ابوا بمعنی ہمارا، پنجابی : اپنا(مثلاً ایہ ساڈا اپنا پنڈ اے : یہ ہمارا اپنا گاؤں ہے)، اردو : اپنا ۔

منڈاری، کولی ، سنتھالی اور بھومجی وغیرہ : آپے بمعنی صیغہ جمع حاضر یعنی آپ ، پنجابی اور اردو دونوں زبانوں میں ایک ہی معنی میں مستعمل

Marfat.com

ہے یعنی کسی کو عزت کے طور پر مخاطب کرتے ہوئے کہا جاتا ہے۔ بعینہ یہی صورت منڈا گروہ کی زبانوں میں بھی مستعمل ہے۔

منڈاری : اپناؤ بمعنی کسی چیز کو اپنا بنا لینا
پنجابی و اردو : اپنانا

منڈاری میں کسی نزدیک ترین عزیز یا رشتے دار مثلاً ماں یا بیٹی وغیرہ کو پکارتے وقت پہلے 'نا' کا لفظ استعمال کرتے ہیں۔ پنجابی میں 'نی' کا لفظ اس کے مترادف ہے جیسے نی ماں : اری ماں، نی دھیئے: اری بیٹی وغیرہ۔ نیز جب دو عورتیں ایک دوسری سے مخاطب ہوتی ہیں تو بھی یہ 'نی' کا لفظ استعمال کرتی ہیں مثلاً سن نی فاطاں : اری فاطمہ سن وغیرہ۔

منڈاری نج بمعنی ذاتی کسی کا اپنا بھی غالباً اسی 'نا' یا 'نی' کی اصل سے مشتق ہے۔ پنجابی اور اردو نجی : ذاتی، گھریلو۔

قبیلوں اور ذاتوں کے نام

منڈاری گروہ میں بعض ذاتوں اور گوتوں (کل) کے نام وادیٔ سندھ کی گوتوں سے لگاؤ کھاتے ہیں جیسے کہ :

منڈاری	پنجابی
بھنگ	بھنگو : مسلمان جاٹوں کی ایک قومیت بھنگی : سکھوں کی ایک مثل (گوت) جن کے نام سے لاہور کے عجائب گھر کے سامنے پڑی ہوئی توپ کو بھنگیاں والی توپ کہتے ہیں۔ خاکروبوں کو عزت کے طور پر بھنگی کہتے ہیں۔
بودرا	بودلہ : مسلمانوں کی ایک ذات
ناگ	ناگ، ناگی : مسلمانوں اور ہندوؤں میں ایک گوت کا نام

برہاڑ : ایک منڈاری قبیلہ کا نام (لفظی معنی بیڑ : جنگل)
ہاڑ : آدمی بمعنی جنگل باسی۔ بھارتی پنجاب میں سکھوں کی ایک مشہور گوت براڑ بنس کہلاتی ہے اور لفظی معنی کے لحاظ سے یہ پشتو کے جنگل خیل سے لگاؤ کھاتا ہے۔

Marfat.com

منڈاری	پنجابی
جھور : (پیشہ ور نام) ملاح ، کشتی بان	جھیور : پنجاب کے ہندوؤں کی ایک ذات جو کہ اکثر پانی وغیرہ بھرنے کا کام کرتی تھی ۔ پنجاب کے دیہاتوں میں سقہ کو بھی اکثر جھیور کہتے ہیں
کہار : ایک ذات کا نام	کہار : بیاہ شادی کے موقع پر ڈولی اٹھانے والے
دلال : سودا طے کرنے والا ، بھڑوا	پنجابی دلہ بمعنی بھڑوا پنجابی و اردو دلال بمعنی سودا طے کرانے والا
موچی : چمڑے کا کام کرنیوالا	پنجابی : موچی بمعنی چمار
ٹھٹیارا : پیتل کے برتن بیچنے والا	پنجابی ، اردو : ٹھٹھیارا ، پیتل کے برتن بنانے اور بیچنے والا سندھی : ٹاٹا رو

منڈاری اور پشتو

پشتو اور پنجابی ایک دوسری کے دوش بدوش پروان چڑھی ہیں اور اکثر ایک ہی قسم کے عوامل اور عناصر سے متاثر ہوتی رہی ہیں ۔ یہی وجہ ہے کہ ان کے سرمایہء الفاظ میں بڑی حد تک اشتراک پایا جاتا ہے اگرچہ لب و لہجہ کے اختلاف کی بناء پر اسے آسانی سے پہچانا نہیں جا سکتا ، مثلاً لباس کے کچھ ناموں کی مثال لیجیے :

پشتو : شادر ، پٹکے (پگڑی) ، لوپٹہ ، لمن بمعنی دامن ، شیلی

پنجابی : چادر ، پٹکا ، دوپٹہ ، لاون ، چپلی

بہرحال یہ ایک علاحدہ موضوع ہے ۔ میں یہاں صرف ایک دو منڈاری اور پشتو الفاظ کے اشتراک کے بارے میں گفتگو کروں گا ۔ اس

Marfat.com

سے میرا یہ مقصد نہیں کہ میں اس بناء پر پشتو کو منڈا گروہ کی شا
قرار دے دوں بلکہ اس سے صرف یہ ثابت کرنا مقصود ہے کہ پشت
کی جڑیں بھی اسی پاک سر زمین میں پیوست ہیں یا کم از کم اس می
قدیم عنصر ضرور موجود ہے ۔ اس پہلو کی تفصیلی وضاحت کے لیے
فی الحال مزید مطالعے کی ضرورت ہے ۔

جس بات نے مجھے سب سے پہلے اپنی طرف متوجہ کیا وہ پشتو او
منڈاری میں مرد یا خاوند کے لیے الفاظ کا اشتراک تھا ۔ منڈاری میں
مرد ، خاوند یا آدمی کے لیے ہوڑو کا لفظ مستعمل ہے جو کہ پشتو
سڑے بمعنی مرد یا خاوند سے لگاؤ کھاتا ہے ۔ پشتو زبان کے اس لفظ ک
رشتہ کسی آریائی یا سامی زبان سے نہیں ملایا جا سکتا ۔ ہاں پاکستان کی
دراوڑی الاصل زبان بروہی میں اس کا مترادف ضرور موجود ہے ۔ بروہی
ارے بمعنی مرد ، خاوند یا آدمی وغیرہ (ماہرین صوتیات کے نزدیک س ، ہ
اور الف ایک دوسرے سے تبدیل ہو جاتے ہیں جیسے کہ اردو 'سسر'
اور 'دس' پنجابی 'سوہرا' اور 'دہ' نیز اردو اور پنجابی 'ہور' وغیرہ) ۔
دراوڑی گروہ کی دوسری زبانوں مثلاً تامل ، ملیالم وغیرہ میں 'ایرو'
کے معنی مذکر کے ہیں لیکن یہاں یہ لفظ زیادہ تر آدمیوں کی بجائے
مال مویشی کے لیے استعمال ہوتا ہے ۔ وثوق سے کچھ کہنا مشکل ہے
کہ آیا پنجابی لفظ 'آڑے' اسی سلسلہ کی کڑی ہے یا نہیں ۔ پنجاب میں
عام بول چال کے دوران عورتیں اپنے خاوند یا قریبی مرد کو اکثر
'اڑیا' کہہ کر پکارتی ہیں جس کی مؤنث اڑی (اڑیے) ہے ، اردو 'ارے'
اور 'اری' بھی اسی سے منسلک ہیں ۔

اسی طرح منڈاری لفظ کلی بمعنی قبیلہ ، قومیت یا خاندان جیسے کہ
بودرا کلی ، ناگ کلی وغیرہ ۔ پشتو لفظ خیل بمعنی خاندان یا قومیت جیسے
کہ عیسیٰ خیل ، منصور خیل وغیرہ کے مترادف ہے ۔ اگر پنجابی لفظ
'کل' بمعنی نسل یا قومیت کو اسی سلسلہ سے منسلک تسلیم کریں تو اس
کا رشتہ سنسکرت سے جا ملتا ہے جیسے کہ دیوکل ، اسر کل وغیرہ ۔ لیکن
سنسکرت میں اس لفظ کا وجود اسے آریائی الاصل نہیں بنا دیتا کیونکہ
آریائی گروہ کی مغربی شاخوں میں اس لفظ کا وجود کہیں نظر نہیں آتا ۔
اس صورت میں ظاہر ہے کہ آنے والے آریاؤں نے دوسرے بے شمار سرمایہ
الفاظ کی طرح اسے بھی مقامی زبانوں سے مستعار لیا ۔

Marfat.com

ہماری بستیاں اور ان کے منڈاری نام

ہمارے شہروں اور قریوں کے نام حقیقی معنوں میں ہماری تاریخ کے آئینہ دار ہیں ۔ ان ناموں کے پس منظر میں کتنی ہی قوموں کے عروج و زوال کی داستانیں پوشیدہ ہیں ۔ آج ہم بستیوں کے چند ایسے ہی ناموں کا جائزہ لیں گے جو کہ گو بذات خود نئی نئی ہی آباد ہوئی ہوں گی لیکن ان ناموں کی وجہ تسمیہ ہمیں اس دور کی طرف لے جاتی ہے جب کہ یہاں ابھی ہڑپہ اور موئن جودڑو کی تہذیب کے بانی بھی وارد نہیں ہوئے تھے اور برصغیر میں بھیل ، کول ، سنتھال اور منڈا وغیرہ قبائل آباد تھے ۔

یہ ایک تاریخی حقیقت ہے کہ زمانۂ قدیم میں انسانی بستیاں اکثر پانی کے ذخیروں مثلاً دریا ، جھیل ، تالاب ، ندی ، نالوں یا چشموں وغیرہ کے نزدیک آباد ہوتی تھیں اور ان بستیوں کے نام بھی اکثر انہی پانی کے ذخیروں سے منسوب ہوتے تھے جیسے کہ آج بھی چاہ نور محمد ، چاہ سید والا ، چوہا کڑیالہ ، چوہا سیدن شاہ ، ڈھوک دتہ ، ڈھاباں والا اور ٹوبہ‌ٹیک سنگھ قسم کے ناموں سے ظاہر ہے ۔ بالکل اسی قسم کے نام سنتھالی اور منڈا قبائل کے علاقوں میں بھی ملتے ہیں ۔

منڈاری میں پانی کے لیے دا ، داہ اور داگ ۔ سنتھالی میں 'داہا' اور 'داک' کے الفاظ مستعمل ہیں ۔ یہی الفاظ چشمہ ، نہر اور تالاب وغیرہ کے معنی بھی دیتے ہیں ۔ اردو لفظ داہ بمعنی نہایت ہی گہرا پانی اور بھنور نیز داہک بمعنی پانی کا گڑھا بھی اسی سلسلے کی کڑیاں ہیں ۔ یہ الفاظ منڈا اور سنتھالی قبائل کے علاقوں میں بستیوں کے ناموں میں لاحقوں اور سابقوں کے طور پر عام مستعمل ہیں جیسے کہ ہوتو داگ ، جامو داگ اور لاہار داگ وغیرہ ۔

پنجاب میں یہی نام ڈھوک اور جھوک کی صورت میں مستعمل ہے جیسے کہ ڈھوک لوہاراں ، ڈھوک مستا ، ڈھوک وزیر اور جھوک بلوچاں اور جھوک دتہ وغیرہ ۔ سندھ کے علاقے میں بھی جھوک کا لفظ اسی طرح گاؤں کے ناموں میں مستعمل ہے جیسے کہ جھوک سیداں وغیرہ ۔

Marfat.com

صوبۂ سرحد میں جہاں پشتو کا چلن ہے یہ نام بعینہ منڈاری کی طرح مستعمل ہے جیسے کہ لنڈی ڈاگ (لنڈی : چھوٹی ، ڈاگ: نہر ، چشمہ وغیرہ)، (ڈاگ بیسود، ڈاگ اسمعیل خیل اور ڈاگی جدید وغیرہ۔

علاوہ ازیں پنجاب ، دہلی اور یوپی میں ڈگی (ڈ مکسور) پختہ تالاب کے معنوں میں مستعمل ہے - اسی طرح مشرقی پاکستان میں بھی ڈگی کے لفظ کے استعمال کی مثالیں ملتی ہیں جیسے کہ ڈھاکہ کا 'لال ڈگی میدان' ۔

پنجابی ٹوبہ اور ڈھاب بمعنی تالاب اور جوہڑ وغیرہ منڈاری 'داہ' اور سنتھالی 'داہا' سے منسلک ہے اور اسی طرح گاؤں کے ناموں میں مستعمل ہیں جیسے کہ ڈھاباں والا، ڈھاباں سنگھ، ڈھاب سنتے کا اور ٹوبہ ٹیک سنگھ وغیرہ ۔

منڈاری میں لفظ کیل (بوزن اردو کھیل) بمعنی چھوٹی یا اضافی بستی بھی منڈا قبائل کے علاقے میں بستیوں کے ناموں میں بطور لاحقہ کے استعمال ہوتا ہے جیسے کہ اوری کیل ، سمبوکیل اور ٹوڑنگ کیل وغیرہ ۔ اسی لفظ کی ایک دوسری صورت کیلا بھی ہے اور اسی طرح قصبوں اور دیہاتوں کے ناموں میں لاحقے کے طور پر مستعمل ہے جیسے کہ دیہ کیلا اور کسری کیلا وغیرہ ۔

پنجاب میں مستعمل لفظ کالا بمعنی گاؤں ، گلی بمعنی کوچہ یا محلہ اور کھیڑا بمعنی گاؤں یا قصبہ اسی سلسلے کی کڑیاں ہیں اور اکثر گاؤں کے ناموں میں بطور سابقوں یا لاحقوں کے مستعمل ہیں جیسے کہ کالا گوجراں ، کالا افغاناں اور کالا شاہ کاکو وغیرہ۔ اسی طرح کرشن گلی ، نیاریاں والی گلی اور کھیڑا سیداں وغیرہ ۔

کوہ مری کے گرد و نواح میں گاؤں کے ناموں کے ساتھ گلی کا لاحقہ عمومیت کے ساتھ مستعمل ہے جیسے کہ گھوڑا گلی ، بانسرہ گلی ، جھیکا گلی اور لوہار گلی وغیرہ ۔ بلکہ اس قسم کے ناموں کی کثرت کی بناء پر اس علاقے ہی کو گلیات کے علاقہ کا نام دے دیا گیا ہے ۔

صوبۂ سرحد میں کلے بمعنی گاؤں یا بستی وغیرہ اسی سلسلے کی کڑی ہے اور بستیوں کے ناموں میں سابقے کے طور پر عمومیت کے ساتھ

Marfat.com

مستعمل ہے جیسے کہ کلے علی زئی ، کلے خادی زئی اور کلے چکر کوٹ وغیرہ ۔

مشرق پاکستان میں بھی بستیوں کے ناموں کے ساتھ اسی کے مترادف لفظ کھالی بمعنی گاؤں یا قصبہ کے استعمال کی مثالیں ملتی ہیں جیسے کہ نواکھالی (نئی بستی) ، پتواکھالی ، پستواکھالی اور موہا کھالی وغیرہ ۔

اگر بستیوں کے ناموں میں صرف اسی باہمی مطابقت کو ہی مدنظر رکھا جائے تو بھی یہ اس امر کا واضح ثبوت ہے کہ ناموں کا یہ اشتراک اس زمانہ قبل از تاریخ کی باقیات میں سے ہے جب کہ برصغیر کے طول و عرض میں منڈا گروہ سے تعلق رکھنے والے قبائل کا طوطی بولتا تھا ۔

ان حقائق کی روشنی میں بڑے و ثوق سے کہا جا سکتا ہے کہ وادیٔ سندھ کی ہڑپائی تہذیب کی پیشرو 'آمری نال تہذیب' منڈا قبائل کی مرہون منت تھی اور آج سے کوئی چھ ہزار سال قبل یا اس سے بھی پہلے یہاں منڈا گروہ کی زبانوں کا چلن تھا ۔ وادیٔ سندھ کی موجودہ زبانوں میں منڈاری کی باقیات الصالحات کا وجود اس امر کا ایک نا قابلِ تردید اور زندہ ثبوت ہیں ۔

Marfat.com

وادیٔ سندھ میں دراوڑی زبان کی باقیات

(مجلس ترقیٔ ادب ، لاہور کی طرف سے انعام یافتہ[1])

وادیٔ سندھ ایک ایسا جیتا جاگتا عجائب گھر ہے کہ جس میں دنیا کی مختلف قوموں اور نسلوں کے افراد اب بھی اپنے اپنے رسم و رواج ، رہن سہن اور لباس و زبان کو برقرار رکھے ہوئے نظر آتے ہیں ۔ آپ آج بھی انہیں ان کے خد و خال اور رنگ کی بناء پر ایک دوسرے سے ممیز کر سکتے ہیں ۔ بلوچستان کے براہوئی ، سرحد کے کافر ، سندھ کے کٹھودی اور پنجاب کے باورے اس کی زندہ مثالیں ہیں لیکن سب سے زیادہ دلچسپ یہاں کی عام آبادی کے رسم و رواج ، بود و باش اور لباس و زبان کا مطالعہ ہے ۔ یہاں ہمیں آریاؤں کی آمد سے لے کر یورپی قوموں کے ورود تک کے اثرات ایک دوسرے میں اسطرح سموئے ہوئے نظر آتے ہیں کہ ان میں باہمی امتیاز کرنا مشکل ہے ۔ آریا ، ہن ، سیتھیئن ، یونانی ، تورانی ، ایرانی ، عرب اور مغربی قومیں یکے بعد دیگرے یہاں آتی رہیں اور اپنی اپنی انفرادی خصوصیات یہاں کی آبادی کو ودیعت کرتی رہیں لیکن آج ہم ایک ایسی قوم کے نقش کف پا کا تذکرہ کر رہے ہیں جسے زمانے کی گرد نے ہماری آنکھوں سے اوجھل کر دیا ہے ۔ اس قوم کے ساتھ ہمارے تعلقات کے بارے میں تاریخ کے صفحات بالکل خاموش ہیں ۔ شاید کسی دن اگر کسی صاحب بصیرت انسان نے ہڑپہ اور موئن‌جوداڑو سے دستیاب ہونے والی گونگی منقش مہروں کو زبان عطا کر دی تو وہ ان گم گشتہ کڑیوں کی روداد سنا سکیں ۔ اس سے ہمارا اشارہ دراوڑی قوم کی طرف ہے جو آج ہم سے کالے کوسوں دور دکن میں آباد ہے لیکن

---

[1]- یہ مضمون سہ ماہی 'اردو نامہ' کراچی کے شمارہ ششم (اکتوبر ، دسمبر ۱۹۶۱ء) میں شائع ہوا ۔ مجلس ترقیٔ ادب ، لاہور کی طرف سے ادبی مقابلہ میں اسے ۶۲-۱۹۶۱ء کے دوران کا پاکستان بھر میں اردو زبان کا بہترین تحقیقی مضمون قرار دیتے ہوئے اس پر ایک ہزار روپے کا انعام دیا گیا ۔

Marfat.com

ہماری زبان میں دراوڑی عنصر کی موجودگی کسی بیتے ہوئے زمانے میں ایک دوسرے کے ساتھ گہرے رشتے کی غمازی کرتی ہے -

سنسکرت اور مقامی زبانیں

عام طور پر برصغیر کے شمالی حصے کی زبانوں کے سنسکرت الاصل ہونے کا نظریہ ایک حرف آخر کی حیثیت سے تسلیم کیا جاتا ہے - کسی متبادل نظریہ کے موجود نہ ہونے کی بناء پر آج تک کسی نے بھی اس کے خلاف قلم اٹھانے کی جرأت نہیں کی - اگر کسی نے اس کے خلاف کچھ کہا بھی تو اتنی دبی زبان سے کہ اسے کچھ وقعت حاصل نہ ہو سکی لیکن ساتھ ہی یہ بھی ایک امر واقعہ ہے کہ اس نظریہ کے حامی سوائے لغوی اشتراک کے کوئی اور اہم ثبوت بہم نہیں پہنچا سکے - جب بھی مقامی زبانوں کی صرف و نحو کا پہلو سامنے آیا تو وہ ہمیشہ متذبذب نظر آئے - پہلوتہی کے طور پر انہوں نے ان زبانوں کی اصل بجائے سنسکرت کے اس سے ملتی جلتی کسی نامعلوم زبان کو قرار دے دیا جو کہ ان کے خیال میں لغوی طور پر تو سنسکرت سے مطابقت رکھتی تھی لیکن صرف و نحو کے لحاظ سے مختلف تھی - اسی نا معلوم زبان کا جس پر کہ انہوں نے قدیم ہند آریائی کا لیبل چسپاں کر دیا کوئی نمونہ پیش کرنے سے قاصر رہے -

آنریبل ماؤنٹ سٹیورٹ الفسٹن (Mount Stuart Elphinston) نے 'تاریخ ہند' (History of India) (مطبوعہ ۱۸۵۷ء) میں مسٹر کولبروک (Cole Brooke) کی تحقیقات کا حوالہ دیتے ہوئے لکھا کہ :

> ''دہلی میں اسلامی حکومت کے قیام کے دوران مختلف قوموں کے باہمی تعلقات اور روز مرہ گفت و شنید کے نتیجے میں ایک ایسی زبان وجود میں آئی کہ جس کی لغوی بنیادیں سنسکرت سے لگاؤ کھاتی تھیں لیکن صرف و نحو کے لحاظ سے موجودہ ہندوستانی زبان سے مشابہ تھی -''

مقصد یہ کہ صرف و نحو کے لحاظ سے یہ زبان سنسکرت سے مختلف تھی - ماہر علم النسلیات ڈاکٹر آر - جی - لیتھم (R. G. Latham) اپنی کتاب 'ہندوستانی نسلیات' (Ethnology of India) (مطبوعہ ۱۸۵۹ء) میں شمالی ہند کی زبانوں کا ذکر کرتے ہوئے لکھتے ہیں کہ :

Marfat.com

''سنسکرت کے مقابلہ میں یہ صرف و نحو کے لحاظ سے بالکل مختلف ہیں اور اگر ان کا موازنہ دراوڑی زبانوں سے کیا جائے تو یہ لغوی طور پر سنسکرت الاصل الفاظ سے بھری پڑی ہیں - یہ کہنے کی چنداں ضرورت نہیں کہ اس قسم کے تضاد کی بناء پر کتنے مختلف قسم کے نظریات قائم کیے جا سکتے ہیں - ایک طبقہ وہ ہے جو ان زبانوں کو سنسکرت الاصل قرار دیتا ہے ، دوسرا گروہ دراوڑی کو ان زبانوں کا سرچشمہ بیان کرتا ہے - ہر ایک فریق اپنے اپنے دعوے کے حق میں ثبوت پیش کرتا ہے - کثرت رائے سنسکرت الاصل والے نظریہ کے حق میں ہے لیکن دوسرے فریق کے پاس بھی ٹھوس دلائل موجود ہیں -''

سرولیم ولسن ہنٹر 'تاریخ سلطنت ہند' (The Indian Empire) (مطبوعہ ۱۸۹۲ء) میں شمالی ہند کی زبانوں کے بارے میں بحث کرتے ہوئے کئی ایک ماہرین شرقیات کی رائے بیان کرنے کے بعد بیان کرتا ہے کہ :

''ان بیانات سے ثابت ہوتا ہے کہ شمالی ہند کی زبانیں براہ راست سنسکرت سے مشتق نہیں ہیں بلکہ ایسا ظاہر ہوتا ہے کہ سنسکرت سے بھی قدیم غالباً ویدوں کے زمانے سے پیشتر یہاں ایک ایسی آریائی زبان مروج تھی کہ جس سے سنسکرت اور قدیم پراکرتیں یعنی مقامی بولیاں وجود میں آئیں - جیسے جیسے زمانہ گزرتا گیا ان دونوں زبانوں کے درمیان اختلاف کی حدیں بڑھتی گئیں - آخر سنسکرت نے ایک مصنوعی زبان کی حیثیت سے وہ صورت اختیار کر لی جو کہ پانینی کی گرامر (قریباً ۳۵۰ ق م) میں نظر آتی ہے - اس کے برعکس پراکرتوں کی قدیم صورت ورہ روچی کی گرامر (قریباً ایک صدی ق م) میں ملتی ہے -''

مشہور ماہر لسانیات سر جارج گریرسن نے اپنی شہرۂ آفاق تصنیف 'ہندوستان کا لسانیاتی جائزہ' میں گو ہندوستانی (یعنی اردو) اور شمالی ہند کی

Marfat.com

دیگر زبانوں کو سنسکرت کی شاخیں قرار دیا ہے لیکن پھر بھی وہ اس امر کا اظہار کیے بغیر نہیں رہ سکا کہ :

''ہندوستانی برصغیر کی دوسری آریائی زبانوں کی طرح ایک ایسی قدیم ہندوستانی زبان سے ماخوذ ہے کہ جو ویدوں کی زبان سنسکرت سے مشابہ تھی - یہ قدیم زبان ایک طویل عرصہ کے دوران بالکل تبدیل ہو گئی - ۲۵۰ ق م تا ۱,۰۰۰ء کے درمیانی عرصہ میں اس تبدیلی کی مختلف منزلوں کے نمونے دستیاب ہوتے ہیں - موجودہ مقامی زبانوں کی حقیقی بنیادیں غالباً آخر الذکر تاریخ تک پختہ ہو چکی تھیں -''

اسی سلسلہ میں آگے چل کر بیان کیا ہے کہ :

''خالص ہندوستانی الفاظ اس زبان (یعنی اردو) کی ریڑھ کی ہڈی کا درجہ رکھتے ہیں - جیسا کہ ذکر کیا جا چکا ہے یہ الفاظ کلاسیکی سنسکرت سے مشابہ قدیم ہندوستانی زبان سے مشتق ہیں - اس قدیم زبان نے کئی منزلوں سے گزرتے ہوئے آخر موجودہ ہندوستانی زبان کی شکل اختیار کرلی - قدیم زبان اپنی اصلی صورت بدلنے کے بعد اور موجودہ صورت اختیار کرنے سے پہلے ایک پراکرتی دور سے گزری ہے -''

آخر میں وہ صاف صاف کہہ دیتا ہے کہ :

''کلاسیکی سنسکرت صدہا سال تک ہندوستانی زبان کو نہایت شدت سے متأثر کرتی رہی ہے لیکن یہ اس کا صرف سرمایۂ الفاظ ہی ہے جو اس سے متأثر نظر آتا ہے - صرف و نحو کے لحاظ سے اس میں سنسکرتی اثرات کا شائبہ تک محسوس نہیں ہوتا اور موجودہ ہندوستانی زبان میں سنسکرت گرامر کا ایک بھی ترکیبی عنصر موجود نہیں -''

ڈاکٹر مولوی عبدالحق اور ڈاکٹر شہید اللہ دونوں اس خیال کے حامی نظر آتے ہیں کہ شمالی ہند کی زبانیں براہ راست سنسکرت سے نہیں بلکہ قدیم پراکرتوں سے نکلی ہیں اور پراکرتیں مقامی بولیوں پر سنسکرت کے اثرات کے نتیجے میں وجود میں آئیں اگرچہ مولوی عبدالحق کی تالیف 'قواعد اردو' اور ڈاکٹر شہید اللہ کے مضمون 'بنگالی اور اردو کے

Marfat.com

مشترکہ ماخذ' میں وادیٔ سندھ کی آریاؤں سے قبل کی زبانوں اور مقامی زبانوں کی تخلیق میں ان کی اہمیت کی طرف کچھ مبہم سے اشارے ضرور کیے گئے ہیں لیکن کھل کر ان کی وضاحت نہیں کی گئی اور آخر میں ان کے آریائی الاصل ہونے کے مفروضہ پر ہی مہر تصدیق ثبت کر دی گئی ہے ۔ میرے دوست آصف صاحب نے بھی اپنے مضمون 'پنجابی زبان کے اجزائے ترکیبی' (روزنامہ امروز ، لاہور ، ۲۷ ستمبر ۱۹۵۹ء) میں کچھ اسی قسم کا رویہ اختیار کیا ہے ۔ انھوں نے پنجابی زبان میں دراوڑی عناصر کی کھوج لگانے کے لیے تحقیق و تدقیق کی گہرائیوں تک پہنچنے کی کوشش کی ہے اور اس میں وہ ایک حد تک کامیاب بھی ہو گئے ہیں لیکن بقولیکہ 'ہاتھی کے پاؤں میں سب کا پاؤں' نتیجہ یہی نکالا کہ پنجابی بھی ہندی اور سندھی کی طرح آریاؤں کی زبان سے مشتق ہے ۔ اگرچہ اس بارے میں انھوں نے اپنی مجبوری کا اظہار ضرور کر دیا ہے کہ :

> ''منڈا اور دراوڑی زبانوں کے متعلق ہمارا مطالعہ نفی کے برابر ہے اس لیے ہم ان میں سے کسی کو بنیاد مان کر بات نہیں کر سکتے ۔''

ہڑپائی تہذیب کی دریافت

اب سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ آخر وہ قدیم زبان یا زبانیں کونسی تھیں کہ جن پر قدیم سنسکرت اثر انداز ہوئی ؟ جب کولبروک ، لیتھم ، ولیم ہنٹر ، چارلس لائل ، میکس مولر ، جان بیمز اور جارج گریرسن وغیرہ ہم تحقیقات میں مصروف تھے تو اس وقت شمالی ہند کی تاریخ آریاؤں کی آمد سے شروع ہوتی تھی اور اس سے پہلے ایک ایسا خلا تھا جس پر تاریکی اور لا علمی کے دبیز پردے پڑے ہوئے تھے ۔ اس لیے ان محققین کے لیے اس کے سوا اور کوئی چارۂ کار نہ تھا کہ وہ اس قدیم زبان کو سنسکرت سے مختلف لیکن آریائی الاصل زبان قرار دیں ۔ لیکن اب صورت حال بدل چکی ہے ۔ آج محکمۂ آثار قدیمہ کی کدالوں نے ایک قدیم تہذیب کے چہرے سے زمانے کی مکڑی کے بنے ہوئے جالوں کو اتار کر اس کے خد و خال کو بڑی حد تک اجاگر کر دیا ہے ۔ اس لیے اب ہمیں اس قدیم زبان کو پہچاننے کے لیے مزید الجھن میں پڑنے کی ضرورت نہیں ۔ ۴۲

Marfat.com

بڑے وثوق سے کہہ سکتے ہیں کہ جن قبائل سے نو وارد آریاؤں کو دو چار ہونا پڑا وہ ہڑپہ اور موئن‌جودڑو کے باشندے تھے اور ان دونوں کی زبانوں کی باہمی آمیزش کے نتیجے میں نئی بولیوں نے جنم لیا جو کہ موجودہ زبانوں کا پیش خیمہ ثابت ہوئیں - یہاں اس امر کا واضح کر دینا بھی ضروری ہے کہ نوواردوں کی زبان نے یہاں کی مقامی زبانوں کو محض متاثر کیا ہے اور انہیں نیست و نابود کر کے کسی نئی بولی کی طرح نہیں ڈالی - ہاں ! یہ ضرور ہے کہ مقامی زبانوں کی مقبولیت کے زیر اثر خود ختم ہو گئی - مقصد یہ کہ کسی زبان کا دوسری زبان سے متأثر ہونا اور بات ہے چاہے وہ اثرات کتنے ہی گہرے کیوں نہ ہوں اور اس کا کسی دوسری زبان سے مشتق ہونا اور بات ہے - یوں تو فارسی اور ہسپانوی بھی عربی سے شدید طور پر متأثر ہوئی ہیں لیکن اس بناء پر انہیں عربی الاصل اور سامی گروہ کی شاخیں قرار نہیں دیا جا سکتا - برصغیر پاک و ہند کے شمالی حصے کی زبانوں کی جڑیں بھی آریاؤں سے قبل کی سر زمین میں پیوست ہیں - ہاں ! سنسکرت نے انہیں متأثر ضرور کیا ہے -

ہڑپائی تہذیب کے لسانی پہلو

ایک حل طلب مسئلہ یہ بھی ہے کہ ہڑپائی تہذیب کی زبان کس زمرہ سے تعلق رکھتی تھی - بعض حضرات محض اپنے مذہبی احساسات کی تسکین کی خاطر بغیر کوئی ثبوت بہم پہنچائے اسے عربی زبان یا اس کی شاخ قرار دیتے ہیں - ان میں جناب جلال ندوی صاحب اور ہمارے شاعر صوفی غلام مصطفیٰ تبسم پیش پیش نظر آتے ہیں - اگر کسی طرح اس نظریہ کو ثابت کیا جا سکتا تو واقعی یہ کسی حد تک ہمارے لیے باعث فخر ثابت ہوتا لیکن یہ نظریہ حقائق کی روشنی میں پنپتا نظر نہیں آتا (اس سلسلے میں میرا مراسلہ مطبوعہ 'ماہ نو' ستمبر ۱۹۵۷ء ملاحظہ ہو)- بہر حال میں یہی عرض کروں گا کہ یہ حضرات اپنی جستجو جاری رکھیں کہ یہ کچھ نہ کچھ پھل تو ضرور لائے گی - جہاں تک میرے مطالعے کا تعلق ہے میں اس نتیجے پر پہنچا ہوں کہ ہڑپائی تہذیب کے دور میں یہاں کے باشندے دراوڑی اور منڈا گروہ کے لسانی حلقوں سے تعلق رکھتے تھے - اس کا بین ثبوت نہ صرف بلوچستان میں دراوڑی زبان بولنے والے

Marfat.com

براہوئی قبائل کا وجود ہی ہے بلکہ مقامی زبانوں میں دراوڑی اور منڈا عنصر کی موجودگی بھی اس امر کی زندہ شہادت ہے ۔ حالانکہ آریاؤں کی آمد کے بعد کسی دور میں بھی جنوبی ہند کے دراوڑی قبائل کا وادیٔ سندھ کے باشندوں کے ساتھ براہ راست کسی قسم کے رابطے کا ثبوت نہیں ملتا ۔ معلومہ تاریخ میں دراوڑی قبائل ہمیشہ کوہ بندھیا چل کے جنوب میں ہی آباد نظر آتے ہیں ۔ ظاہر ہے کہ پھر یہ دراوڑی اور منڈا عنصر آریاؤں سے قبل کے عہد کی باقیات میں سے ہی ہو سکتا ہے ۔ مجھے یہ دعویٰ ہرگز نہیں کہ یہ مضمون حرف آخر کی حیثیت رکھتا ہے کیونکہ تحقیق و تدقیق کی راہیں کبھی مسدود نہیں ہوئیں ۔ ہاں غالباً اس پہلو میں یہ حرف اول کی حیثیت ضرور رکھتا ہے ۔

آریائی یا دراوڑی

ایک وقت تھا کہ ماہرین سنسکرت دنیا کی تمام تر تہذیب و تمدن کا سرچشمہ صرف آریائی قوم کو ہی تسلیم کرتے تھے اور ان کی زبان کو ام اللسان کا درجہ دیتے تھے ۔ گو ان کی تحقیقات کی بدولت انسانی معلومات میں ایک بیش بہا اضافہ ہوا ہے لیکن اپنے مخصوص مطالعے اور یک طرفہ رجحانات کی وجہ سے انہوں نے غیر ارادی طور پر تاریخ اور زبان سے تعلق رکھنے والے کئی ایک مسائل کے بارے میں اکثر غیر متوازن نظریات قائم کر لیے تھے جو کہ ان کے دیگر تحقیقی کارناموں کے ساتھ ساتھ ایک امر مسلمہ کی حیثیت اختیار کر گئے ۔ ان نظریات کی مقبولیت کی بناء پر کسی کو ان کی تردید کرنے کی جرأت نہ ہو سکی ۔ برصغیر پاک و ہند کے شمالی حصے کی زبانوں کے سنسکرت الاصل ہونے کا نظریہ اس کی ایک زندہ مثال ہے ۔ ان زبانوں اور سنسکرت کی صرف و نحو کے درمیان بنیادی اختلافات کی ایک وسیع خلیج حائل ہونے کے باوجود صرف کچھ لغوی مطابقت کی بناء پر اس نظریہ کی بنیادیں قائم کر دی گئیں اور آج تک یہ ایک ناقابل تردید حقیقت کے طور پر تسلیم کیا جا رہا ہے ۔ اس قسم کے واقعات کو پیش نظر رکھتے ہوئے 'آریاؤں کی اصل' (The Origin of The Aryans) کے فاضل مصنف جناب آئزک ٹائلر (Issac Toylor) نے لکھا ہے کہ :

Marfat.com

''خوش قسمتی سے ماہرین سنسکرت کے غاصبانہ اور وقتی نظریات کا زمانہ گزر چکا ہے۔ اب یہ محسوس کیا جانے لگا ہے کہ جلد بازی میں اخذ شدہ لسانیاتی نظریات کا آثار قدیمہ، علم الکاسیات، علم الانسانیات، علم الطبقات الارض اور عقل سلیم کی روشنی میں نئے سرے سے جائزہ لینے کی ضرورت ہے۔''

مسٹر آئزک ٹائلر نے سنسکرت اور دراوڑی زبانوں کے باہمی تعلقات کا ذکر کرتے ہوئے لکھا ہے کہ:

''سنسکرت کے علاوہ آریائی زمرہ کی تمام دیگر زبانیں لثوی اصوات سے یکسر مبرا ہیں جو کہ خالصتاً دراوڑی صوتیات کی خصوصیات میں سے ہے۔ سنسکرت کی صوتیات میں اس خصوصیت کا پایا جانا اس پر دراوڑی اثرات کا واضح ثبوت ہے۔''

سنسکرت کا دراوڑی سے متأثر ہونا ایک قدرتی امر تھا۔ بقول پروفیسر جسٹی (Justi):

''وادیٔ سندھ میں وارد ہونے والے آریائی قبائل تعداد میں مقامی آبادی کی نسبت نہایت کم تھے اور ان کے ساتھ بہت کم عورتیں تھیں۔ یہاں آنے پر انھوں نے مقامی آبادی سے بیویاں حاصل کیں اور یہیں آباد ہو گئے۔''

اس کے نتیجے میں باہمی میل جول اور بات چیت کی بدولت نوواردوں کی طرز معاشرت، رسم و رواج، مذہب اور زبان کا مقامی عناصر سے متأثر ہونا لازمی امر تھا۔

دراوڑی زبانوں کے عالم بشپ رابرٹ کاڈویل (Rev. Robert Caldwell) نے آریاؤں کے وادیٔ سندھ میں ورود کا تذکرہ کرتے ہوئے بیان کیا ہے کہ:

''آریاؤں کی آمد سے قبل یہاں بسنے والے قبائل تعداد کے لحاظ سے غالباً ان کی نسبت بہت زیادہ تھے جن پر اگرچہ آریاؤں نے فتح ضرور حاصل کرلی لیکن مقامی آبادی نیست و نابود نہیں ہوئی بلکہ آہستہ آہستہ وہ آریائی معاشرہ میں جذب ہو کر اس

Marfat.com

قوم کا ایک حصہ بن گئی اور فاتح قوم کے بہت سے رسم و رواج اور لغوی سرمایہ کا کچھ حصہ اپنا لیا لیکن اکثریت میں ہونے کی بناء پر انھوں نے بھی آریائی تمدن ، مذہب اور زبان پر گہرا اثر ڈالا ہوگا ۔"

عام طور پر یہ رجحان پایا جاتا ہے کہ شمالی ہند کی زبانوں میں ملنے والے تمام تر الفاظ کی اصل کو سنسکرت سے ملایا جائے ۔ لیکن کسی لفظ کا مقامی زبانوں اور سنسکرت دونوں میں پایا جانا اس کے آریائی الاصل ہونے کی دلیل نہیں ، تاوقتیکہ ایسے الفاظ کا سراغ خود آریائی کنبے کی دوسری زبانوں میں بھی نہ مل جائے ۔ خود ویدوں کی زبان بھی مقامی اثرات سے مبرا نہیں ۔ سنسکرت صرف و نحو پر بھی وادیٔ سندھ کی مقامی زبان کے اثرات کا پتہ چلتا ہے ۔ مشہور ماہر سنسکرت ڈاکٹر میکڈانل (A. A. Macdonell) کا قول ہے کہ :

"کلاسیکی سنسکرت صوتی لحاظ سے ویدوں کی زبان سے بعینہ مشابہت رکھتی ہے لیکن صرف ونحو کے لحاظ سے یہ اس سے مختلف ہے ۔ خاص طور پر اس میں صرف و نحو کی کئی ایسی شکلیں یکسر غائب ہیں جو کہ ویدوں کی زبان میں موجود تھیں ۔ اس کے علاوہ لغوی پہلو میں بھی نمایاں تبدیلیاں نظر آتی ہیں ۔"

صاف ظاہر ہے کہ وہ سنسکرت جو کہ پانینی نے پیش کی ہے مقامی اثرات کے تحت آریاؤں کی قدیم زبان سے مختلف شکل اختیار کر چکی تھی ۔ بلکہ میکڈانل کے نظریہ کی رو سے خود ویدوں کی زبان بھی مقامی اثرات سے محفوظ نہیں ۔ ڈاکٹر سینتی کمار چیٹر جی نے بھی اس امر پر صاد کیا ہے کہ ویدوں کی زبان میں کئی ایک دراوڑی الفاظ موجود ہیں جیسے کہ پھل ، نیلا ، ول (خوبصورت) ، شام اور پوجنا وغیرہ ۔

مقامی زبانوں کا سرمایۂ الفاظ

برصغیر پاک و ہند کے شمالی حصے کی زبانوں کے سرمایۂ الفاظ کو متقدمین نے تین حصوں میں تقسیم کیا ہے ۔ ایسے الفاظ جو کہ بغیر کسی تبدیلی کے سنسکرت سے مستعار لے گئے ہیں ، انہیں 'تت سم' کہا گیا ہے ۔ سنسکرت الاصل الفاظ جو کہ مقامی زبانوں میں آنے کے بعد تبدیل

Marfat.com

ہو گئے ہیں 'تربھو' کہلاتے ہیں - تیسری قسم کے الفاظ کو 'دیساجا' یعنی دیسی کا نام دیا گیا ہے - یہ حصہ غیر سنسکرتی عناصر پر مشتمل ہے اور لا محالہ یہاں کی قدیم غیر آریائی یعنی دراوڑی اور منڈا زبانوں سے ورثہ میں ملا ہے - مقامی زبانوں میں پہلی قسم کے الفاظ کی تعداد نہایت قلیل ہے - سنسکرت اصل کے الفاظ زیادہ تر دوسری صورت میں موجود ملتے ہیں لیکن ان کے سرمایۂ الفاظ کا ایک بڑا حصہ تیسری قسم سے تعلق رکھتا ہے -

ایک وقت تھا کہ شمالی ہند کی زبانوں کو براہ راست آریائی نوواردوں کی زبان سنسکرت سے مشتق قرار دیا جاتا تھا لیکن جب موجودہ لسانیاتی تحقیق نے اس نظریہ کی بے بضاعتی کا ثبوت مہیا کر دیا تو اس نظریہ کے حامیوں نے جھٹ اس میں ترمیم کر لی کہ یہ زبانیں سنسکرت سے نہیں بلکہ اس سے ملتی جلتی ایک قدیم آریائی زبان سے مشتق ہیں - لیکن وہ اس 'ملتی جلتی' زبان کے وجود کے بارے میں کوئی ٹھوس ثبوت مہیا کرنے سے قاصر ہیں - ان کا یہ ترمیم شدہ نظریہ بھی حقائق کی کسوٹی پر پورا نہیں اترتا - حقیقت یہ ہے کہ مذکورہ زبانیں سنسکرت پر مقامی اثرات کی بناء پر وجود میں نہیں آئیں بلکہ اس کے برعکس یہاں کی قدیم زبانوں پر آریائی زبان کے لغوی اثرات کا نتیجہ ہیں - یعنی ان کی بنیادی ہیئت پر آریائی زبان کوئی قابل ذکر اثر نہیں ڈال سکی -

مقامی زبانوں کی صرف و نحو کے غیر آریائی ہونے کا نظریہ تو اب ایک امر مسلمہ کا درجہ حاصل کر چکا ہے - لیکن ماہرین ابھی تک اس بارے میں متفق نہیں ہو سکے کہ ان زبانوں کے سرمایۂ الفاظ میں غیر آریائی عناصر کا تناسب کیا ہے - علماء کے ایک طبقے کا جس میں برائن ہاجسن (Brian Hodgson) ، رابرٹ کاڈویل (Rabert Caldwell)، ڈاکٹر گنڈرٹ (H. Gundert)، پادری کٹل (F. Kittel) اور ارنسٹ ٹرمپ (Ernest Trumpp) وغیرہ شامل ہیں - خیال ہے کہ مقامی زبانوں میں غیر آریائی عنصر کا تناسب کافی زیادہ ہے - ڈاکٹر ٹرمپ نے اپنی تصنیف 'سندھی زبان کی گرامر' (Grammar of The Sindhi language) میں بیان کیا ہے کہ سندھی زبان کے الفاظ کا جو کہ لثوی اصوات کے حامل ہیں قریباً تین چوتھائی حصہ سیتھی یا تاتاری (دراوڑی اور منڈا) حلقہ کی

Marfat.com

زبانوں سے تعلق رکھتا ہے ۔ ان کا کہنا ہے کہ شاید ایک دن ایسا آئے کہ جب اس غیر آریائی عنصر کا کھوج لگانا ممکن ہو سکے کہ وہ کہاں سے ایک آریائی (یعنی سندھی) زبان میں داخل ہوا ۔ بشپ کاڈویل کا خیال ہے کہ شمالی ہند کی زبانوں کے سرمایۂ الفاظ کا تقریباً دسواں حصہ غیر آریائی عنصر پر مشتمل ہے اور مرہٹی میں اس عنصر کا تناسب بیس فی صد ہے ۔ اگر پنجابی زبان کا بنظر غائر مطالعہ کیا جائے تو اس میں بھی دراوڑی اور منڈا زبانوں کا اتنا عنصر موجود ہے کہ اسے کسی طرح نظر انداز نہیں کیا جا سکتا ۔ اس عنصر کا صحیح تناسب کیا ہے ؟ فی الحال اس بارے میں وثوق سے کچھ کہنا مشکل ہے ۔ اس کے لیے ابھی مزید تحقیق کی ضرورت ہے ۔

برصغیر کی قدیم زبانیں

برصغیر پاک وہند کی زبانوں کے تجزیے سے ظاہر ہوتا ہے کہ آریاؤں کی آمد سے قبل یہاں تین مختلف لسانی حلقوں کا دور دورہ تھا : اول پہاڑی زبانیں جسے عام طور پر تبتی و برمی کے نام سے یاد کیا جاتا ہے ۔ ان کا سلسلہ لداخ سے شروع ہو کر برصغیر کے شمالی سلسلہ ہائے کوہ کے ساتھ ساتھ ہوتا ہوا برما ، سیام ، انام اور ہند چینی تک جا پہنچا ہے ۔ اس میں لداخ ، کماؤں ، نیپال ، بھوٹان ، سکم اور ناگا قبائل کے علاقے شامل ہیں ۔ اس لسانی گروہ نے شمالی ہند کی زیرغور زبانوں پر کوئی خاص اثر نہیں ڈالا ۔ گو ہمارے سرمایۂ الفاظ میں کوئی کوئی لفظ اس زمرہ کا بھی نظر آ جاتا ہے لیکن مجموعی طور پر ہماری زبانوں کے لسانیاتی مطالعے میں اس زمرہ کو کوئی خاص مقام حاصل نہیں ۔

دوسری بھیل ، کول اور سنتھال وغیرہ قبائل کی زبانیں ہیں جنہیں کہ منڈا حلقے کے نام سے تعبیر کیا جاتا ہے ۔ زبانوں کے تجزیہ سے ظاہر ہوتا ہے کہ اس گروہ کو زمانے کے لحاظ سے دراوڑی حلقہ پر سبقت حاصل ہے ۔ برصغیر میں منڈا قبائل دراوڑوں سے بھی پہلے موجود تھے ۔ دراوڑوں کے ورود کے بعد یہ قبائل کہیں ان کے ساتھ مل جل کر آباد رہے اور کہیں الگ تھلگ ۔ شمالی ہند کی زبانوں پر اس گروہ کے اثرات کافی گہرے ہیں اور ان زبانوں کا جائزہ لیتے وقت اس گروہ کو کسی طرح نظر انداز نہیں کیا سکتا ۔

Marfat.com

تیسرا لسانی گروہ دراوڑی زمرہ سے تعلق رکھنے والی زبانوں پر مشتمل ہے - موجودہ دور میں یہ زبانیں زیادہ تر جنوبی ہند کے خطہ میں مروج ہیں - بلوچستان میں براہوئی قبائل کی زبان بھی اسی سلسلے کی ایک کڑی ہے - تامل ، تلگو، ملیالم ، کناری اور گونڈی وغیرہ اس کی اہم شاخیں ہیں - ابھی تک برصغیر کے شمالی حصے کے لسانی مطالعے کے لیے دراوڑی زبانوں کو قابل التفات نہیں سمجھا گیا گو ان زبانوں پر دراوڑی اثرات اتنے گہرے اور وسیع ہیں کہ اس پہلو میں سنسکرت کو محض ایک ثانوی حیثیت حاصل ہے -

پنجابی اور دراوڑی

پنجابی زبان کی ہی مثال لیجیے - یہ نہ صرف ایک وسیع علاقے میں مروج ہے بلکہ اس کا دامن بے شمار زبانوں کے سرمایۂ الفاظ سے بھرپور ہے - بیرونی زبانیں مثلاً عربی ، فارسی ، ترکی ، یونانی ، پرتگیزی اور انگریزی تو ایک طرف ، خود اس بر صغیر کی مختلف زبانوں کے اثرات بھی مطالعہ کی دعوت دیتے ہیں - اس سے میری مراد یہ ہرگز نہیں کہ اسے باقی ہم عصر علاقائی زبانوں پر کوئی فوقیت حاصل ہے - اس سے مقصد صرف اتنا ہے کہ چونکہ پانچ دریاؤں کی سر زمین نے برصغیر کی تاریخ کی تشکیل میں ہمیشہ ایک اہم کردار ادا کیا ہے - اور پھر یہ علاقہ مختلف تہذیبی لہروں کی آماجگاہ بنا رہا ہے اس لیے یہاں کی زبان کو صرف لسانی مطالعے کے لیے ایک نمائندہ زبان کے طور پر شمار کیا جا سکتا ہے - اردو کے ساتھ ساتھ پنجابی زبان کی مثالیں پیش کرنے کی ایک بڑی وجہ یہ بھی ہے کہ مادری زبان ہونے کی حیثیت سے میں اس بارے میں پورے وثوق سے بات کر سکتا ہوں -

تقابلی جائزے کی خاطر ہم مصدر 'مارنا' بمعنی 'زد و کوب کرنا' کی مثال لیتے ہیں - مارنا خود سنسکرت سے ماخوذ ہے - انہی معنوں میں 'پیٹنا' کا لفظ غالباً آریائی الاصل ہے لیکن سنسکرت میں نہیں ملتا - شاید یہ انگریزی لفظ بیٹ (beat) کا ہم اصل ہو یا پھر اس سے مشتق ہو - انہی معنوں میں مندرجۂ ذیل دراوڑی الفاظ معمولی تبدیلی کے ساتھ یہاں کی عام بول چال میں مروج ہیں :

تلگو ، کناری ، تامل : کٹو: مارنا ، پیٹنا - پنجابی شینا : کٹنا بمعنی مارنا۔

Marfat.com

ملیالم : کٹوکا : ضرب لگانا - کوہستانی : پیسنا ، کوٹنا وغیرہ
براہوئی : کٹنگ : پیٹنا - اردو : کوٹنا
براہوئی : کھالد بمعنی مارنا - پنجابی : کھلنا
گونڈی : جم ” ” - پنجابی : جھمبنا
سنتھالی : منڈاری (منڈا گروہ): دل بمعنی مارنا ، کوٹنا، پیسنا وغیرہ
پنجابی : دلنا بمعنی مارنا ، پیسنا

روزمرہ بول چال کی پنجابی زبان میں دراوڑی اور منڈا گروہوں کے کتنے ہی ایسے الفاظ ملیں گے کہ یا تو ان کی ہیئت میں فرق آچکا ہے یا معنی میں کسی حد تک تبدیلی پیدا ہو چکی ہے - مثال کے طور پر پنجاب کے دیہاتوں میں جب ماں ذرا ناراضگی سے بچوں کو کھانا کھانے کے لیے کہتی ہے تو اکثر ’کھانن لا‘ یا صرف ’نن لا‘ کے الفاظ استعمال کرتی ہے یعنی نن‌نا بمعنی کھانا - تامل ، کناری اور تلگو میں کھانے کو ’تنو‘ اور ملیالم میں ’تنوکا‘ کہتے ہیں اور اس کے معنی عام طور پر ’نگلنا‘ یا بھوکوں کی طرح کھانا وغیرہ کے ہیں - تائے کا نون سے تبادل عام ہے - سندھی میں کھانے کو ’جم‘ اور پنجابی میں جھمبنا کہتے ہیں (پنجابی : اوہ بیٹھا بیٹھا دس روٹیاں جھمب گیا یعنی وہ بیٹھا بیٹھا دس روٹیاں کھا گیا) - یہ الفاظ منڈا حلقے کی زبانوں ساورا ، سنتھالی اور منڈاری وغیرہ میں انہی معنوں میں استعمال ہونے والے لفظ ’جام‘ یا ’جومے‘ کی ہی ایک شکل ہے - اسی طرح پنجابی میں کھانے کے لیے کھتنا بمعنی ٹھونستا کا لفظ بھی مستعمل ہے جیسے کہ ’چھیتی چھیتی کھا گھت لا‘ یا صرف ’چھیتی چھیتی گھت لا‘ بمعنی ’جلدی جلدی کھالے‘ یہ لفظ انہی معنوں میں دراوڑی زبانوں میں مستعمل ہے جیسے کہ تامل : کتوکو بمعنی نگلنا ، ٹھونسنا اور تلگو : گتوکو بمعنی چٹ کر جانا ، دوسروں کا جھوٹا کھانا وغیرہ - ایسے ہی اگر بچے ماں کو کھانے کے لیے زیادہ تنگ کر رہے ہوں تو وہ غصے سے کہتی ہے ’جرا ساہ لئو ہنے توسا پکا دنی آں‘ یعنی ذرا سانس لو ابھی توسا پکا دیتی ہوں - اب یہ ’توسا‘ روٹی کے لیے تامل : توشائی ، ملیالم ، کناری اور تلگو : دوسا کی ہی ایک صورت ہے - بعض دوستوں کا خیال ہے کہ یہ فارسی توشہ بمعنی زاد راہ سے مشتق ہے لیکن غصے اور زاد راہ میں کوئی نسبت معلوم نہیں ہوتی -

Marfat.com

پنجابی اور دراوڑی زبانوں میں گھر کے لیے بھی مشترک الفاظ ملتے ہیں جیسے کہ :

تامل ، ملیالم : کٹی ۔ کناری : گڈی بمعنی گھر ۔ پنجابی : کھڈی کھڈا بمعنی چھوٹی کوٹھڑی ، کھڈا بمعنی دڑبہ یا گھونسلا وغیرہ بھی مستعمل ہے ۔ اسی طرح تامل ، ملیالم : ال ۔ کناری : الو بمعنی گھر ۔ پنجابی : آلا بمعنی گھروندا ، آلنا بمعنی گھونسلا ۔

اسی طرح 'چندہ' کا لفظ لے لیجیے ۔ اخباروں ، رسالوں کا سالانہ چندہ ، مسجدوں ، یتیم خانوں وغیرہ کے روز روز کے چندے اور اس کے ساتھ چندہ خوروں کی ایک جماعت ۔ یہ لفظ بھی دراوڑی باقیات میں سے ہے اور تامل : تنتو ، ملیالم : تنتوکا ، تلگو : تندو اور کناری : ڈنڈ بمعنی محصول کے مترادف ہے ۔ علاوہ ازیں پنجابی ڈنڈ بمعنی جرمانہ بھی اسی سلسلے کی ایک کڑی ہے ۔ اسی طرح چنگی (محصول) بھی انہی معنوں میں استعمال ہونے والے تلگو لفظ 'سنکم' اور ملیالم : 'چنگم' سے مشتق ہے ۔

مطالعہ سے پتہ چلتا ہے کہ پنجابی زبان میں زندگی کے قریب قریب ہر شعبے سے متعلق سرمایۂ الفاظ میں دراوڑی عنصر موجود ہے ۔ اس دراوڑی عنصر کی موجودگی کو محض ایک اتفاقی امر کہہ کر نظر انداز نہیں کیا جا سکتا ۔ یاد رہے کہ کئی ایک دراوڑی الاصل الفاظ بظاہر سنسکرت سے مشتق نظر آتے ہیں لیکن حقیقت یہ ہے کہ اکثر ایسے الفاظ خود سنسکرت نے مقامی زبانوں سے مستعار لیے ہیں کیونکہ یہ الفاظ یا ان کے ہم اصل الفاظ آریائی کنبے کی دیگر زبانوں میں نہیں ملتے ۔

دراوڑی ، اردو اور پنجابی کا مشترکہ سرمایۂ الفاظ

ذیل میں ہم زندگی کے مختلف شعبوں سے متعلق سرمایۂ الفاظ کا مختصر سا جائزہ پیش کرتے ہیں تاکہ دراوڑی اور وادیٔ سندھ کی زبانوں کے باہمی تعلقات کا کچھ اندازہ لگایا جا سکے :

Marfat.com

تقابلی خاکے

Marfat.com

جسمانی اعضاء

	دراوڑی گروہ کی زبانیں						مغربی پاکستان کی زبانیں		
نمبر شمار	تامل	ملیالم	کناری	تلگو	دیگر	معنی	پنجابی	اردو	معنی
۱	مُکم مورائی	مُکم —	مُکا مورے	مُکامو مورا	کولامی: مُکم کورخ: مُک	مُنہ، چہرہ، سامنا	مُکھ مُکھیا	مُکھ مُکھیا	مُنہ، چہرہ، سامنا، شروع سردار، بڑا آدمی
	مُکڑی	مُکاڑو	—	—	—	سامنا، شروع، بڑائی	مُکھڑا مُورا	مُکھڑا	مُنہ، چہرہ سامنا
۲	مُونشی	مُونی	—	مُومو	ٹوڈا: مُوں ٹوڈا: مونار	مُنہ سامنا، چہرہ مُہرہ	مُوں مہاندرا	مُنہ —	مُنہ (سندھی: مُونہن) چہرا مُہرہ، خد و خال
۳	وے	وے	بئیی	—	براہوئی: بئیی	مُنہ	وات (ملتانی)	—	مُنہ (سندھی: وات)
۴	سُونٹ	سُونٹ	سُونڈ	—	پارجی: سونڈ	چونچ، ہونٹ، تھوتھنی	سُن	سُونڈ	تھوتھنی، ہاتھی کا سُونڈ۔ سندھی: سوند (سونڈ)
۵	—	—	ڈڈواے	ڈواڈے	—	جبڑے، رخسار	جبڑا	جباڑا	جبڑا

Marfat.com

[illegible]	[illegible]	[illegible]	تالا	—	ٹونڈی : تالا ٹوڈا ، کوٹا : تال کولامی ، کوئی: تالو	سر ، چوٹی ، تالو	تالو	تالو	سر ، چوٹی ، سقف دہن
۷	—	—	گتڈا	کڈ امو	تولو : گڈا	ٹھوڑی ، وہ داڑھی جو صرف ٹھوڑی پر ہو	کھودی	—	وہ داڑھی جو صرف ٹھوڑی پر ہو
۸	چوٹی	چوٹی کا	سوڈو	—	کوڈاگو : چوڈی پارجی : چُوٹا	بالوں کا جوڑا ، کلغی، تاج، بالوں میں پھول سجانا، گوندھے ہوئے بال	جُوڑا	چوٹی	سر کے گوندھے ہوئے بال بالوں کا جُوڑا
۹	—	پُوٹا	—	—	کولامی : بُور نائیکی : بُر	ملائم بال ، نرم پر ، پلکوں یا ابروؤں کے بال	بُر	—	نرم بال ، آون
۱۰	پُوچو	—	بوچو	پوچو	—	اون ، نرم بال	پشم	پشم	اون ، نرم بال
۱۱	کڑتو	کڑتو	کاٹو	گُنٹو	گڈابا : گڈو تولو : کنٹیلو	گردن	گاٹا کنٹھا گھنڈی	گردن	گردن ، گلا حلق وغیرہ
۱۲	—	—	—	—	براہوئی : کچھ	بغل	کچھ	—	بغل

Marfat.com

	دراوڑی گروہ کی زبانیں						مغربی پاکستان کی زبانیں		
نمبر شمار	تامل	ملیالم	کناری	تلگو	دیگر	معنی	پنجابی	اردو	معنی
۱۳	—	—	مَمّو	—	تولو : مَمّا پارجی : مما	پستان، دودھ	ممّا	—	پستان
۱۴	—	—	پوٹ	پوٹا	تولو : پوٹ کولامی، پارجی: پوٹا	پیٹ	پوٹا	— پیٹ	پیٹ (خاص کر پرندوں کیلئے) پیٹ
۱۵	ٹونٹی	ٹونٹی	—	— ڈوڈو	تولو : توند —	بڑا پیٹ بڑے پیٹ والا	— ڈِھڈّو	توند —	بڑا پیٹ بڑے پیٹ والا
۱۶	—	—	—	—	براہوئی : پِنی	پنڈلی	پنجنی	پنڈلی	پِنڈلی

رشتہ جات

	امائی	—	—	—	—	ماں ، دادی	مائی	—	ماں ، دادی ، بزرگ عورت
	—	—	امبا امبے	—	—	ماں	امبو امبڑی	—	ماں
۲	—	—	—	اپّا	تولو : آپے	ماں	بے بے	—	ماں (آپا : بڑی بہن)
۳	آئی	—	—	—	—	رضاعی ماں	—	آیا	دائی ، بچوں کے لیے رکھی ہوئی خادمہ
	تائی	تائی	—	—	—	ماں	تائی	تائی	تایا کے گھر والی
۴	آپّن آپو	آپُن	اپّا	اپّا	—	باپ	ابّا	ابّا	باپ
۵	تاتا	تاتن	—	—	—	باپ ، دادا	تایا	تایا	باپ کا بڑا بھائی
							دادا	دادا	دادا
۶	آپی	—	—	آپا	—	بڑی بہن	آپا	آپا	بڑی بہن
۷	مامن	مامن	ماما	ماما	براہوئی : ماما	ماموں	ماما	ماموں	ماں کا بھائی
۸	مامی	—	—	—	تولو ، پارجی: مامی	ممانی	مامی	ممانی	ماموں کی بیوی

Marfat.com

نمبر شمار	تامل	ملیالم	کناری	تلگو	دیگر	معنی	پنجابی	اردو	معنی
	دراوڑی گروہ کی زبانیں						مغربی پاکستان کی زبانیں		
۹	وڈووائی	—	—	اٹاڈی	—	دلہن ، بیوی ، عورت	وہٹی	—	دلہن ، بیوی
۱۰	—	—	—	کوڈالُو	براہوئی : گُڈی گونڈی : کوریار کولامی‌پارجی: کورل	بیوی بہو	—	—	چولستانی(پنجابی : کُڑی‌بمعنی بیوی ، بہو سندھی :۔کنوار : بیوی
۱۱	—	—	—	—	گونڈی : اسکنا	بیوی	سوکن	—	دوسری بیوی ، سوت
۱۲	ناتُّون	—	نا"دنی	—	—	نند : خاوند کی بہن	نِنان	نند	خاوند کی بہن
۱۳	چِلّاتی	—	—	چیلی	کولامی : سیلے	سہیلی، نوکرانی، عورت	سہیلی	سہیلی	سکھی
							سالی	سالی	بیوی کی بہن

Marfat.com

									ملتانی، تولی (پنجابی)، سندھی:- زال : بیوی ، عورت
۱۴	—	—	—	لیٹا	گونڈی : لوڈا	چھوٹا ، چھوٹی عمر کا	لوڈا	—	چھوٹا (غالباً اردو 'لڑکا' بھی اسی سے مشتق ہے)
							لوڈی	—	چھوٹی
۱۵	مانا	مانم	—	مانمو	مالتو : مانیئے	وابستہ ہونا، شادی کرنا، پیار کرنا	منگنا	منگنی	نسبت ٹھہرانا۔ شادی کی پہلی رسم
							مانئیاں	—	شادی کی ایک رسم جب کہ شادی سے کچھ دن پہلے عورت کو علاحدہ کمرے میں بٹھادیتے ہیں
۱۶	—	—	بیاگا	ویامو	تولو : بی گے	شادی کا رشتہ	ویاہ	بیاہ	شادی
۱۷	کُٹی	کُٹی	—	—	—	گِڑر، گھرانہ، خاندان، قبیلہ	کوڑما	کنبہ	قبیلہ ، خاندان ، رشتہ دار سندھی:- کُٹنب: قبیلہ، خاندان
	کٹمپو	کٹمپو	—	—	براہوئی : کٹمبا کوٹا : کڑمہ	کنبہ، خاندان، رشتہ دار	کڑُم	—	سسر، سسرال، سُسر کا خاندان
	کٹڑی	—	—	—	—	رشتہ داری، قبیلے کا رشتہ	کڑمائی	—	شادی کی رشتہ داری

Marfat.com

دراوڑی گروہ کی زبانیں							مغربی پاکستان کی زبانیں		
نمبر شمار	تامل	ملیالم	کناری	تلگو	دیگر	معنی	پنجابی	اردو	معنی
۱۸	کیل	—	کیلے	—	—	رشتہ داری ، بھائی چارہ ، گروہ بندی	—	—	پشتو:۔ خیل: قبیلہ، خاندان
	کیلائی	—	—	—	کوئی : کلامبو	قبیلہ ، خاندان ، نسل ، گروہ	—	—	گھرانہ
۱۹	پوڈران	پیران	پوڈابیگا	پیڑا	—	غیر ، اجنبی ، دوسرا	پرایا پروہنا	پرایا	(یہ اصطلاح دراوڑی اور منڈا گروہ میں مشترک طور پر مستعمل ہے) غیر مہمان

عالم حیوانات

نمبر شمار	تامل	ملیالم	کناری	تلگو	دیگر	معنی	پنجابی	اردو	معنی
۱	—	—	—	گوڑامو	کولامی : گورم نائیکی : گھوڑم کونڈا : گوڑم	گھوڑا	گھوڑا	گھوڑا	گھوڑا (سندھی : گھوڑو)

Marfat.com

					پارجی : گدے تولو : کٹے	گدھا	کھوتا گڈیں	— —	گدھا
۳	ایڑو	ایڑو	—	—	—	مویشی ، نرچوپایہ ، بیل	ویہڑا	—	بیل ، بچھڑا
	—	—	—	—	کوٹا ، ٹوڈا : ایڑ	بھینسا			
۴	ایڑوئی	ایڑوما	ایمے	اینومو	کوڈاگو : ایمے	بھینس	مہیں	—	بھینس (سندھی:مینھن)
۵	کٹا	کٹا	کڈاسو	—	—	گائے یا بھینس کا بچہ ، بچھڑا	کٹا	—	بھینس کا بچہ ، بچھڑا
۶	مئیل	مئیل	مئیلا	—	کوئی : میلو تولو : میرو	مور	مور	مور	ایک خوبصورت پرندہ
۷	چِتی	چِتی	سِپتی	چِپو	—	سیپ، سیپ کا چمچ	سِپتی	سیپ	سیپ
۸	پال	پال	بالو	پال	براہوئی : پال	دودھ	بوہلی پلاوا	— —	مویشوں کا پہلے دو تین دن کا دودھ دودھ دینے والا جانور

Marfat.com

نمبر شمار	دراوڑی گروہ کی زبانیں						مغربی پاکستان کی زبانیں		
	تامل	ملیالم	کناری	تلگو	دیگر	معنی	پنجابی	اردو	معنی
۹	—	—	—	—	براہوئی : بگ	گائے بھینسوں کا گلہ	وگ	—	گائے بھینسوں کا گلہ
۱۰	—	—	—	—	براہوئی : ڈاچی	اونٹنی	ڈاچی	—	اونٹنی
۱۱	تاتّائے	تاتّا	—	—	—	طوطا	توتا	طوطا	طوطا (سندھی : طوطو)
۱۲	کُووا	کُووا	—	—	—	فاختہ	گھگی	—	فاختہ

سامان خورد و نوش

نمبر شمار	تامل	ملیالم	کناری	تلگو	دیگر	معنی	پنجابی	اردو	معنی
۱	نیر	نیر	نیر	نیرو	تولو : نیرو	پانی	نیر	—	پانی
۲	پونائی	پونال	پونال	—	—	پانی	پانی	پانی	پانی (منڈا اور دراوڑی گروہ میں مشترک)

							روٹ	—	بڑی روٹی پشتو :- ڈوڈے : روٹی
۴	—	—	—	—	کولامی : اِپاتی نائیکی : اِپات	باریک روٹی	چپاتی	چپاتی	ہلکی روٹی
۵	—	—	—	—	کونڈ ، کورخ ، کوئی } مانجی	چاول	مونجی	—	چاول
٦	—	باتا	—	—	—	وہ چاول جس کا چھلکا ابھی نہ اتارا گیا ہو	—	بھات	موٹا چاول ('بھتہ' اسی سے مشتق ہے)
۷	سور	—	—	—	قدیم تامل : چور	چاول	چول	چاول	—
۸	آن	آن	انی	—	تولو : انسو	خوراک، ابلے ہوئے چاول ابلے ہوئے دال چاول	اناج آن	اناج —	غلہ کوئی بھی کھانے کی شے نیز ابلے ہوئے دال چاول
۹	پاپٹم	پاپٹم	پاپڈی	—	تولو : پاپڑم	پاپڑ : چنے کی کاغذی روٹی	پاپڑ پاپا	پاپڑ —	پاپڑ چھوٹی ڈبل روٹی
۱۰	کڑی	کڑی	کڑی	—	—	سبزی یا گوشت	کڑھی کڑاہ	— —	بیسن کا سالن حلوا

Marfat.com

	دراوڑی گروہ کی زبانیں						مغربی پاکستان کی زبانیں		
نمبر شمار	تامل	ملیالم	کناری	تلگو	دیگر	معنی	پنجابی	اردو	معنی
۱۱	—	—	آنڈی	—	تولو ، کوٹا : آنڈی ٹوڈا : آڈی	کھوکھلے بانس کا برتن دودھ دوہنے کا برتن ، مٹی کا برتن	ہانڈی	ہنڈیا	سالن بنانے کے لیے مٹی کا برتن
۱۲	کوٹی	—	کوڈی	—	کوڈاگو : کوڈی	ابالنا ، گرم کرنا	کاڑھنا	کاڑھنا	ابالنا ، اچھی طرح پکانا
۱۳	—	اٹو	اڈ کے	—	تولو : اڈی گے	پکانا ، ابالنا	تڑکنا	—	بھوننا ، بگھارنا
۱۴	تالی	تالی کا	تالی سو	تالنچو	—	تلنا ، بھوننا ، بگھارنا	تلنا	تلنا	—
۱۵	کٹٹو	—	کٹا	گٹو	تولو : گٹو	ترش	کھٹا	کھٹا	ترش
۱۶	کار	کارم	کارا	کارو	براہوئی : کھارین	نمکین ، تلخ	کھارا	کھاری	بہت نمکین
۱۷	کاڑُو	کاڑُوکا	—	—	—	کڑوا	کوڑا	کڑوا	کڑوا (سندھی : کوڑو)

Marfat.com

					مالتو : بٹنگو		بتاؤں بھٹے		
۲۰	مٹرائی	مومٹرا	—	—	کوڈاگو : مُڈرے	مٹر	مٹر	مٹر	مٹر (سندھی : مٹر)
۲۱	مُولا	مُولنکی	مُولانگی	مولانگی	تولو : مولانگی	مولی	مولی	مولی	مولی (سندھی : موری)
۲۲	آڑنتو	آڑنو	آردو	—	—	ماش کی دال	—	آرد	ماش کی دال
۲۳	مِلکو	—	—	—	—	کالی مِرچ	مِرچ	مِرچ	(سندھی : مرچ)
	—	مِلاکنُو	مِرسو	—	کوٹا : مِلشو	سرخ مرچ	—	—	—
۲۴	کنٹ	—	گڈی	گڈا	تولو : کنڈی	گنٹھی دار جڑ	گنڈی	—	جیسے شکر گندی بمعنی میٹھی جڑ
۲۵	ایل	ایل	ایل	—	کوڈاگو : ایلی	تِل	تِل	تِل	تِل
۲۶	—	—	ایلاکی	ایلاکی	کوڈاگو : ایلاکی	الائچی	لاچی	الائچی	الائچی
۲۷	کوپاری	کوپرا	کوپری	کوپری	تولو : کوپرا	ناریل	کھوپا	کھوپرا	ناریل

Marfat.com

ضروریات خانہ داری

نمبر شمار	دراوڑی زبانوں میں عمومیت کے ساتھ مستعمل	معنی	پنجابی	اردو	معنی
۱	آری	کاٹنا	آری	آری	لکڑی چیرنے کا آلہ
			داتری	—	(دانت + آری) درانتی
			—	درانتی	دانت آری کی تقلیبی صورت
۲	آرا	کپڑا ، دھجی	ایرا	—	کپڑے کا چھوٹا ٹکڑا
۳	آلے	بیلنا	ویلنا	بیلنا	
۴	کٹلی	چارپائی	کھٹ	کھاٹ	چارپائی
			کھٹڑی	—	چھوٹی چارپائی
۵	کڑک	دروازہ	کھڑک	کواڑ	دروازہ
۶	کرنٹی	چمچ	کرنڈی	—	معماروں کا چمچ نما اوزار
۷	کوڈا	مٹکا ، گھڑا	گھڑا	گھڑا	—

Marfat.com

۸	[illegible]وا	پانی ڈالنے کا چھوٹا برتن	کڑوا کٹوی	— —	ایک کوزہ نما برتن پانڈی
۹	کنٹالی	ایک قسم کی کینتی	کندھالی	کدالی	کدال
۱۰	کونائی	پانی کا برتن	کُونا	—	مشکیزہ
۱۱	کوٹا	چھوٹی ٹوکری	گوٹا	—	چھوٹی ٹوکری
۱۲	چاٹی	مٹی کا برتن ، مٹی کا گھڑا	چاٹی	—	گھڑا
۱۳	چٹا	چٹائی	چٹائی	چٹائی	—
۱۴	کُوٹا	کِیلا	—	کھُونٹا	کِیلا
۱۵	تنتو	دھاگہ	تند	— تانت	دھاگہ رسی ، ڈوری
۱۶	ڈار	رسی ، دھاگہ	ڈور	ڈوری	دھاگہ ، رسی
۱۷	چمٹا	دستپناہ	چمٹا	چمٹا	دستپناہ
۱۸	گوڈا	دیوار	کندہ	—	دیوار

Marfat.com

نمبر شمار	دراوڑی زبانوں میں عمومیت کے ساتھ مستعمل	معنی	پنجابی	اردو	معنی
۱۹	کِٹکی	کھڑکی	کھڑکی	کھڑکی	—
۲۰	رجو	رسا	رسا	رسا	
			لج	—	بڑا رسا
۲۱	چھاتلا	چھاج	چھج	چھاج	
۲۲	منچم	چارپائی	منجی	—	چارپائی
۲۳	سِل	پتھر	سِل	سِل	پتھر کا چپٹا ٹکڑا
۲۴	تالی کا	طشتری	تھالی	تھالی	طشتری
۲۵	گدوگ	بیٹھنے کی جگہ ، تخت	گدّی	گدّی	بیٹھنے کی چٹائی ، تخت، سجادہ نشینی
					سندھی :- گدّی : ایضاً

Marfat.com

نمبر					
۱	اکا ، پکا تلگو : تالا پگ	رسا سر پر لپیٹنے کا رسا یعنی پگڑی	پگ پگڑی واگ	پگڑی باگ	دستار لگام کی رسی
۲	آنسو	دامن ، کپڑے کا سِرا	—	آنچل	دامن ، دوپٹے کا سِرا
۳	گوٹو	کپڑے کا کنارہ ، کپڑوں کے کناروں پر لگائی جانیوالی کناری	گوٹ گوٹا	— گوٹا	سادہ کناری طلائی یا روپہلی کناری
۴	پٹو	ریشم	پٹ	—	ریشم
۵	چپالو ، َمپل	جوتے	چپل	چپل	چپلی (پشتو : چپل)
۶	کیری	جوتے	کھیڑی	—	جوتے
۷	براہوئی : لِتر	جوتے	لِتر	—	جوتے
۸	کچ	لنگوٹ	کچھا	کچھ	دھوتی ، لنگوٹ
۹	کال	پاؤں	کھلا	—	جوتے ، پاؤں

Marfat.com

نمبر شمار	دراوڑی زبانوں میں عمومیت کے ساتھ مستعمل	معنی	پنجابی	اردو	معنی
۱۰	اٹی کائے	سونے کے سکوں یا قیمتی پتھروں سے بنا ہوا ہار	تٙنّگا	—	چاندی یا سونے کے سکوں سے بنا ہوا ہار
۱۱	اوٹو	بچوں کے سونے یا چاندی کے کڑے	پاؤنٹے	—	(پاؤں + اٹے) بچوں کے پاؤں میں پہننے کے سونے یا چاندی کے کڑے
۱۲	کاقّ	گلے کا ہار ، جانوروں کے گلے میں خوبصورتی کے لیے ڈالنے والی رسی	گانی	—	ہاتھ یا گلے میں پہننے کیلئے دھاگے کا ہار، جانوروں کے گلے میں خوبصورتی کیلئے ڈالی جانیوالی رسی
۱۳	گجرے	پاؤں کا کنگن خاص کر جس پر گھنگرو لگے ہوں	گجرا	—	ہاتھ کا کنگن ، پھولوں کی پہنچی
۱۴	کنکن	کنگن	کنگن	کنگن	
۱۵	کڑگا	کنگن - کوئی بھی گول کڑی	کڑے	کڑے	
۱۶	بالے	کوئی بھی گول کڑی نما زیور	والی	بالی	کانوں میں پہننے کا

۱۲	ابھر نام	زیور	—	ابھرن	زیور
۱۸	مودیرا	انگوٹھی	مُندری	—	انگوٹھی
			مُندراں	—	کانوں میں پہننے کی بڑی بالی
۱۹	وجیرا	ہیرا	ہیرا	ہیرا	
۲۰	موتو	موتی	موتی	موتی	

پیشہ وارانہ نام

۱	دلال	آڑھتیہ ، کمیشن ایجنٹ	دلال	دلّال	
			دلّا		بازاریعورتوں کا دلال
۲	گماشتہ	محرر ، منشی	—	گماشتہ	محرر ۔ سیٹھ کا خاص ملازم
۳	منیم	مُکھیا ۔ محکمہ مال کا ایکعہدیدار	منیم	منیم	ہندو ساہوکاروں کا حساب کتاب رکھنے والا کلرک

Marfat.com

نمبر شمار	دراوڑی زبانوں میں عمومیت کے ساتھ مستعمل	معنی	پنجابی	اردو	معنی
۴	براہو	نیلام	—	ہراج	نیلامی کرنے والا
۵	مالی	باغبان	مالی	مالی	
۶	کرانی	بقال	—	کریانہ فروش	نمک تیل وغیرہ قسم کی ضروریات زندگی بیچنے والا
۷	موچی	چمڑے کا کام کرنیوالا	موچی	موچی	چمڑے کا کام کرنیوالا
۸	چھمبیگا	درزی	چھینبا	—	درزی ، رنگریز
۹	چالیان	بافندہ	جلاہا	جولاہا	
۱۰	پنجاری	دھنیا	پینجا	—	دھنیا
۱۱	بڈیگا	بڑھئی	—	بڑھئی	(سندھی :- واڈو : بڑھئی)
	کلتو ، [illegible]	تاڑی ، دیسی شراب	کلال	—	شراب کا کاروبار کرنے والا

Marfat.com

۱۳	کا	وہ بانس جو بہنگی میں استعمال ہوتا ہے	کہار	کہار	(کا + ہار) کندھوں پر ڈولی اٹھانے والا ، کندھوں پر بہنگی اٹھا کر سودا سلف بیچنے والا
۱۴	مانجی	بڑی کشتی	—	مانجھی	کشتی بان (بنگالی:- مانجھی : ملاح)
۱۵	کواڑی	انواع و اقسام کا سامان بیچنے والا ، پھیری والا	کباڑیا	کباڑی	پرانا سامان بیچنے والا
۱۶	دادی	نرس ، آیا	دائی	دائی	—
۱۷	مَتّل	پہلوان	مَتّل	—	پہلوان
۱۸	باوری	جنوبی ہند کی ایک جرائم پیشہ قوم	باوریا	—	پنجاب کی ایک جرائم پیشہ قوم
۱۹	ڈوم	ایک جرائم پیشہ قوم	ڈُوم	ڈُوم	چھوٹی ذات کے لوگ ، مراسی
۲۰	پرائین	جنوبی ہند کی ایک قوم جس کے افراد ڈھول بجا کر مانگتے ہیں (دراوڑی : پرا بمعنی ڈھول)	بھرائی	—	(ملتانی : پراہیں) پنجاب کی ایک ڈھول بجا کر مانگنے والی قوم
۲۱	نانیندہ	حجام	نائی	—	حجام
۲۲	گندھ	خوشبو ، صندل کی لئی	—	گندھی	خوشبویات کا کاروبار کرنیوالا

Marfat.com

نمبر شمار	تامل	ملیالم	کناری	تلگو	دیگر	معنی	پنجابی	اردو	معنی
	دراوڑی گروہ کی زبانیں						مغربی پاکستان کی زبانیں		
۱	کل	کلا	کل	—	کوٹا : کل	سیکھنا ، پڑھنا ، فن، حکمت	کلا کل	— کل	حکمت ، سمجھ ، سوچ مشین
۲	کڑار	کڑاوار	—	—	—	اہلِ فن ، صاحبِ علم	کراڑ	—	ہندو دکاندار جو کہ غالباً ان کے پڑھے لکھے ہونے کی طرف اشارہ کرتا ہے
۳	تن	—	—	—	کورگ } تنّی تولو	سردی، محبت ، تشفی ، پیاس بجھانا	ٹھنڈ	ٹھنڈک	سردی، محبت، تشفی (آنکھوں کی ٹھنڈک ، کلیجے کی ٹھنڈک)
۴	مُورکو	مُورکا	—	—	کوٹا: مورک	ضدی، بیوقوف ، جاہل	مورکھ	مورکھ	بے عقل ، بے وقوف
۵	آلسو	—	آلسو	—	—	تھک جانا ، اکتا جانا	آلس	—	سستی ، اکتاہٹ ، تھکاوٹ

Marfat.com

۶	—	—	ِگڈا	ِگڈا	تولو : ِگڈا	چھوٹا ، ٹھنگنا	گٹھا گینڈا	—	چھوٹا ، ٹھنگنا
۷	پرو	پرو	پیر	پرو	—	بڑا	بڑا	بڑا	—
۸	الگو	لگو	لگو	لگ وو	—	چھوٹا ، ہلکا	لوکا —	— ہلکا	{ بنگالی : لگو کشمیری : لوکو } چھوٹا
۹	ورنمو	ورن	ون	ونمو	—	رنگ	ون	—	رنگ (بنگالی :- ون : رنگ)
۱۰	رنگ رنجن	— —	رنگ رنجن رنجک	رنگ رنجمو رنگمو	رنگ		رنگ نرنجن	رنگ —	(سندھی : رنگ) جس کا کوئی رنگ نہ ہو یعنی خدا (بنگالی :- رنجک، رنجن:رنگ)
۱۱	کارو	کارو	کاری	—	تولو : کاری	کالا	کالا	کالا	(سندھی :- کارو : کالا)
۱۲	نیلو نیلمو	نیلی	نیلی	نیلی	—	ِنیلا	نیلا	نیلا	(سندھی :- نیرو : نیلا)
۱۳	اری	ہری	ہری	—	—	سبز	ہرا	ہرا	سبز
۱۴	—	ِورل	ِورل	ورلامو	—	خال خال ، کوئی کوئی	ِورلا	—	خال خال ، کوئی کوئی (بنگالی:- ِورل :خال خال)

افعال

نمبر شمار	تامل	ملیالم	کناری	تلگو	دیگر	معنی	پنجابی	اردو	معنی
	دراوڑی گروہ کی زبانیں						مغربی پاکستان کی زبانیں		
۱	—	—	—	ڈاگو	کولامی : ڈانگو = : ڈانپ نائیکی : ڈھانپ	چھپانا ، ڈھانکنا	ڈھکنا ڈھکن	ڈھانکنا ڈھانپنا ڈھکنا	چھپانا ، ڈھانک دینا ڈھکنا
۲	اٹائی	اٹی کا	اڈے	اڈُو	مالتو : اڈکنا	بند کرنا، منع کرنا، روکنا	ہٹانا اٹکانا ہٹکنا اٹکنا اڑکنا	ہٹانا — — — —	روکنا ، بند کرنا رکاوٹ ڈالنا روکنا ، منع کرنا رکنا رکنا
۳	اوٹو	اوٹوکا	اوڈو	—	کوڈاگو : اوڈی گونڈی : اوٹنا	لباس پہننا	—	اوڑھنا اوڑھنی	پہننا دوپٹہ
۴	اوڈّو	اوڈوکا	اوڈّو	اوڈّو	—	جگہ دینا، ایک طرف ہو جانا ، پیچھے ہٹنا	ہٹنا	ہٹنا	ایک طرف ہو جانا، پیچھے ہٹ جانا

Marfat.com

۵	کرائی	کرایوکا	—	—	کوئی : گرینگا	چیخنا، چلانا ، رونا ، آہ و بکا کرنا	—	کراہنا	—
٦	کلا	کلروکا	کاسو	—	کورخ : کھالنا	ملاوٹ کرنا، دوچیزوں کو آپس میں ملانا	گھولنا	گھولنا	—
۷	—	—	کِیسی	—	کوٹا : کیچ تولو : کِیسو	مُنہ بنانا، کھیسیں نکالنا	—	کھیسیں نکالنا	—
۸	—	کُلوکُلو	کِلا کِلا	کِلا کِلا	کوٹا : کِل کِل	اونچے اونچے ہنسنا ، کھلکھلا کر ہنسنا	کِھڑ کِھڑ کر کے ہنسنا کِھلی پاؤنا	کھلکھلا کر ہنسنا —	— اونچے اونچے ہنسنا
۹	—	—	—	—	کوڈاگو : کِین کولامی : کِنّی	دھجیاں بکھیر دینا ، ٹکڑے ٹکڑے کر دینا	کنی کنی کردینا	—	ٹکڑے ٹکڑے کردینا، ریزہ ریزہ کر دینا
۱۰	پونائی	پونایوکا	—	—	—	پہننا ، اوڑھنا	پہننا پاؤنا	پہننا —	پہننا (پہناوا : لباس)
۱۱	کٹُو	کٹوکا	کٹُو	—	تولو : کُٹ	مارنا ، چھڑنا ، چاول یا غلہ و غیرہ کا موگری سے کوٹنا	کُٹنا	کُوٹنا	مارنا ، کُوٹنا

Marfat.com

نمبر شمار	دراوڑی گروہ کی زبانیں						مغربی پاکستان کی زبانیں		
	تامل	ملیالم	کناری	تلگو	دیگر	معنی	پنجابی	اردو	معنی
١٢	گُنُگنو	—	گُنُگنو	گُنگنا	—	گنگنانا، کانا پھوسی کرنا	گُن گُن کرنا	گنگنانا	(پنجابی :- گُنُگنا : ناک میں بات کرنے والا)
١٣	کُوتی	کُوتی	گُودی	—	—	چھلانگ مارنا ، کودنا پانی کے چھینٹے اڑانا	کّدنا	کودنا	—
١٤	چاڑُو	—	—	چارُو	—	کھلیان میں بکھرے ہوئے غلے کو جھاڑو سے اکھٹا کرنا	جھاڑو دینا	جھاڑو دینا	صفائی کرنا
١٥	—	—	—	—	تولو : چِلکونی پارجی : چلنگ	چھیلنا ، چھلکا اتارنا	چِھانا	چھیلنا	چھلکا اتارنا

Marfat.com

١٦	—	—	کوہم	کوہا	—	غصے ہونا	خفاہونا	خفاہونا	—
١٧	پوچو	پوچوکا	پوسو	—	تولو : پوچونی	ملنا ، رنگ کرنا ، سفیدی کرنا ، فرش پر گوبر ملنا ، صفائی کرنا	پوچنا پوچا پھیرنا	پوتنا	سفیدی کرنا ، لپائی کرنا وغیرہ
١٨	—	—	مِٹکیو	مِڈیکنو	پارجی : مِڈکپ	جلدی جلدی آنکھیں جھپکنا ، آنکھیں مارنا	آنکھیں مٹکانا، اکھ مٹکے لاؤنا	آنکھیں مٹکانا	—
١٩	مِتی	مِتی	مِدی	مِدوگو	—	روندنا ، کچلنا ، مسلنا	مِتّدنا	—	پاؤں تلے روندنا ، مسلنا
٢٠	—	—	ایٹو	ایٹو	کولامی: ایٹ تولو : ایٹونی	اٹھانا ، اٹھا کرلے جانا، بنانا (مکان وغیرہ)	اٹھانا —	اٹھانا اٹھانا	جیسے مکان کی بنیادیں اٹھانا
٢١	پانی	پانی کا	وانی	وانی	براہوئی : پائننگ	آواز ، بولنا ، کہنا ، بیان کرنا ، بتلانا	بانی پاؤنا	بانی —	آواز ، کہا ہوا (پوٹھوہاری:- بانا : کہنا ، بتلانا) کہنا ، بتلانا ، سنانا وغیرہ

Marfat.com

نمبر شمار	تامل	ملیالم	کناری	تلگو	دیگر	معنی	پنجابی	اردو	معنی
	دراوڑی گروہ کی زبانیں						مغربی پاکستان کی زبانیں		
	—	—	—	پالوکو	—	آواز دینا ، کہنا ،	بلانا	بلانا	آواز دینا
۲۲	تاکائی	—	تاگ	—	—	روکنا ، منع کرنا	ٹھاکنا	—	روکنا ، منع کرنا
۲۳	تولنکُو	تولانوکا	تولاکو	—	کوئی : تلانگا	ہلنا ، حرکت کرنا ، ڈگمگانا ، پینگ بڑھانا ، جھولنا	جھولنا ڈولنا	جھولنا —	ڈگمگانا ، لڑکھڑانا ، جھولنا
۲۴	تولی	تولی	تولوکو	تولوکو	کوڈاگو : تولی	بہہ جانا ، ٹپکنا ، گر جانا	ڈُھلنا	—	بہہ جانا ، ٹپکنا ، سیال شے کا گر جانا
۲۵	تُنکُو	تنُوکا	توگو	تونگو	کوڈاگو : تنگ	لٹکانا	ٹنگنا	ٹانگنا	—
	تُنکل	—	—	—	—	کان میں پہننے کا ایک زیور	تُنگل ٹوکاں	— —	کانوں میں پہننے کے زیور جو کہ لٹکتے رہتے ہیں
۲۶	توئے	—	تویو	—	—	دھونا ، نہانا	دھونا	دھونا	(سندھی: دھوئن)

Marfat.com

برصغیر کی زبانوں کا تقابلی جائزہ

آریائی زبان	پاکستانی زبانیں						دراوڑی زبانیں				
سنسکرت	بنگالی	اردو	پنجابی	ملتانی	سندھی	پراکرت	براہوئی	ٹوڈا	کناری	تامل	ملیالم
اہم	امی	میں	میں	ماں	اوں	ہاں	ای	آن	ناں	نا	ناں
مدیاہ / ماما	امار	میرا	میرا	مانڈا / مینڈا	مجھو / موہن جو	ماہان / مہارو	کنا	یندو	نانادو	ایناڈو	اینڑ
توام	تمی	تو	توں	توں	توں	توں	نی	نی	نی نو	نی	نی
تودیاہ / توا	تمار	تیر	تیرا	تینڈا	توجو	توہاں / توجھا	نا	نندو	نینادو	اونادو	نن دا
یویام	تمرا	تم	تسیں	تساں	اوہیں	تمہے / تمہیں	نم	نیو	نی وو	نیرو	نینل
یشمدیاہ / یشماکم	تمادیر	تمہارا	تساندا / تساڈا	تسانڈا	اوہانجو	تمہاں / تمہارو	نما	نم دو	نماندو	امادو	نینا دا
ساہ	آنی	وہ	اوہ	او	ہو	سو	او	او	اوانو	اوان	اوان
تدیاہ، تسیہ	تان ہا	اسکا	اوہدا	اوندا	ہنانجو	تدو	وانا	اوان	اوانا	اواندو	اوانرے

Marfat.com

اسمائے ضمیر

آریائی گروہ کی زبانیں

سنسکرت	اوستائی	فارسی	قدیم یونانی	آئسلینڈی	اطالوی	اردو
اہم	اوم	من	ایگو	ایکا	آئیو	میں
ماما	مائے	ام	موئے	میک	میو	میرا
توام	توام	تو	تو	تو	تو	تو
توا	تائے	ات	یومیز	تھن	توا	تیرا
یویام	یوزیم	شما	—	—	—	تم
یشماکم	یشماک	امان	—	—	—	تمہارا
ساہ	اوا	او	سی	کن	ایسو	وہ
تسیہ	شے	اش	کینسوس	کنس	سوا	اس کا

مندرجہ بالا اسمائے ضمیر کے خاکوں سے دراوڑی اور پاکستانی زبانوں خاص کر سندھی اور ملتانی بولی کے ساتھ مطابقت اور ان کا سنسکرت کے ساتھ اختلاف بالکل واضح ہے ۔ اردو ، پنجابی اور بنگالی میں 'را' اور سندھی میں 'جو' کے لاحقات دراوڑی اور ملتانی ضمائر کے لاحقات 'را' 'دا' اور 'ڈا' کے مترادف ہیں ۔ خود سنسکرت کے بعض ضمائر بھی دراوڑی زبانوں سے متأثر ہوئے ہیں جیسا کہ خاکہ مذکورہ میں خط کشیدہ ضمائر سے واضح ہے ۔

دراوڑی اور وادیٔ سندھ کی موجودہ زبانوں میں لغوی اشتراک خاص کر پیشہ وروں کے نام ، افعال اور اسمائے ضمیر میں واضح مطابقت اس امر کا بین ثبوت ہے کہ آریاؤں کی آمد سے قبل وادیٔ سندھ میں

Marfat.com

دراوڑ اور منڈا اقوام کا دور دورہ تھا اور ہڑپہ و موئن جودڑو کی گلیوں اور بازاروں میں انہی گروہوں سے تعلق رکھنے والی زبانیں بولی جاتی تھیں ۔ جب آریائی قبائل یہاں وارد ہوئے تو جہاں خود انھوں نے یہاں کی مقامی زبانوں سے گہرے اثرات قبول کیے وہاں کسی حد تک انھوں نے مقامی زبانوں کو بھی متأثر کیا لیکن ان کے اقلیت میں ہونے کی بناء پر یہ اثرات اتنے ہمہ گیر نہ تھے ۔ اس سے مقامی زبانوں کا زیادہ تر صرف لغوی پہلو ہی متأثر ہوا اور صرف و نحو کا ڈھانچہ کافی حد تک محفوظ رہا جو کہ تھوڑے بہت ردوبدل کے ساتھ ابھی تک موجود ہے ۔ اہل علم حضرات نے وادیٔ سندھ کی آریاؤں سے قبل کی زبانوں کو قدیم پراکرتوں کے نام سے یاد کیا ہے ۔ وادیٔ سندھ کی موجودہ زبانیں انہی قدیم پراکرتوں کی ارتقائی صورت ہیں یعنی ہماری زبانوں کی مورث اعلیٰ سنسکرت نہیں بلکہ براہ راست دراوڑی زبانیں ہیں ۔

ایک عوامی گیت

قارئین کے تفنن طبع اور اپنے مطمع نظر کی وضاحت کے لیے دراوڑی گروہ سے تعلق رکھنے والی گونڈی زبان کی دیومالا سے ایک مقبول گیت پیش کیا جاتا ہے ۔ اس کا اردو اور پنجابی دونوں زبانوں میں ترجمہ دیا جا رہا ہے تا کہ ناظرین کو دراوڑی اور پنجابی کے درمیان باہمی مشابہت کا کچھ اندازہ ہو سکے ۔ پنجابی ترجمہ میں بعض جگہ ایسے مترادف الفاظ کا استعمال کیا گیا ہے جو کہ روزمرہ کی زبان میں مستعمل نہیں ہیں لیکن عام طور پر آسانی سے سمجھے جا سکتے ہیں نیز عام بول چال یا کلاسیکی ادب میں ان الفاظ کے استعمال کی مثالیں بھی ملتی ہیں ۔

Marfat.com

ساند سوم جی کا گیت

گونڈی

ساند سوم جی نا ساک کویات روبابن
سرک اسک کیتور سنگ بابن ہلے پُتور

یرُون اسک کیتُور اوی تے سنگ
بابن اوترے تور
اولار اِیتان بابن پُن واکے
تکس تون بابن، تنوا پری سمپتے کیالے

لورو اسکنا سووتی سارون مُتّا

اوی تون کوٹی اوناتے تلا
دو ریسی ''اسون اِنگا چاوا پتی''

آدات اپے کنت اناتے
تلا تون دور یتون

پنجابی

ساند سوم جی دا گیت سنو رے بابا
چھی سوکناں (بیویاں) کیتیاں
سنگ بابا نہیں جمیا -
ستویں سوکن کیتی اود تیں
سنگ بابا پیٹ پے گیا -
اوہدے حمل دا بابل نوں پتہ نہ دتا
ٹرپیا بابل (پردیس نوں)
تن دا (اوہدا) پریوار اکٹھا ہویا
لوڈی سوکن ستی رہی (دوجیاں)
چھی (اوتھے) سن -
اوہناں نے کھیا گوٹے دا منہ
اوہدے تالو (سر) تے چڑھا دئیو
اساں دے آنگن (ویہڑے) پتر جمیا
ایداں کھیا ایہو کیتا (کیتا) گوٹے دا
منہ اوہدے تالو تے چڑھا دتا

اردو

ساند سوم جی کا گیت سنوا ئے بابا
چھ بیویاں اس نے کیں (پھر بھی)
سنگ بابا پیدا نہیں ہوا -
ساتویں بیوی (اس نے) کی - اس
سے سنگ بابا پیٹ میں پڑگیا -
اس کے حمل کا باپ کو پتہ نہیں دیا گیا
چل دیا باپ (پردیس کو) -
اس کے گھر والے (یعنی بیویاں) اکٹھے ہوئے
چھوٹی بیوی سو رہی تھی باقی
چھ (وہاں) موجود تھیں -
انھوں نے کہا غلے کی ٹوکری اس کے سر
پر چڑھا دیں ، ہمارے گھر
لڑکا پیدا ہوا ہے -
ایسا کہا ایسا ہی کیا (ٹوکری) کا
منہ اس کے سر پر چڑھا دیا -

Marfat.com

پنجابی اور دراوڑی زبانوں میں اضافی اور مفعولی علامتوں کا اشتراک

پوٹھوہاری اور ملتانی بولیاں پنجابی زبان کی دو اہم شاخیں ہیں ۔ اول الذکر پنجاب کے بالائی حصے میں مروج ہے اور دوسری جنوب مغرب میں ۔ ان دونوں بولیوں کو منجھلی (مرکزی پنجابی) کی نسبت یہ امتیاز حاصل ہے کہ یہ کناروں پر واقع ہونے کی وجہ سے نسبتاً بیرونی حملوں کے لسانی اثرات سے محفوظ رہی ہیں ۔ یہی وجہ ہے کہ آج بھی ان میں قدیم عنصر کی جھلک نظر آتی ہے ۔ ایسی ہی چند جھلکیوں کا مختصر سا جائزہ پیش خدمت ہے ۔

ہم پوٹھوہار کے قدیم شہر ٹیکسلا میں کھیلے جانے والے ایک المیہ سے اپنی بحث کا آغاز کرتے ہیں ۔ کہتے ہیں کہ مہاراجہ اشوک کے ولی عہد وردھن کی آنکھیں بہت خوبصوت تھیں اور یہاں کے عوام اس صفت کے باعث اسے 'کنال' کہتے تھے ۔ روایت ہے کہ شہزادہ کی سوتیلی ماں مہارانی تیشیا رکھشا نے اس پر اپنی محبت کے ڈورے ڈالنے چاہے اور کافی چھل فریب کھیلے مگر ناکام رہی ۔ آخر اپنے انتقام کی آگ بجھانے کے لیے اس نے شہزادے کی یہی خوبصورت آنکھیں نکلوا ڈالیں ۔

سوال یہ ہے کہ آج سے کوئی سوا دو ہزار سال قبل پوٹھوہار کے عوام شہزادہ کو اس کی خوبصورت آنکھوں کی بناء پر 'کنال' کیوں کہتے تھے ؟ یعنی 'کنال' اور آنکھوں میں باہمی کیا رشتہ ہے ؟ بعض حضرات نے اس کی وضاحت کرتے ہوئے لکھا ہے کہ ہماوت دیس میں اس نام کا ایک خوبصورت آنکھوں والا پرندہ ہوتا ہے اور اسی نسبت سے یہ نام پڑ گیا ۔ لیکن خوبصورت آنکھوں اور 'کنال' کے باہمی رشتے کا سوال پھر بھی بیچ میں رہا ۔

برصغیر پاک و ہند کے مختلف لسانی گروہوں کی طرف نظر ڈالیں تو دراوڑی گروہ کی زبانوں میں آنکھ کے لیے ذیل کے الفاظ ملتے ہیں :

Marfat.com

تامل ، ملیالم ، کناری ، کولای : کن

تلگو ، تولو ، گڈابا اور کوئی وغیرہ : کنو

کورخ ، براہوئی : خن

'ل' کا لاحقہ بطور وصفی علامت کے استعمال ہوا ہے - آج بھی یہ لاحقہ پنجاب میں عام مروج ہے جیسے کہ اگر کسی کا پیٹ بڑھا ہوا ہو تو اسے 'ڈھڈل' (ڈھڈ بمعنی پیٹ) کہتے ہیں - بڑے دانتوں والے کو 'دندل' اور بڑی آنکھوں والے کو 'اکھل' وغیرہ - اس طرح 'کن' کے ساتھ وصفی علامت 'ل' کی لاحقیت سے جو اسم صفت وجود میں آتا ہے اس کے معنی موٹی آنکھ والا یا خوبصورت آنکھوں والا بنتے ہیں -

اگر بات محض اسی ایک قصہ کہانی تک محدود ہوتی تو ہم اسے اتفاق امر یا زیادہ سے زیادہ مستثنیات میں شمار کرنے میں حق بجانب ہوتے لیکن پنجابی اور دراوڑی زبانوں میں باہمی صوتی او رگرامری مطابقت نیز سرمایۂ الفاظ کے گہرے اشتراک کی موجودگی میں اس قسم کی مثالوں کو نظر انداز نہیں کیا جا سکتا - اپنے مطمع نظر کی وضاحت کے لیے ہم دراوڑی اور پنجابی میں اضافی اور مفعولی علامتوں کے اشتراک کی مثال پیش کرتے ہیں -

پوٹھوہاری میں پنجابی زبان کی دیگر بولیوں میں مروج علامت اضافت 'دا' کے برعکس 'نا' کی علامت مستعمل ہے جیسے کہ راولانا پنڈی (راولوں کا گاؤں) ، ماہیئے ناپکھی (محبوب کا پنکھا) - پوٹھوہار کے شاعر باقی صدیقی (متوطن ٹیکسلا) کے پنجابی کلام میں بھی اس کی مثالیں ملتی ہیں جیسے کہ :

تینڈی اکھیاں نی لو
مینڈے دلے نا قرار

تینڈے شملے نی چھاں
مینڈا ہار تے سنگار

ترجمہ : تیری آنکھوں میں (محبت) کی چمک
میرے دل کا قرار ہے

Marfat.com

تیرے طرّہ کی چھاؤں
میرا ہار اور سنگار ہے

پوٹھوہار کا علاقہ گندھارا کی قدیم تہذیب کا مرکز بھی رہا ہے اور مہاراجہ کنشک کے عہد میں یہاں کے نو آباد کار فوجی خدمات ، بدھ مت کی تبلیغ اور دیگر کاروباری سلسلوں کی بدولت یہاں سے نقل مکانی کر کے وسط ایشیا کی کشن سلطنت میں آباد ہوگئے تھے - یہی وجہ ہے کہ آج بھی روسی ترکستان کے علاقے سے دریافت ہونے والے گندھارا تہذیب کے آثار سے دستیاب ہونے والی خروشتی تحریروں میں اسی علامت اضافت کے استعمال کا سراغ ملتا ہے - جیسے کہ شارسین نی پترا بالا سین (شارسین کا بیٹا بالا سین) ، پیپانی بھوم پرلسیہ (پیپیا کی زمین کے بارے میں) ، سانگلانی کاچو توسا چوری داگا (سانگلا کی کاچونو نے چوری کی) - دراوڑی گروہ کی بعض زبانوں میں 'نا' (مادہ نون) بطور علامت اضافت مستعمل ہے جیسے کہ :

براہوئی : باسنی نا موسم: (باسنی : گرمی) گرمی کا موسم
سراواں نا بھلا سردار: (بھلا : بڑا) سراواں کا بڑا سردار

کناری : بیلگ اینا پتریک: (بیلگ : صبح۔ پتریک : اخبار) صبح کا اخبار۔ ہنینا توٹا: (ہنو:پھل۔ اینا: علامت اضافت ۔ توٹا: باغ) پھلوں کا باغ ۔ ہڈگینا یجمانا: (ہڈگو: بحری جہاز ۔ اینا : علامت اضافت ۔ یجمان : مالک) ناخدا

تامل : پونن کڈم : (پون : پنا ، سونا ۔ کڈم : برتن) سونے کا برتن ۔ اترن کرئی:(اتر : دریا ۔ کرئی: کنارہ) دریا کا کنارہ

'نا' کی علامت کا استعمال یہیں تک محدود نہیں بلکہ برصغیر کی کئی ایک دوسری زبانوں میں بھی اس کی مثالیں ملتی ہیں جیسے کہ :

گجراتی : تبت سنونا فائدہ : کالجے نی چھوکریاں پتانا مکھ نی سندر تا ماٹے تبت سنو وارے پسند کرے چھے

(تبت سنو کا فائدہ : کالج کی لڑکیاں اپنے چہرے کی خوبصورتی کے لیے تبت سنو ہمیشہ پسند کرتی ہیں)

Marfat.com

پوربی : ہمنا سگلا بھات کھایت گئو (ہمارا تمام چاول کھا گئے)

تمنا بات ہم کو بھاوت ناہیں (تمہاری بات ہم کو پسند نہیں
(سید قدرت نقوی سے منقول)

دکنی میں اسمائے ضمیر کے ساتھ 'ن' کی علامت اضافت کا استعمال عام ہے جیسے کہ :

غیر جب لیوے تمن نام ہووے میرا دہن تلخ
شکرو شہد پلاویں تو نہ جاوے دو سخن تلخ
(محمد قلی قطب شاہ ، ۱۵۸۰ تا ۱۶۱۱ء)

چلے چندنی میں جب لٹک پیو ہمارا
اونن عکس دیپے چندر تھے اپارا
(قطبا)

سہیلی نہ کہہ توں ہمن سینے دند
کہ میں بوجھے ہوں تیرے سب چھند پند

پنجاب میں بھی اس علامت اضافت کے استعمال کی مثالیں ملتی ہیں جیسے کہ :

تم اوراں سے پیاری سوکھ کرت ہیں
ہمن سے برہنی سو دوکھ بھرت ہیں
(محمد افضل پانی پتی ، و - ۱۶۷۲ء)

کلام العشق ہمنا کوں سنا حکمت سوں منطق سوں
وگرنہ اس مطول کوں رکھا تھا مختصر کر کر
(ناصر علی سرہندی ، معاصر ولی دکنی)

ویسے اردو اور پنجابی میں اپنا ، اپنے اور اپنی میں 'نا' 'نے' اور 'نی' بطور علامت اضافت مستعمل ہیں ۔

Marfat.com

دراوڑی زبانوں میں 'نا' کے علاوہ تا ، ٹا ، دا ، ڈا اور را کے لاحقے بھی مختلف حالتوں اور مختلف زبانوں میں اضافی علامتوں کے طور پر مروج ہیں جن میں کہ 'دا' کی علامت عمومیت کے ساتھ مستعمل ہے جیسے کہ :

تامل : چلپا دی کڑم : (چلپا : ٹخنے۔ کڑم : کڑے)ٹخنوں کے کڑے یعنی پائل ، پا زیب

کناری : چناں دا سرپلی :(چناں :سونا۔ سرپلی: زنجیر)سونے کی زنجیر

تلگو : واری دی : (واری : وہ) بمعنی اس کا

بعض اوقات دوسری اضافی علامتوں کے ساتھ ساتھ 'نا' کی علامت کا الحاق بھی کر دیتے ہیں جیسے کہ کناری میں تمہارا یعنی 'تم کا' کے لیے بجائے نی دو (نی: تم) کے نینا دو مروج ہے۔ اسی طرح تامل میں 'اس کا' کے لیے بجائے 'ادودئیا' (ادو : وہ) کے ادن دئیا اور تمبی ادو (تمبی: چھوٹا بھائی) کی بجائے تمبی ان دو بمعنی'چھوٹے بھائی کا' کہتے ہیں ۔ بعینہ یہی صورت پنجابی کی لہندا بولی میں بھی موجود ہے جیسے کہ مرکزی پنجابی 'اوہ دا' (اس کا) ، 'تساڈا' (تمہارا) کو لہندا میں 'اوہندا' اور 'تسانڈا' وغیرہ پکارتے ہیں ۔ اسی طرح پھوٹوہاری میں مروج 'مہاڑا' پنجابی اور اردو 'میرا' کی لہندا شکل 'مینڈا' ہے ۔

اپنے مطمع نظر کی مزید وضاحت کے لیے ہم ذیل میں دراوڑی زبانوں کی اضافی حالت کی گردان کی مثال پیش کرتے ہیں تاکہ اس سے اضافی لاحقوں کے استعمال کا صحیح اندازہ کیا جا سکے :

مار بمعنی درخت کی اضافی حالت کی گردان

	تامل	ملیالم	کناری	تولو	کورگ
واحد :	مارات اینا	ماراتاِن درے	مارادا	ماراتا	ماراترا
جمع :	مارن گل اینا	مارانا لوڈے	مارا گل آ	مارو کول ے	—

Marfat.com

بعض حضرات نے اس 'نا' کی علامت کو سنسکرت کے بعض اسماء کی اضافی حالت میں مروجہ جمع کی علامت 'انام' کے ساتھ منطبق کرنے کی کوشش کی ہے جسے کسی طرح صحیح قرار نہیں دیا جا سکتا۔ وضاحت کے لیے ذیل کی گردان ملاحظہ ہو :

سنسکرت میں اسماء کی اضافی حالت کی گردان

	دھی (خیال)	بھو(زمین)	ندی (ندی)	ودھو (عورت)
واحد :	دھیاہ	بھوواہ	ندیاہ	ود ھواہ
تثنیہ :	دھیوہ	بھووہ	ندیوہ	ودھووہ
جمع :	دھیام	بھووام	ندی نام	ودھو نام

جیسا کہ اس گردان سے واضح ہے سنسکرت میں زیادہ تر 'آہ' کا لاحقہ علامت اضافت کے طور پر مستعمل ہے۔ اس پہلو میں وضاحت کے لیے ذیل میں چند مزید مثالیں پیش کی جاتی ہیں :

وکرماہ سبھا : وکرم کا دربار

امرتسیہ سر : امرت کا تالاب

راکشساہ کلنتر : راکشس کی بیوی

ان حالات میں جب کہ اردو پنجابی 'را' پنجابی 'دا' اور 'ڈا' لہندا 'نڈا' اور پوٹھوہاری 'نا' کی اضافی علامتوں کا سنسکرت سے کوئی رشتہ نہ جوڑا جا سکے اور اس کے برعکس برصغیر کی آریاؤں سے قبل کی مروجہ زبانوں میں یہی علامتیں مستقل طور پر اور تواتر سے مستعمل ہوں تو پھر ان کی اصل کی تلاش کے لیے محض قیاس آرائیوں اور دور از کار تاویلات پر تکیہ کرنا کہاں تک روا ہے۔ ظاہر ہے کہ یہ علامتیں براہ راست دراوڑی زبانوں کے ورثہ سے تعلق رکھتی ہیں۔

اسی سلسلے میں ملتانی بولی میں مروجہ مفعولی علامت 'کو' اور 'کوں' نیز پوٹھوہاری میں 'کی' کا مطالعہ بھی خالی از دلچسپی نہ ہوگا۔

Marfat.com

پنجاب میں اس علامت کے استعمال کا سب سے پہلا دستاویزی ثبوت حضرت شیخ فرید الدین شکر گنج (۱۱۷۳ تا ۱۲۶۵ء) کے پنجابی کلام میں ملتا ہے مثلاً :

پاک رکھ توں دل کو غیر ستی آج سائیں فرید کا آوتا ہے
قدیم قدیمی کے آونے سے لازوال دولت کو پاوتا ہے

یہ کہنے کی چنداں ضرورت نہیں کہ حضرت شکر گنج کی مادری زبان ملتانی تھی کیونکہ آپ لہندا کے علاقہ کے رہنے والے تھے ۔ اس کا ایک ثبوت آپ کی صاحبزادی بی بی عائشہ کے کلام کے نمونہ سے بھی ملتا ہے ۔ حضرت سید علاؤالدین ضیاء چشتی دولت آبادی کے احوال میں منقول ہے کہ ایک بار حضرت شاہ برہان الدین غریب (متوفی ۱۳۳۷ء) دولت آباد کے قیام کے دوران بی بی عائشہ کی خدمت میں حاضر ہوئے ۔ وہاں ان کی عابدہ اور زاہدہ بیٹی بھی موجودہ تھیں ۔ آپ اسے دیکھ کر متبسم ہوئے ۔ یہ دیکھ کر بی بی عائشہ نے اپنی ملتانی زبان میں فرمایا :

'اے برہان الدین ! ساڈی دھی کو کیا ہنسدا ہے'
(یعنی اے برہان الدین تو ہماری بیٹی کو دیکھ کر کیا ہنستا ہے)

ملتانی بولی میں آج بھی مفعولی حالت کے لیے 'کو' اور 'کوں' کی علامت مستعمل ہے جیسے کہ ذیل کی مثالوں سے ظاہر ہے :

بے شک دوہاں جہاناں کوں خالق قدرت نال اپایا
ہکڑیاں عشق حقیقی ہکڑیاں عشق مجازی لایا

سک منجھی وال دی سوہنی کو جنگھ مچھلی کنوں کھوایا
صدقوں امر فرہاد کوں شیریں چٹن کوہ فرمایا
'ہیر رانجھا' مصنفہ چراغ (متوطن ڈیرہ غازی خاں)
(تصنیف ۱۷۰۹ء)

''حضرت عباس اوں سوار کوں آندا ڈیکھ کے فرمایا :
اے شخصا ! تیں جھیڑے مسافراں دیاں تانگھاں
اہناں مسافراں کوں ہن ۔''
(مرثیہ از میر باز محکوم ، متوطن میانوالی)

Marfat.com

پوٹھوہاری میں مفعولی علامت 'کو' کی بجائے 'کی' مستعمل ہے
جیسے کہ :

می کی کیہ پتہ اے (مجھ کو کیا پتہ ہے)
تو کی آکھیا سی (تجھ کو کہا تھا)

پنجاب کے باقی حصوں میں بھی اس مفعولی علامت کے استعمال کی
مثالیں ملتی ہیں ویسے اسے عمومیت حاصل نہیں مثلاً :

ناں مجھ کو سوکھ دن نہ نیندراتا
برہوں کی آگ میں سینہ جراتا
اری جس شخص کو یہ دیو لا گا
سیانا دیکھ اس کو دور بھاگا

(محمد افضل پانی پتی)

کلام العشق ہمنا کوں سنا حکمت سوں منطق سوں
وگرنہ اس مطول کوں رکھا تھا مختصر کر کر
(ناصر علی سرہندی)

سبھت جنہاں کو بکھیسے سوئی پوتے دار
(صفت) (بخشیئے)
کنجی جن کودتی آ تنہاں ملے بھنڈار
(گورونانک ، ۱۴۶۹ تا ۱۵۳۸ء)

ملتان اور پوٹھوہار کے علاوہ باقی ماندہ پنجاب میں بھی اس
مفعولی علامت 'کوں' کے استعمال کی مثالیں نایاب نہیں ہیں - یہاں
تک کہ سید فضل شاہ (۱۸۳۷ تا ۱۸۹۰ء) نے اپنے بارہ ماسے میں
بھی اس علامت کو استعمال کیا ہے جیسا کہ :

بیساکھ کہے سن باورے مت اتنا کرلا
ہم بھی چلے مسافری کہو جیٹھ کو جا
کاتک سکھیو پی گیا ین جوگن بن باس
پیا جیا کولے گئے کیا جینے کی آس

Marfat.com

پنجاب کے علاوہ شمالی ہند کے دوسرے حصوں میں بھی شروع ہی سے
اس علامت کے استعمال کی مثالیں ملتی ہیں جیسے کہ :

شبان ہجران دراز چوں زلف و روز وصلت چوں روز کوتاہ
سکھی پیا کو جو میں نہ دیکھوں تو کیسے کاٹوں اندھیری رتیاں
یکایک از دل دو چشم جادو بصد فریبم ببرد تسکین
کسے پڑی ہے جو جا سناوے ہمارے پی کو ہماری بتیاں
(امیر خسروؒ ، و- ۱۳۲۵ء)

ہمنا تمہن کو دل دیا تم دل لیا اور دکھ دیا
ہم یہ کیا تم وہ کیا ایسی بھلی یہ پیت ہے
سعدی کے گفتا ریختہ در ریختہ دُر ریختہ
شیر و شکر آمیختہ ہم ریختہ ہم گیت ہے
(سعدی کاکوروی ، و - ۱۵۹۳ء ؟)

دکن میں بھی شروع ہی سے 'کو' کی مفعولی علامت کی مثالیں
ملتی ہیں مثلاً :

کھڑے کھڑے پیو جیو میں آپس آپ دکھاوے
ایسے میٹھے معشوق کوں کوئی کیوں دیکھے پاوے
جنھ دیکھے اوسی کوں اسے اور نہ بھاوے
(خواجہ گیسو درازؒ ۱۳۲۱ تا ۴۲۲ ء)

نادر بہارستان کا زرگر ہزاروں صنع سوں
کتا جرت گلزار کی جھاراں کوں خوش سنگھار آج

غواصی بخشتا تجھ ناز کوں آج
جو اس کے تل لاہور ہو تا
(غواصی، عہد قطب شاہی ۱۶۱۱ تا ۱۶۲۵ء)

سندھی میں یہ مفعولی علامت پوٹھوہاری کی طرح 'کی' کی شکل
اختیار کرلیتی ہے جیسا کہ شاہ عبداللطیف بھٹائیؒ (۱۶۸۹ تا ۱۷۵۱ء)
کے کلام سے ظاہر ہے :

Marfat.com

ہل ہٹین سیں ہوت دی
پیریں پند وسار
قاصدا ٹی کار
کیں رسائی کیچ کی

ترجمہ : دل کے ذریعے (محبت کا) راستہ طے کر
(اس راہ میں) پاؤں سے چلنا بھول جا
قاصدوں کی طرح (پاؤں سے راستہ چل کر)
تمہاری کیچ تک کہاں رسائی ہو سکتی ہے۔

سون سیو ڈٹھا ساں
جنہیں ڈٹھا پرین کی

ترجمہ : اری ماں میں نے اسے دیکھ لیا
جس نے میرے محبوب کو دیکھا ہے۔

اصل میں یہ علامت تھوڑے بہت ردو بدل کے ساتھ برصغیر کے شمالی حصے کی زبانوں کے ایک بڑے حصہ میں مستعمل ہے۔ بنگالی میں یہ 'کے' کی شکل میں مروج ہے جیسے کہ :

امی توما کے بھالو باشی
(میں تم کو چاہتا ہوں)
تاہا کے بھیتر آ شیتے داؤ
(اس کو اندر آنے دو)

بابر کا یہ مصرعہ تو تاریخی حیثیت کا حامل ہے جس میں مفعولی علامت 'کو' کی بجائے 'کا' استعمال کی گئی ہے :

'مج کا نہ کچھ ہوس مانک و موتی'

ظاہر ہے کہ بابر نے اس مفعولی علامت کا استعمال اپنے عہد کی مروجہ زبانوں ہی سے سیکھا ہوگا۔

Marfat.com

اس وسیع الاستعمال مفعولی علامت کے اشتقاق کے بارے میں مستشرقین نے عجیب عجیب ٹھوکریں کھائی ہیں لیکن دور کی کوڑی لانے کے باوجود کسی تسلی بخش نتیجہ پر نہیں پہنچ سکے - سندھی گرامر کے مصنف ڈاکٹر ٹرمپ (E. Trumpp) سندھی کی مفعولی علامت 'کی' اور بنگالی 'کے' کو سنسکرت کی ظرفی حالت 'کرتے' (بمعنی واسطے ، کے لیے) سے مشتق مانتے ہیں - مسٹر جاہن بیمز (J. Beames) اور ہورنلے (R.Hornle) اسے سنسکرت ککشم (کوکھ) سے مأخوذ تسلیم کرتے ہیں - بھنڈارکر کے نزدیک اس کی اصل سنسکرت 'کم' بمعنی 'کیا' ہے - بعض کا خیال ہے کہ یہ علامت سنسکرت کے 'اسما کم' (ہمارا) سے نکلی ہے - کیلاگ (S. H. Kellog) نے اضافی علامت کیرک کو اس کا مبداء گردانا ہے -

بظاہر ان متضاد قسم کے نظریات میں کوئی یگانگت نظر نہیں آتی لیکن اگر بنظر غائر دیکھا جائے تو یہ سب نظریات ایک ہی قدر مشترک کے حامل نظر آتے ہیں اور ان کی تہ میں صرف ایک ہی جذبہ کار فرما نظر آتا ہے کہ جیسے بھی ہو اس مفعولی علامت کے ڈانڈوں کو کھینچ تان کر سنسکرت کی کسی اصل سے ملا دیا جائے - اس قسم کے طرز تحقیق کے زیر اثر انھوں نے یہاں کی قدیم غیر آریائی زبانوں کی طرف آنکھ اٹھا کر دیکھنا بھی گوارا نہ کیا وگرنہ انہیں اس قسم کی دور از کار تاویلات لانے کی ضرورت محسوس نہ ہوتی -

دراوڑی گروہ کی تمام تر معروف اور غیر معروف زبانوں میں 'ک' کا لاحقہ بطور ایک مفعولی علامت کے عمومیت کے ساتھ مستعمل ہے - تامل اور ملیالم میں اس مفعولی علامت کی شکل 'کو' ہے - تلگو میں 'کو' اور 'کی' اور کناری 'کے' اور 'گے' - تولو 'کو' اور 'گو' اور ٹوڈا میں 'ک' اور 'گ' ہے - دراوڑی زبانوں میں اس علامت کے استعمال کا دستاویزی ثبوت جنوبی ہند کے مالا بار کے ساحل سے دستیاب ہونے والے تامل زبان کے ایک کتبے سے ملتا ہے جو کہ ۷۷۴ء کا تحریر شدہ ہے - اس میں 'نگرا توکو' بمعنی نگر کو یعنی 'شہر دو' کے الفاظ استعمال ہوئے ہیں - موجودہ تامل میں بھی اس کی بعینہ یہی صورت ہے - یہی صورت دراوڑی گروہ کی دوسری زبانوں کی بھی ہے جیسا کہ کناری اور تلگو کی ذیل کی مثالوں سے ظاہر ہے :

Marfat.com

	مجھ کو	ہم کو	تجھ کو	تم کو	اس کو	ان کو
کناری :	ناں گے	نام گے	نینا گے	نما گے	اوانی گے	اواری گے
تلگو :	ناکو	ماکو	نی کو	می کو	وانی کی	واری کو

مزید وضاحت کے لیے ذیل کی دراوڑی زبانوں کی مفعولی حالت کی گردان ملاحظہ ہو :

دراوڑی مارم یا مارا (بمعنی درخت) کی مفعولی حالت کی گردان

	تامل	ملیالم	کناری	تلگو	تولو	کورگ
واحد :	ماراترکو	ماراتی نوں	مارا کے	مارا کو	مارو کو	ماراک
جمع :	مارنگالرکو	مارئل کو	مارگل کے	مارل کو	مارو کولک	—

دراوڑی زبانوں کے برعکس سنسکرت میں اس مفعولی علامت کا کہیں سراغ نہیں ملتا بلکہ اس زبان میں زیادہ تر یائے معروف مفعولی علامت کے طور پر استعمال ہوئی ہے جیسا کہ ذیل کی مثالوں سے واضح ہے :

وپرائے گاں دداتی

(برہمن کو گائے دی اس نے)

بھوجیں دوتو رگھوے وسشٹاہ

(بھوج کی طرف سے قاصد رگھو کو بھیجا گیا)

راما یا ناماہ

(راما کو سلام)

سنسکرت میں اسماء کی مفعولی حالت کی گردان

	دھی (خیال)	بھو (زمین)	ندی (ندی)	ودھو (عورت)
واحد :	دھیئے	بھووے	ندیائے	ودھوائے
تثنیہ :	دھی بھیام	بھو بھیام	ندی بھیام	ودھو بھیام
جمع :	دھی بھیاہ	بھو بھیاہ	ندی بھیاہ	ودھو بھیاہ

قدیم پراکرتوں کی ادبی صورت میں بھی اس مفعولی علامت کے استعمال کی مثال نہیں ملتی جیسا کہ ذیل کی گردان سے ظاہر ہے :

Marfat.com

پراکرتوں میں پت (بیٹا) کی مفعولی حالت کی گردان

	مہاراشٹری	ماگدھی	اودھ ماگدھی	جین ماگدھی
واحد :	پتاء	پتاء	پتایا	پتائے

حیرانی کی بات ہے کہ مستشرقین نے اتنے واضح حقائق کو کس طرح نظر انداز کر دیا ۔ اصل میں سرے سے اس دور کا طرز استدلال ہی غلط تھا ۔ مستشرقین کو ہمیشہ یہی جستجو رہی کہ مقامی زبانوں کا فلاں لفظ سنسکرت کے کون سے مادے سے مشتق ہے ۔ اس کے لیے وہ سنسکرت کے سمندر کو کھنگالتے اور جو بھی کوئی خزف ریزہ ہاتھ لگ جاتا اسے گوہر مقصود سمجھ کر گلے کا ہار بنا لیتے ۔ انھوں نے کبھی یہ سوچنے کی زحمت ہی گوارا نہ کی کہ اس 'فلاں' لفظ کا ماخذ یہاں کی غیر آریائی زبانوں میں بھی تو موجود ہو سکتا ہے ۔ اگر ان کے اس طرز فکر کا اس دور کی معلومہ تاریخ کے پس منظر کو سامنے رکھ کر جائزہ لیا جائے تو انہیں ایک حد تک معذور سمجھا جا سکتا ہے کیونکہ اس وقت تاریخ ہمیں یہی بتلاتی تھی کہ دراوڑی اقوام کا حقیقی وطن جنوبی ہند ہی ہے اور ان کا تاریخی یا تہذیبی لحاظ سے شمالی ہند کے ساتھ کوئی رشتہ موجود نہیں ۔ ان حقائق کی روشنی میں ان سے یہ توقع ہی نہیں کی جا سکتی تھی کہ وہ شمالی ہند اور جنوبی ہند کی زبانوں کے درمیان کسی رشتہ کے بارے میں سوچتے ۔ لیکن جب محکمہ آثار قدیمہ کی کاوشوں سے وادیٔ سندھ کی قدیم غیر آریائی تہذیب منظر عام پر آئی تو اس وقت برصغیر کی زبانوں کے بارے میں تحقیق و تدقیق کے چشمے قریب قریب خشک ہو چکے تھے ۔ جاہن بیمز (John Beams) ، جارج بیوہلر (G. Buehler) ، رابرٹ کاڈویل (R. Caldwell) ، دولبروک (Cole Brook) ، گنڈرٹ (H. Gundert) ، میکس مولر (Max Muller) ، جارج گریرسن (Grierson) ، ارنسٹ ٹرمپ (Trumpp) ، ہورنلے (Hornle) اور ویبر (A. Weber) وغیرہ ہم نے اپنے پیچھے جو خلا چھوڑا وہ پر نہ ہو سکا اور اس طرح ان کی تحقیق جامد و ساکت ہو کر رہ گئی ۔ اب ان کی تحقیق کو نئے حقائق کی روشنی میں آگے بڑھانے کی بجائے ایسے ہی حرف آخر تسلیم کر لیا گیا ہے اور نئی راہوں کی تلاش

کو علمی الحاد کا درجہ دے دیا گیا ہے - آج بھی ہمارے ماہرین لسانیات اپنے گرد و پیش سے آنکھیں بند کیے انہی پرانے خداؤں کی پرستش میں مگن ہیں - وہ آنکھیں کھول کر نہیں دیکھتے کہ ماضی کے دھندلکے پردوں کو چیر کر ایک نئی تہذیب اپنی پوری تابانیوں کے ساتھ تاریخ عالم کے اسٹیج پر جلوہ گر ہو چکی ہے -

سوال یہ ہے کہ جب ہڑپائی تہذیب کے آثار سے برآمد ہونے والی مہروں پر کندہ تصویری اور علامتی تحریر کو پڑھا نہیں جا سکا تو پھر اس تہذیب کے لسانی پہلو کے بارے میں کچھ کہنا کیسے ممکن ہے - یہ مسئلہ اپنی جگہ بجا لیکن ہمیں یہ نہیں بھولنا چاہیے کہ آخر آریاؤں کی آمد سے قبل یہاں ایک اعلیٰ پایہ' تہذیب کی حامل قوم آباد تھی - آریا آئے کہیں جنگ و جدل ہوا تو کہیں میل ملاپ - بہرحال اس باہمی میل جول کے نتیجے میں مقامی اور نووارد دونوں زبانیں متاثر ہوئیں پھر اس کے بعد کئی ایک دوسری تہذیبی لہریں بھی مقامی زبانوں کو متاثر کرتی رہیں - لیکن اس سے کسی طرح بھی یہ نتیجہ اخذ نہیں کیا جاسکتا کہ یہاں کی قدیم زبانیں یکسر نیست و نابود ہو گئیں - ہمارے سرمایہ' الفاظ میں دراوڑی عنصر کی موجودگی کے ساتھ ساتھ یہاں پر خالصتاً دراوڑی الاصل اضافی اور مفعولی علامتوں کے وسیع استعمال سے یہ امر پایہ' ثبوت تک پہنچ جاتا ہے کہ ہڑپائی تہذیب کی دراوڑی زبان آج بھی نئے جامہ میں یہاں موجود ہے -

Marfat.com

سنسکرت اور پراکرتیں

"...خداوند نے کہا دیکھو یہ لوگ سب ایک ہیں اور ان سبھوں کی ایک ہی زبان ہے - وہ جو یہ کرنے لگے ہیں تو اب کچھ بھی جس کا وہ ارادہ کریں ان سے وہ باقی نہ چھوٹے گا - سو آؤ ہم وہاں جا کر ان کی زبان میں اختلاف ڈالیں تا کہ وہ ایک دوسرے کی بات نہ سمجھ سکیں - پس خداوند نے ان کو وہاں سے تمام روئے زمین پر پراگندہ کیا -"

(پیدائش : عہد نامۂ عتیق)

انسان ازمنہ قدیم ہی سے لسانی تقسیم کے بارے میں سوچتا رہا ہے لیکن اس کے نظریات اساطیری مفروضوں یا مذہبی روایات تک محدود رہے - اہل عرب کی نظر میں دنیا کی زبانیں صرف دو حصوں میں منقسم تھیں اول ان کی اپنی زبان یعنی عربی ، دوم وہ تمام غیر زبانیں جو ان کی سمجھ سے بالاتر تھیں جنھیں انھوں نے تحقیر کے طور پر عجمی یعنی گونگوں کی زبان کا نام دیا - یہی حال یونانیوں کا بھی تھا - انھوں نے دنیا کی زبانوں کو یونانی اور بربری (وحشی یعنی وہ زبان جو بربر یعنی بڑ بڑ کے علاوہ کچھ سمجھ میں نہ آئے) گروہوں میں بانٹ رکھا تھا - آریائی قبائل اپنی زبان کو سنسکرت یعنی شائستہ یا دیوبانی یعنی دیوتاؤں کی زبان قرار دیتے تھے - اس کے برعکس برصغیر کی مقامی زبانوں کو پراکرت یعنی خود رو یا پھر ناگ بانی یعنی سانپوں کی زبان کہتے تھے - جب تک تقابلی لسانیات نے جنم نہیں لے لیا تب تک اسی قسم کی گروہ بندیوں سے کام چلایا جاتا رہا - سامی ، حامی ، تورانی ، سیتھین اور کوڈنین وغیرہ اصطلاحات اسی قسم کے طرز فکر کے نتیجہ میں وضع کی گئیں - لیکن آج تقابلی لسانیات کی بدولت زبانوں کو بجائے ڈھیلے ڈھالے نسلی یا علاقائی گروہوں میں تقسیم کرنے کے ان کی ہیئت کو مدنظر رکھ کر حدبندی کی گئی ہے -

Marfat.com

آج سے ڈیڑھ دو صدی قبل تک غیر زبانوں کے مطالعے کو کوئی خاص اہمیت نہیں دی جاتی تھی اور اس زمانے میں اس قسم کے مطالعے کے لیے وہ آسانیاں فراہم نہ تھیں جو کہ آج کل کا خاصہ ہے ۔ اپنی زبان کے علاوہ دوسری زبانیں کسی خاص مقصد کے لیے سیکھی جاتی تھیں جیسے کہ یورپ میں علم و ہنر کی زبان یونانی تھی اور مذہب کی لاطینی ۔ اسی طرح برصغیر پاک و ہند میں فارسی کو علم و ادب اور درباری اور سرکاری زبان کا درجہ حاصل تھا اور اسلامیان عالم کی طرح عربی کو مذہبی زبان کا درجہ حاصل رہا ہے ۔ اس طرح زبانوں کے تقابلی مطالعے کے لیے مواقع فراہم نہ تھے اور نہ اس قسم کی کوئی ضرورت محسوس کی جاتی تھی ۔ لیکن اب جغرافیائی حدیں ٹوٹ چکی ہیں اور انسانوں کے درمیان علاقائی تعصبات اور نسلی تنافر کی جو وسیع خلیجیں حائل تھیں انہیں آہستہ آہستہ پاٹا جا رہا ہے ۔ آج ویت نام کے مجاہد امریکی حکومت سے بر سر پیکار ہونے کے باوجود کرسمس کے موقع پر امریکی عوام کے نام خیر سگالی کے جذبات کا پیغام بھیجتے ہیں ۔ اس طرح آج نہ صرف غیر زبانوں کا مطالعہ آسان ہو گیا ہے بلکہ اس کی ضرورت بھی حد سے زیادہ بڑھ گئی ہے ۔ آج ہم یہ جاننے کے لیے کتنے بے چین ہیں کہ امریکی عوام کے احساسات کیا ہیں ۔ روس میں علم و حکمت کی حدوں کو کیسے آگے بڑھایا جا رہا ہے ۔ جاپان کی برق رفتار صنعتی ترقی کی تہ میں کیا راز پوشیدہ ہے اور چین کی عظیم‌الشان قوم کی یکجہتی کے پس منظر میں کون سی قوتیں کارفرما ہیں ۔ ان عوامل کے مطالعے کے لیے محض تراجم پر انحصار نہیں کیا جا سکتا بلکہ کسی قوم کی روح کے اندر جھانکنے کے لیے اس کی زبان سے شناسائی لازمی ہے ۔

تقابلی لسانیات کی تاریخ

گو تقابلی لسانیات کے جرثومے بڑی دیر سے پرورش پا رہے تھے ۔ کوئی ایک صدی قبل از مسیح میں رومن گرامر دان مارکس تیرنطیئوس وارو (Marcus Terentius Varro) نے لاطینی اور یونانی کے درمیان بعض مماثلتوں کا ذکر کیا ہے لیکن اس نے اس سے یہ غلط نتیجہ اخذ کیا کہ لاطینی نے یونانی سے جنم لیا ہے ۔ حقیقت میں تقابلی لسانیات کو سائنسی بنیادوں پر استوار کرنے کا سہرا جرمنی کے ماہر لسانیات فرانز بوپ

Marfat.com

(Franz Bopp) (۱۷۹۱ تا ۱۸٦۷ء) کے سر بندھتا ہے اور سنسکرت کی دریافت اس نئی سائنس کا پیش خیمہ ثابت ہوئی - لیکن خود یورپ میں یہ تحریک پہلے سے شروع ہو چکی تھی - جوسف جوسٹس شلیگر (Joseph Justus Scaliger) (۱۵۴۰ تا ۱٦۰۹ء) نے یورپی زبانوں کے بارے میں ایک رسالہ قلمبند کیا جس میں اس نے ان زبانوں کو گیارہ مختلف گروہوں میں تقسیم کیا - اس تقسیم کی بنیادیں مترادف الفاظ کی مطابقت اور ان کے اختلافات پر رکھی گئی تھیں -

اس سلسلے میں مشہور ریاضی داں لیبنز (Leibniz) کی کاوشیں خاص طور پر قابل ذکر ہیں - اس نے بڑی محنت سے معلومہ زبانوں کا سرمایۂ الفاظ اکٹھا کیا - ان کاوشوں میں اسے زارینۂ روس کیتھرائن ثانی کی سرپرستی حاصل تھی - بعد ازاں یہ مجموعۂ الفاظ مناسب گروہ بندی کے لیے ایک جرمن سیاح پالاس (Pallas) کےسپرد کر دیا گیا - اس کا نتیجہ 'دنیا کی زبانوں کا تقابلی فرہنگ' کی صورت میں ۱۷۸۷ء میں اشاعت پذیر ہوا - اس میں دو سو پچاس الفاظ کے مترادفات درج تھے- یہ تالیف دو سو (۲۰۰) زبانوں پر محیط تھی جن میں ایک سو انچاس (۱۴۹)ایشیائی اور انچاس(۴۹)یورپی زبانیں شامل تھیں - اس کی ایک اگلی اشاعت میں افریقی اور امریکہ کے سرخ ہندوستانیوں کی زبانوں کا مزید اضافہ کر دیا گیا - ظاہر ہے کہ اس عہد میں اتنے وسیع مطالعے کے لیے ضروری آسانیاں فراہم نہ تھیں - اس لیے اس میں کئی ایک خامیوں کا باقی رہ جانا لازمی تھا - اس تالیف کا سب سے زیادہ فائدہ یہ ہوا کہ اس نے ایک نئی تحریک کو جنم دیا جو کہ پروان چڑھ کر تقابلی لسانیات کی سائنس کی شکل میں ظاہر ہوئی -

پالاس کے تقابلی فرہنگ سے متأثر ہو کر ہسپانوی ماہر لسانیات لورینزو ہیرواس (Lorenzo Hervas) (۱۷۳۵ تا ۱۸۰۹ء) نے ۱۸۰۵ء میں 'زبانوں اور بولیوں کی اساس پر اقوام عالم کی تقسیم' شائع کی جس میں تین سو مختلف زبانوں کے نمونے پیش کیے گئے تھے - اسی طرح جرمنی کے فلاسفر اور گرامر دان ایڈلنگ (Adelung) نے 'زبانوں کی عمومی سائنس' کے عنوان سے اپنی کاوشوں کو ۱۸۰٦ تا ۱۸۱۷ء میں چار ضخیم جلدوں میں شائع کیا - اس میں دنیا کی پانچ سو زبانوں اور بولیوں

Marfat.com

میں عیسائی مذہب کی 'مناجات ربانی' کے نمونے درج تھے۔

دوسری طرف برصغیر میں یورپی اقوام کی آمد نے مشرقی علوم خاص کر سنسکرت کے مطالعے کی داغ بیل ڈال دی۔ ۱۵۹۷ء میں ایک اطالوی سیاح بونا ونتورا ولگانیؤس (Bonaventura Vulcanius) نے اپنے مشاہدہ کی بناء پر ذکر کیا کہ جرمن اور فارسی زبانوں میں بائیس الفاظ مشترک طور پر مستعمل ہیں۔ اسی طرح سولھویں صدی عیسوی میں ایک دوسرے اطالوی باشندے سسیتی (Sassetti) نے ہندوستان کی سیاحت کے بعد اس حقیقت کا اظہار کیا کہ سنسکرت اور اطالوی زبانوں میں چھ، سات، آٹھ، نو، خدا اور سانپ کے لیے ایک ہی قسم کے الفاظ مستعمل ہیں جیسے کہ اطالوی میں سئے (Sei)، ستے، آٹو، نووے، دیو اور سرپ ہے۔ سنسکرت میں سس، سپت، اسٹو، ناوا، دیوا اور سرپ ہے۔

یسوعی فرقے کا پادری ہینرک راتھ (Heinrich Roth) (۱۶۲۰ تا ۱۶۶۸ء) سب سے پہلا یورپی ہے جس نے سنسکرت کے بارے میں تحقیق و تدقیق کا کام شروع کیا۔ وہ تیس سال کی عمر میں برصغیر میں وارد ہوا۔ پہلے گوا میں قیام کیا پھر ۱۶۵۴ء میں آگرہ میں رہائش اختیار کی۔ یہاں اس نے ہندوستانی، فارسی اور سنسکرت میں دسترس حاصل کی اور یہیں اس نے اپنی مشہور کتاب 'سنسکرت گرامر' تالیف کی۔ لورینزو ہیرواس نے بھی اس مخطوطے سے استفادہ کرنے کا ذکر کیا ہے۔ جرمن یسوعی پادری جاہنیز ارنسٹ ہانزلبین (Johannes Ernst Hanxleben) نے ہندوستان میں اپنے قیام ۱۶۹۹ تا ۱۷۳۲ء کے دوران 'سنسکرت گرامر' اور 'لغات مالابار' نامی دو کتابیں قلمبند کیں جن سے مغربی مستشرقین خاص طور پر فریڈرک شلیگل نے کافی استفادہ کیا۔ آسٹریا کے ایک عالم کارمیلائیٹ پالینوس (Carmelite Paulinus) نے بھی مالا بار میں اپنے قیام (۱۷۷۶ تا ۱۷۸۹ء) کے دوران سنسکرت گرامر ترتیب دی جو کہ ۱۷۹۰ء میں روم سے اشاعت پذیر ہوئی۔ پالینوس نے اس کے علاوہ ہندوستان کی تہذیب و تمدن، مذہب اور ادب کے بارے میں اور بھی کئی کتابیں قلمبند کیں۔ ان میں اٹلی کے شہر پدوا (Padua) سے ۱۷۹۸ء میں شائع ہونے والی ایک کتاب خاص طور پر قابل ذکر ہے کیونکہ اس میں

Marfat.com

اس نے ژند ، سنسکرت اور جرمن زبانوں کے درمیان بعض مشترک خصوصیات کا ذکر کیا ہے ۔

ایک جرمن مبلغ بنجامن شولز (Benjamin Schultze) نے ۱۹ اگست ۱۷۲۵ء کو پروفیسر فرینکن کے نام ایک خط میں اس دلچسپ اتفاق کا ذکر کیا کہ سنسکرت ، جرمن اور لاطینی میں بڑی حد تک مماثلت موجود ہے ۔ خاص کر ان کے اعداد کے ناموں میں ۔ ایک یسوعی پادری پونس (Pons) نے ۱۷۴۰ء میں سنسکرت ، لاطینی اور یونانی کے درمیان بعض مشابہتوں کا ذکر کیا تھا جس کا حوالہ بینفے (Benfey) نے اپنی تصنیف 'لسانیات کی تاریخ' میں دیا ہے ۔ ایک فرانسیسی یسوعی مبلغ کارڈوز (Cordoux) نے ۱۷۶۷ء میں فرانسیسی تعلیمی ادارے کے نام ایک یادداشت بھیجی جس میں سنسکرت اور لاطینی الفاظ کے درمیان مماثلت کا ذکر تھا ۔

اہل مغرب کو سنسکرت سے متعارف کرانے اور تقابلی لسانیات کی داغ بیل ڈالنے میں سرولیم جونز (William Jones) (۱۷۴۶ تا ۱۷۹۴ء) کو اولیت کا شرف حاصل ہے ۔ حیرو اور آکسفورڈ میں اپنی طالب علمانہ زندگی ہی میں اس کے جوہر نمایاں ہونے لگے تھے ۔ خاص کر غیر زبانوں سے اسے والہانہ شغف حاصل تھا ۔ چوبیس سال کی عمر ہی میں اس نے دس غیر زبانوں پر عبور حاصل کر لیا تھا جن میں عبرانی ، عربی اور فارسی خاص طور پر قابل ذکر ہیں ۔ ذریعۂ معاش کے طور پر اس نے وکالت سیکھی اور ۱۷۷۴ء میں وکالت کی سند حاصل کر لی ۔ ۱۷۸۳ء میں اسے فورٹ ولیم کلکتہ کی سپریم کورٹ کا چیف جسٹس مقرر کر دیا گیا ۔ یہاں اسے سنسکرت کا گہرے طور پر مطالعہ کرنے کا موقع ملا ۔ ۱۷۸۴ء میں اس نے ایک دوسرے انگریز عالم سر چالس ولکنز کے تعاون سے مشرقی علوم کی ترویج و ترقی کے لیے ایشیاٹک سوسائٹی کی بنیاد رکھی ۔ ۲۷ ستمبر ۱۷۸۶ء کو اس سوسائٹی کے تیسرے سالانہ جلسے میں اس نے اپنے تاریخی خطبے میں جو الفاظ کہے انھیں آج تقابلی لسانیات کی بنیادیں تسلیم کیا جاتا ہے ۔ اس خطبے میں اس نے سنسکرت ، یونانی ، لاطینی ، جرمن ، کالٹی اور فارسی کے درمیان باہمی لسانی رشتوں کا ذکر واضح اور واشگاف الفاظ میں کیا ۔ اگرچہ وہ خود اپنی زندگی میں اس تقابلی مطالعے کو بالتفصیل پیش نہ کر سکا لیکن اس کے قائم کردہ

Marfat.com

مکتب فکر کے حامیوں نے اپنی کاوشوں سے اس کے نظریات کو حقیقت کا روپ دے دیا۔

۱۸۰۲ء میں جب انگریزوں اور فرانسیسیوں کے درمیان جنگ چھڑ گئی تو اسی وقت اتفاق سے ایک انگریز ماہر سنسکرت الیگزینڈر ہملٹن (Alexander Hamilton) (۱۷۶۵ تا ۱۸۲۴ء) فرانس کے راستے اپنے وطن کو واپس لوٹ رہا تھا کہ اسے قید کر لیا گیا اور اسے فرانسیسی علماء کو سنسکرت پڑھانے کی سزا دی گئی۔ اس سزا سے استفادہ کرنے والوں میں فرانسیسی علماء کے علاوہ جرمنی کا رومانی شاعر فریڈرک شلیگل (Friedrich Schlegel) (۱۷۷۲ تا ۱۸۲۹ء) بھی شامل تھا۔ اس پہلو میں مزید مطالعے کے بعد فریڈرک شلیگل نے ۱۸۰۸ء میں اپنی معلومات کو 'ہندوستان کی زبان اور حکمت' کی صورت میں شائع کیا۔ اس میں اس نے سنسکرت اور اہم یورپی زبانوں کے تفصیلی موازنے کے بعد ان کے سرمایۂ الفاظ اور گرامر کی خصوصیات کے درمیان باہمی رشتوں کو ایک امر مسلمہ کی حیثیت سے پیش کیا۔ انہی دنوں میں ڈنمارک کے ایک عالم راسمس راسک (Rasumus Rask) (۱۷۸۷ تا ۱۸۳۲ء) نے بھی اپنے وسیع مطالعے اور سیاحت کے نتیجے میں اپنی تصنیفات میں اسی نظریہ کی تائید کی۔

جیکب گرم (Jakob Grimm) (۱۷۸۵ تا ۱۸۶۳ء) نے اپنے بھائی ولہم (Wilhelm) (۱۷۸۶ تا ۱۸۵۹ء) کے تعاون سے راسک کے بیان کردہ اصولوں کی روشنی میں قدیم جرمن شاعری اور لوک گیتوں کا مطالعہ کیا۔ اس طرح مختلف زبانوں میں الفاظ کے صوتی تغیر کو پیش نظر رکھتے ہوئے اس نے جو اصول و ضوابط پیش کیے آج انہیں اس کے نام کی نسبت سے 'قانون گرم' کہا جاتا ہے۔ اس کی ۱۸۲۲ء میں شائع شدہ 'تقابلی جرمن گرامر' کے اب تک سیکڑوں ایڈیشن شائع ہو چکے ہیں۔ اس سے قبل زبان اور ادب کو لازم و ملزوم تسلیم کیا جاتا تھا۔ یعنی جن زبانوں میں ادبی تخلیقات موجود نہ ہوں انہیں زبان کی حیثیت سے در خور اعتناء تصور نہیں کیا جاتا تھا۔ لیکن جیکب گرم نے ان کی اپنی آزاد اور جداگانہ حیثیت کا نظریہ پیش کیا اور کہا کہ زبان اپنے تعارف کے لیے ادب کی محتاج نہیں بلکہ انفرادی طور پر ایک مقام کی حامل ہے۔

Marfat.com

جیسا کہ بیان کیا جا چکا ہے کہ جرمنی کے مشہور ماہر لسانیات فرانزبوپ ہی نے سب سے پہلے تقابلی لسانیات کو سائنسی بنیادوں پر استوار کیا ۔ اصل میں اس عہد میں جہاں ایک طرف ہیرواس اور ایڈلنگ کے تقابلی فرہنگ ذہنوں کو متأثر کر رہے تھے تو دوسری طرف شایگل راسک اور گرم کی تصنیفات ذہنوں کو اپنی طرف کھینچ رہی تھیں ۔ اب یہ دھارے مل کر ایک ندی کی صورت اختیار کر چکے تھے ۔ اگرچہ تقابلی فرہنگوں کی تحریک کو کوئی خاص اہمیت نہیں دی جاتی لیکن پھر بھی اس سے انکار نا ممکن ہے کہ اس تحریک نے نئے بیج بونے کے لیے زمین کو پہلے سے تیار کر دیا تھا ۔ فرانزبوپ سب سے زیادہ شلیگل کی تصنیف 'ہندوستان کی زبان اور حکمت' سے متأثر ہوا ۔ اس نے باویریا میں لیسیئم (Lyceum) کے مقام پر تعلیم حاصل کرنے کے بعد ۱۸۱۲ء میں سنسکرت کے مطالعے کے لیے حکومت کے خرچ پر پیرس کی راہ لی ۔ وہاں چار سال کی تعلیم کے بعد اس نے اپنی شہرۂ آفاق تصنیف 'سنسکرت کے صرفی پہلو کا یونانی، لاطینی، فارسی اور جرمن زبانوں سے موازنہ' مرتب کی ۔ بوپ کا خیال تھا کہ وہ ان زبانوں کی صرف و نحو کے تقابلی جائزے کی مدد سے ان کی اس ابتدائی صورت کا اندازہ لگا سکے گا جب کہ ابھی تک یہ ایک ہی زبان تھیں اور ان میں مختلف بولیوں کا فرق پیدا نہیں ہوا تھا ۔ لیکن زندگی کی ناپائیداری نے اسے اپنے ارادے کو پایۂ تکمیل تک پہنچانے کی مہلت نہ دی ۔ ہاں یہ ضرور ہوا کہ اس کے نظریات کی بنیادوں پر تقابلی صرف و نحو کی عمارت استوار کر دی گئی ۔ جیسا کہ کولمبس اگرچہ ہندوستان کی تلاش میں نکلا تھا لیکن اس میں ناکامی کے باوجود ایک نئی سر زمین کی دریافت کا باعث بن گیا ۔

لسانی تقسیم کی بنیادیں

یہ مسئلہ اتنا آسان نہیں جتنا کہ بظاہر نظر آتا ہے ۔ خاص طور پر جب کبھی برصغیر کی موجودہ زبانوں کی تقسیم کا مسئلہ زیر بحث لایا جاتا ہے تو اکثر ان کے بنیادی عناصر کو نظر انداز کر دیا جاتا ہے ۔ اس پہلو میں کسی فیصلے پر پہنچنے سے قبل زبان کے تخلیقی پہلوؤں اور اس کے ارتقاء کی مختلف کڑیوں کا جائزہ لینا ضروری ہے ۔ اس کے بعد انسانی

Marfat.com

نسلوں کی گروہ بندی اور ازمنہ قدیم میں ان مختلف النسل گروہوں کی نقل مکانی کے راستوں کا علم ہونا ضروری ہے - پھر تہذیبی روابط اور زبانوں کے باہمی میل جول سے پیدا ہونے والے مسائل کا احاطہ بھی لازمی ہے - ظاہر ہے کہ ان تمام امور کا ایک مختصر سے مضمون میں احاطہ کرنا ممکنات میں سے نہیں - بلکہ یہ موضوعات ایسے ہیں کہ جو خود ضخیم جلدوں کے متقاضی ہیں -

آج ان فرسودہ نظریات کے لیے علمی دنیا میں کوئی جگہ نہیں کہ جس کی رو سے شروع میں کسی ایک ہی مقام پر ایک ہی زبان پیدا ہوئی اور پھر آگے چل کر تمام دنیا میں پھیل گئی - حقیقت یہ ہے کہ مختلف جغرافیائی حالات کے تحت مختلف مقامات پر مختلف زبانوں نے جنم لیا اور پھر مختلف طور پر ارتقائی منازل طے کیں - یہ تخلیق و ارتقاء کا پہلو آج بھی جاری و ساری ہے - فرسودہ الفاظ اور کہنہ تراکیب خشک پتوں کی طرح جھڑتی چلی جاتی ہیں اور ان کی جگہ نئی کونپلیں پھوٹتی اور پھلتی رہتی ہیں - ایسے الفاظ کی کمی نہیں جو کہ آج سے صدی ڈیڑھ صدی قبل ہماری زبان کا ایک جزو لاینفک تھے لیکن آج وہ ہماری فرہنگوں میں بھی نظر نہیں آتے - دور کیوں جائیے آج سے ربع صدی پہلے، بہلی، رتھ ، بگھی ، فٹن ، وکٹوریہ اور ٹم ٹم وغیرہ ہماری روزمرہ کی زبان کا حصہ تھے لیکن آج شاذ و نادر ہی سننے میں آتے ہیں - اس کے برعکس ہائیڈروجن ، ایٹم بم ، ریڈیو ، ٹیلیویژن ، راکٹ ، خلائی طیارے ، سینما سکوپ اور کتنے ہی دوسرے الفاظ نادانستہ طور پر ہماری زبان میں داخل ہو چکے ہیں اور یہ ترک و انجذاب کا عمل زبان کی زندگی کے ساتھ ساتھ یونہی جاری و ساری رہے گا -

جیسا کہ مذکور ہے لسانی تقسیم اور انسانی نسلی گروہ بندی کا آپس میں چولی دامن کا ساتھ ہے - لیکن یہاں ہم بجائے اس کے عمومی پہلو پر بحث کرنے کے اپنے موضوع کو صرف برصغیر تک محدود رکھیں گے -

سب سے پہلے ہمیں دیکھنا ہے کہ زبان کے اجزائے ترکیبی کیا ہیں - اگرچہ اظہار خیال کے لیے اشاروں ، کنایوں ، چہرے کے تأثرات ، سیٹیوں ، تالیوں ، ڈھول کی تھاپ اور کئی ایک دوسرے طریقوں سے کام لیا جا سکتا ہے بلکہ لیا جاتا ہے لیکن ہم یہاں زبان سے مراد اس

Marfat.com

اظہار خیال سے لیتے ہیں جو کہ باہمی گفت و شنید کے ذریعے عمل میں آتا ہے۔ دوسرے معنوں میں زبان ان صوتی اکائیوں کے مجموعے کی مخصوص ترتیب کا نام ہے جو کہ انسانی نطقی اعصاب کی حرکات و سکنات کے نتیجے میں وجود میں آتی ہیں اور اعصاب سماعت کے ذریعے ذہن انسانی تک پہنچ کر کچھ معنی پیدا کرتی ہیں - یعنی نطق انسانی صوتی اکائیوں کو جنم دیتا ہے۔ صوتی اکائیوں کی مخصوص ترتیب کے نتیجے میں الفاظ تشکیل پاتے ہیں اور یہ الفاظ ہماری روزمرہ کی بات چیت کا اینٹ مسالا ہیں جن سے زبان کی عمارت تکمیل پذیر ہوتی ہے -

ظاہر ہے کہ مختلف انسانی نسلی گروہوں کے نطقی اعصاب کی ہیئت کے اختلافات ، مخصوص موروثی پس منظر اور مختلف لسانی رجحانات کے نتیجے میں صوتی تفاوت ، الفاظ کی ہیئت کے اختلافات اور الفاظ کی ترکیبی ہیئت میں عدم مطابقت کا ہونا لازمی امر ہے -

اگر دیوار کے دوسری طرف کچھ افراد بات چیت کر رہے ہوں تو ہم بغیر دیکھے یہ کہہ دیتے ہیں کہ یہ زید اور بکر آپس میں باتیں کر رہے ہیں بلکہ اگر شور و غوغا کا عالم بھی ہو اور صدہا اشخاص ایک ہی وقت میں بول رہے ہوں تو بھی ہم بآسانی مختلف افراد کی آوازوں کا اندازہ لگا لیتے ہیں - اس کی وجہ یہی ہے کہ ہر ایک شخص کا لب و لہجہ دوسرے سے جدا ہے۔ مختلف صوتی اکائیوں کے درمیان وقفوں کے انداز میں اختلاف ہے اور ہر ایک کی آواز کا زیر و بم ایک دوسرے سے علیحدہ ہے ۔ اس سے آگے بڑھیں تو ایک ہی محلے میں بسنے والے اور ایک ہی زبان کے حامل لیکن مختلف نسلی ، مذہبی یا طبقاتی گروہوں سے تعلق رکھنے والے افراد کی زبانوں میں ایک حد تک اختلاف پایا جاتا ہے - مثال کے طور پر آزادی سے پہلے خود متحدہ پنجاب میں جب مختلف مذاہب کے لوگ محلوں میں ایک دوسرے کے پہلو بہ پہلو آباد تھے تو ان کی زبانوں میں بنیادی یگانگت کے باوجود فروعی اختلافات موجود تھے ۔ ہندو گھرانوں میں ماں کو بھابو ، باپ کو لالہ یا بابو جی اور بھائی کو بھائیا پکارا جاتا تھا ۔ سکھوں میں ماں کو انبو ، باپ کو باپو یا چاچا اور بھائی کو ویر کہتے تھے ۔ مسلمانوں میں ماں کو بے بے یا ماں ، باپ کو ابا ، باپو یا چاچا اور بھائی کو بھرا یا ویر

Marfat.com

کہنے کا رواج تھا ۔ علاقائی بولیوں میں بھی اس قسم کے اختلافات موجود ہوتے ہیں جیسے کہ پنجاب کے دوآبہ اور مالوہ کے علاقے میں بھائی کو بھرا ، ماجھا میں بھاء ، امرتسر کے علاقے میں بھاؤ ، لہندا میں بھرا اور پوٹھوہار میں بھاپا کہتے ہیں ۔ اسی قسم کے لسانی اختلافات سے افراد اور اقوام کو ایک دوسرے سے ممیز کیا جاتا ہے اور انہی اختلافات کی بنیادوں پر مختلف انسانی گروہوں میں حد فاصل قائم کی جاتی ہے ۔

زبانوں کی تقسیم اور گروہ بندی

جیسا کہ ہم ابھی ذکر کر آئے ہیں زبان صوتی اکائیوں کے مجموعے کی با معنی ترتیب کا نام ہے ۔ یعنی اس میں تین مختلف عوامل کارفرما ہیں : اول نطق انسانی سے پیدا شدہ اصوات ، دوم صوتی اکائیوں کے ذریعے تشکیل پانے والے مجموعۂ اصوات یعنی الفاظ ، سوم الفاظ کی مخصوص ترتیب یعنی صرف و نحو ۔ لازماً لسانی تقسیم کی بنیادیں بھی انہی تین عناصر پر استوار کی جا سکتی ہیں اور انہی تینوں عناصر کے باہمی اشتراک یا اختلاف کی بناء ہی پر مختلف لسانی گروہوں کے باہمی رشتوں ناطوں کا تعین کیا جا سکتا ہے ۔

صوتیات

نطق انسانی کے فطری طور پر ایک ہی ہیئت کے ہونے کی وجہ سے مختلف اقوام کے درمیان آوازوں کا اشتراک یا ان میں مماثلت کا ہونا کوئی غیر فطری امر نہیں لیکن پھر بھی کئی ایک ایسی آوازیں ہیں جو کہ مخصوص جغرافیائی یا نسلی گروہوں کے ساتھ وابستہ ہوتی ہیں اور اکثر اوقات یہی مخصوص صوتی نظام لسانی گروہوں کے درمیان وجہ امتیاز تسلیم کیا جاتا ہے ۔

لیکن لسانی تقسیم میں صوتیات کو حرف آخر تصور کرنا کسی طرح جائز قرار نہیں دیا جا سکتا کیونکہ اس کی بے شمار مثالیں موجود ہیں کہ لسانی گروہوں کی نقل مکانی کے دوران نئے ماحول اور نئے تقاضوں کے زیر اثر ان کے آہنگ میں کئی ایک انقلابی قسم کی تبدیلیاں رونما ہوئی ہیں ۔ سب سے بڑی اور واضح مثال خود سنسکرت ہی کی ہے ۔ آریائی زبانیں بنیادی طور پر لثوی ، حلقی و تالوئی غنائیہ اور مدھم ہائیہ

Marfat.com

آوازوں سے یکسر مبرا ہیں ۔ یہ آوازیں برصغیر پاک و ہند کے قدیم لسانی گروہوں ، منڈا اور دراوڑی کی خصوصیات میں سے ہیں لیکن جب آریائی قبائل برصغیر میں آباد ہو گئے تو مقامی اثرات کے تحت ان کی زبان کی صوتی ہیئت میں بنیادی تبدیلیاں رونما ہو گئیں ۔ اگرچہ سنسکرت اپنی لغوی اور صرفی و نحوی خصوصیات کی بناء پر آریائی لسانی گروہ کی ایک اہم ترین رکن تصور کی جاتی ہے لیکن اس کے صوتی پہلو پر مقامی رنگ غالب ہے اور مذکورہ بالا مستعار شدہ آوازیں اس کے صوتی نظم کا ایک جزو لاینفک تسلیم کی جاتی ہیں ۔ دنیا کی دوسری زبانوں میں بھی اس قسم کے اثرات کی مثالوں کی کمی نہیں ۔ افریقہ کی عربی بولنے والی غیر عرب نسل سے تعلق رکھنے والی اقوام اکثر ض ، خ ، غ اور ق وغیرہ آوازوں کا تلفظ اس طرح ادا نہیں کر سکتیں جیسا کہ حجاز کے تازی عربوں کا خاصہ ہے ۔ اس پہلو میں علماء کے گروہ کو استثنائی حیثیت حاصل ہے ۔

لغات

صوتیات کے بعد سرمایۂ الفاظ کی باری آتی ہے ۔ مختلف زبانوں میں الفاظ کا کثرت اشتراک یا ان کے درمیان گہری مماثلت اور مطابقت ان میں باہمی لسانی رشتوں کی غمازی کرتی ہے ۔ لیکن الفاظ کا یہی گہرا اشتراک کسی سابق دور میں ان زبانوں کی حامل اقوام کے آبا و اجداد کے درمیان گہرے تہذیبی رشتے یا وسیع تجارتی تعلقات کا نتیجہ بھی ہوسکتا ہے جیسا کہ سنسکرت میں دراوڑی عنصر ، فارسی اور ہسپانوی میں عربی ، اردو اور برصغیر کے شمالی حصے کی دیگر زبانوں میں پرتگیزی عناصر کی موجودگی سے واضح ہوتا ہے ۔ پھر بھی اکثر اہل الرائے حضرات کی نظر میں بنیادی الفاظ مثلاً ضمائر ، رشتہ جات ، اعداد و شمار ، خورد و نوش ، صفات اور بنیادی افعال وغیرہ کا اشتراک ان زبانوں کے درمیان باہمی رشتوں کی دلیل تسلیم کیا جاتا ہے ۔ لیکن کئی ایک محققین محض الفاظ کے اشتراک کی بناء پر کوئی فیصلہ صادر کرنا مناسب نہیں سمجھتے تاوقتیکہ اس کے صوتی اور صرفی و نحوی پہلو سے بھی اس کی تائید نہ ہوتی ہو اور یہ بات قرین عقل بھی ہے ۔

صرف و نحو

جس طرح سے ماہرین حیاتیات حیوانات کی اصناف بندی کرتے وقت

Marfat.com

ان کے ظاہری خد و خال کے علاوہ ان کے ڈھانچوں کا تقابلی جائزہ لینا اور مختلف ارتقائی منازل اور ماحول کے اثرات کے تحت پیدا شدہ اختلافات کو ان کے صحیح پس منظر میں دیکھنا ضروری سمجھتے ہیں بعینہ اسی طرح ماہرین لسانیات کے لیے زبانوں کے باہمی رشتوں کا تعین کرتے وقت لغات اور صوتیات کے علاوہ ان کے صرفی ونحوی ڈھانچوں کا جائزہ لینا اور ان کی مختلف ارتقائی منازل کا گہرا مطالعہ کرنا ضروری ہے -

گو مختلف زبانوں کی ہم آہنگی یا غیر آہنگی سے ہم دھوکا کھا سکتے ہیں - سرمایۂ الفاظ کی مماثلت یا تفاوت کی بناء پر ہم غلط نتائج اخذ کر سکتے ہیں لیکن صرفی و نحوی ڈھانچوں کا تقابلی جائزہ اور ان کی ارتقائی منازل کا مطالعہ ہمیں صحیح منزل تک پہنچانے کا ضامن ہے -

گرامر کو ہم دو حصوں میں تقسیم کر سکتے ہیں : اول انفرادی الفاظ کی ہیئت اور دوم جملے کی ترکیب لفظی - مختلف نسلی یا علاقائی گروہوں میں مختلف عادات اور علاحدہ علاحدہ جغرافیائی ماحول کے اثرات روز مرہ بول چال پر بھی اسی طرح اثر انداز ہوتے ہیں جیسے کہ ان کے رسم و رواج اور رہن سہن پر - کفایت لسانی اور سہل لسانی کی مختلف عادات کی بدولت الفاظ کی ہیئت بھی مختلف خطوط پر تشکیل پاتی ہے -

انسانی زبان کے اولین مراحل کے بارے میں وثوق سے کچھ کہنا ممکنات میں سے نہیں کیونکہ جہاں تک اس کرۂ ارض پر انسانی زندگی کے وجود کا تعلق ہے ماہرین کے نزدیک یہ آٹھ لاکھ سال سے دس لاکھ سال قبل تاریخ تک محیط ہے جب کہ انسانی زبان کا دستاویزی ثبوت زیادہ سے زیادہ پانچ ہزار سال پرانا ہے - اتنے طویل عرصے میں انسانی زبان کن کن ارتقائی مدارج سے گزری ہے اور مختلف اوقات میں مختلف جغرافیائی حدود میں اس میں کیا کیا تبدیلیاں رونما ہوئی ہیں - اس کا تعین کرنے کے لیے ہمارے پاس کوئی دستاویزی ثبوت فراہم نہیں - صرف ذہن رسا کی مدد سے ہم اس قبل از تاریخ کے تاریک دور کی تاریکیوں میں وقوع پذیر ہونے والے واقعات کا کچھ اندازہ لگا سکتے ہیں - ماہرین کے نزدیک انسان کی اولین زبان محض یک رکنی اصوات تک محدود تھی جیسے کہ کھا ، جا ، لا اور آ وغیرہ - بعد ازاں جیسے جیسے

Marfat.com

انسان ارتقاء کی منزلیں طے کرتا گیا اسی طرح زبان بھی ترقی کرتی چلی گئی اور مفرد اصوات کی جگہ مرکب الفاظ تشکیل پذیر ہونے لگے اور یہیں سے انسانی زبان میں تفاوت کا بیج بو دیا گیا جس سے مختلف علاقوں یا نسلی گروہوں میں زبان کے ارتقاء کے علٰحدہ علٰحدہ راستے متعین ہوگئے۔ بعض زبانیں الفاظ کی ہیئت کے لحاظ سے ابھی تک ارتقاء کی ابتدائی منازل ہی میں ہیں اور ان کا زیادہ تر سرمایۂ الفاظ یک یا دو رکنی اصوات تک محدود ہے ۔ ان میں مشرق اور جنوب مشرق ایشیا کی زبانیں خاص طور پر قابل ذکر ہیں جیسے کہ :

چینی : کان (دیکھنا)، ہسی(لکھنا) ، جین (آدمی) ، فانگ (گھر)، ہائی (بچہ) ، ہاؤ (اچھا) ۔

جاپانی : کوکو (یہاں) ، کاکے (بیٹھنا) ، کودے (یہ) ، یاما (پہاڑ) ، کاوا (دریا) ، میزو (پانی) ، نی (پر) ۔

کوریائی : پی (بارش) ، بے (جہاز) ، پان (کمرہ) ، مُل (پانی) ، پم (رات) ، نن (آنکھ) ، سن (ہاتھ) ، تن (دولت) ۔

لسانی ارتقاء کی دوسری کڑی مرکب الفاظ کی تشکیل ہے جو کہ دو یا دو سے زیادہ مفرد الفاظ یا سابقوں اور لاحقوں کی مدد سے ترکیب پاتے ہیں جیسے کہ فارسی شاباش (شاد + باش) ، تندرست (تن + درست) اور برشگال (ورشا + گال) ، سنسکرت سنگھم (سم بمعنی اکھٹا + گام بمعنی جانا یعنی اکھٹے جانا) ، دھنیجیا (دھن بمعنی دولت + جے بمعنی فتح یعنی مال غنیمت) ۔ اسی طرح جرمن وسن شافٹ (وسن بمعنی عقل ، دانش + شافٹ بمعنی صورت یعنی حکمت ، سائنس) ۔ اسی طرز پر سویڈی ، ویٹن شاپ اور ڈنمارکی ویڈن شاپ بمعنی سائنس ، علم و حکمت وغیرہ ۔

برصغیر کی قدیم زبانوں مثلاً منڈا اور دراوڑی گروہ کی مختلف شاخوں میں بھی اس قسم کی مثالیں عام ہیں جیسے کہ منڈاری میں :

آسر : تیر کمان (آ : کمان ۔ سر : تیر)

آجی لیدرا : بیاہ شادی کے موقع پر بیوی کی دادی کو دیا جانے والا کپڑا ۔

Marfat.com

(آجی : بزرگ عورت ـ لیدرا : کپڑا ـ پنجابی : لیترا)

باہا پرب : پھولوں کا جنم دن ـ منڈا قبائل کا ایک تہوار جو کہ ماہ چیت میں سال نام کے درخت کے شگوفے پھوٹنے کے موقع پر منایا جاتا ہے ـ

(باہا : پھول ـ پرب : یوم پیدائش)

دراوڑی زبانوں سے مثالیں

ناڑ پتو (تامل) : چالیس (ناڑ ، نال : چار ـ پتو : دس)

ناڑ کالی (تامل) : چار پاؤں والی یعنی کرسی ـ (ناڑ : چار ـ کال : پاؤں ـ پنجابی : کھلا)

کارہولو(کناری) : برساتی گھاس (کار : موسم برسات ہولو : گھاس)

ہماری اپنی زبان بھی اس قسم کے مرکبات سے بھری پڑی ہے جیسے کہ جنگجو ، چارپائی ، منجدھار اور کھیون ہار وغیرہ ـ

الفاظ کی تشکیل کے بعد ایک جملے میں الفاظ کی ترکیب کا مسئلہ سامنے آتا ہے ـ مختلف نسلی اور علاقائی گروہوں میں اظہار خیال کے لیے بنیادی الفاظ کی ترتیب ایک دوسرے سے جدا ہے ـ بعض گروہوں میں فاعل، فعل اور حروف ربط کو علیٰحدہ علیٰحدہ اکائیوں کی صورت میں استعمال کیا جاتا ہے اور بعض میں ان اکائیوں کو سہل لسانی اور کفایت لسانی کے رجحانات کے زیر اثر ایک دوسرے میں مدغم کر دیا جاتا ہے ـ اس طرح مختلف صرفی ونحوی ڈھانچوں نے جنم لیا اور آج انھی اختلافات کی بناء پر زبانوں کو قواعد گرامر کے اعتبار سے مختلف زمروں میں تقسیم کیاجاتا ہے ـ ماہرین نے دنیا کی زبانوں کو صرف و نحو کے لحاظ سے دو بڑے گروہوں میں تقسیم کیا ہے : اول تصریفی ، دوم غیر تصریفی ـ آریائی ، سامی اور بعض امریکی قبائل کی زبانیں اولین گروہ سے تعلق رکھتی ہیں اور قریب قریب باقی تمام زبانیں دوسرے گروہ سے ـ دوسرے گروہ کو ہیئت کے لحاظ سے ماہرین نے مزید دو حصوں انفرادی (Isolating) اور اتصالی (Agglutinative) میں تقسیم کیا ہے ـ

Marfat.com

انفرادی زمرہ سے تعلق رکھنے والی زبانوں میں چینی اور اس سے منسلک شاخوں کو نمایاں مقام حاصل ہے ۔ ان میں بنیادی الفاظ کے ساتھ کوئی لاحقے یا سابقے استعمال نہیں کیے جاتے بلکہ ہر ایک لفظ انفرادی طور پر اپنی الگ حیثیت میں استعمال ہوتا ہے ۔ ان میں فاعل ، فعل اور مفعول کی ترتیب کی بڑی سختی سے پابندی کی جاتی ہے جیسے کہ چینی زبان کی مندرجہ ذیل مثالوں سے ظاہر ہے :

(الف) جین تی فانگ زو : آدمی کا گھر

چینی زبان میں 'زو' کا لفظ جملے کے تکملے کے طور پر استعمال ہوتا ہے اور کوئی معنی نہیں دیتا ۔

(ب) چے جین کان چیئن ہائی زو

یہ آدمی نظر دیکھا بچہ : اس آدمی نے بچہ دیکھا

(ج) وو شو تیئن ہشے

میں گزرے دن لکھا : میں نے کل لکھا

اتصالی یا تالیفی زبانوں کے زمرے میں آریائی سامی اور بعض قدیم امریکی زبانوں کو چھوڑ کر قریب قریب باقی تمام زبانیں شامل ہیں ۔ خاص کر سلاوی ، یورالی ، التائی ، منگولی ، ترکی ، تاتاری اور برصغیر پاک و ہند کی اکثر زبانیں یعنی دراوڑی ، منڈا ، دامن ہالیہ کی پہاڑی زبانیں ، شمال مشرق اور مشرقی ہند کی ناگا زبانیں اور پراکرتوں سے ماخوذ تمام تر زبانیں شامل ہیں ۔ یہ زمرہ اصل میں انفرادی اور تصریفی زبانوں کی درمیانی کڑی کی حیثیت رکھتا ہے ۔ ان زبانوں میں اکثر بنیادی الفاظ کے ساتھ لاحقات کے اتصال سے مطلوبہ معنی حاصل کر لیے جاتے ہیں لیکن بنیادی الفاظ اور لاحقات کو ایک دوسرے سے بڑی آسانی سے تمیز کیا جا سکتا ہے ۔ بعض دفعہ یہ لاحقات مکمل الفاظ کا مخفف ہوتے ہیں اور انفرادی طور پر بھی معنی کے حامل ہوتے ہیں ۔ بعض اوقات ان لاحقات کی اصل گم ہو چکی ہوتی ہے اور انفرادی طور پر یہ کچھ معنی نہیں دیتے لیکن بنیادی الفاظ کے ساتھ مل کر معنی اختیار کر لیتے ہیں ۔

اس زمرے میں کئی ایک زبانیں انفرادی گروہ سے قریب ہیں اور کئی ایک تصریفی گروہ سے لگاؤ کھاتی ہیں ۔ مثال کے طور پر ہم دراوڑی ،

Marfat.com

پنجابی اور اردو زبان کے چند نمونے پیش کرتے ہیں ۔ یہ زبانیں گو اتصالی گروہ سے منسلک قرار دی جاتی ہیں لیکن ان میں نہ تو جڑواں الفاظ کی بھرمار ہے اور نہ الفاظ کی تشکیل میں لاحقوں یا سابقوں سے زیادہ مدد لی گئی ہے جیسے کہ :

کناری	پنجابی	اردو
(ا) اے انو پا یکتا کا گدلا نوں سوڑو	ایہ وادھو کاگتاں نوں ساڑ دیئو	ان فالتو کاغذوں کو جلا دو
(ب) کلے دا راتری کالو و آئتو	کل دی رات چوری ہو گئی (کالا : چور)	کل کی رات چوری ہو گئی
(ج) باہلا سیک آگیدے	باہلا سیک ہے گا	بہت گرمی ہے
(د) نان گے کاڈی ٹپے تو	میں گڈی ٹپادتی (ملتانی : ماں : میں)	میں نے گاڑی گزار دی (یعنی میں گاڑی سے رہ گیا)
(ر) روٹی گے بین چناگی ہچھو	روٹی نوں مکھن چنگا لاؤ	روٹی کو مکھن اچھی طرح لگاؤ

Marfat.com

تلگو	پنجابی	اردو
(الف) اتا نوں بھاریا نوں کٹینو	اوہ نے وہٹی نوں کٹیا	اس نے بیوی کو مارا
(ب) پٹی کو بیگام وبٹی	پیٹی نُوں (ملتانی : کو) جندرا لاؤ	صندوق کو تالا لگاؤ
(ج) دیا ونچھی کو نچھم پیکی زرگن دی	دیا (مہربانی) کرکے کچھ پرے سر کو	مہربانی کرکے کچھ آگے سرک جائیں
(د) اے باٹ اکاڈ کی پوتوندی	ایہ واٹ کیتھے (ملتانی : کدائیں) پچوندی اے	یہ راستہ کہاں تک پہنچاتا ہے یعنی یہ راستہ کہاں جاتا ہے

جو عنصر دراوڑی اور برصغیر کے شمالی حصے کی زبانوں کے اتصالی گروہ میں شمار کیے جانے کا باعث ہے وہ ان کے معاون افعال میں ان کے ضمائر کے لاحقات کے مطابق تبدیلی کا واقع ہونا اور ان میں مادوں اور ضمائر کا ایک دوسری سے انفرادی طور پر ممیز ہونا ہے ۔ اس کی وضاحت کے لیے ہم اردو ، پنجابی اور تامل کا باہمی صرفی موازنہ پیش کرتے ہیں :

فعل حال کی گردان

مصدر 'کرنا' (تامل : شے) سے (تامل : آندو بمعنی ہونا فعل معاون)

اردو	پنجابی	تامل	تامل ضمائر	تامل ضمائر کی لاحقی صورت
وہ کرتا ہے	اوہ کردا ہے	شے یندران	تان	ان
وہ کرتے ہیں	اوہ کر دے ہن	شے یندرانا	تام	انا
وہ کرتی ہے	اوہ کردی ہے	شے یندرال	—	(ل : علامت تانیث)
تو کرتا ہے	توں کردا ہیں	شے یندرے	نی	اے
تم کرتے ہو	تسیں کردے ہو	شے یندرایر	نیر	دیر
میں کرتا ہوں	میں کردا ہاں	شے یندرین	نان ، یان	این
ہم کرتے ہیں	اساں کردے ہاں	شے یندرام	یام	ایم

Marfat.com

اس کے مقابلے میں ترکی زبان کی مثال لیجیے - اس میں مادہ کے ساتھ لاحقات کی مدد سے مطلوبہ معنی حاصل کر لیے جاتے ہیں جیسے کہ ذیل کی مثالوں سے واضح ہے :

'ات' بمعنی گھوڑا

اتم : میرا گھوڑا ('م' واحد متکلم کی اضافی حالت کی علامت)

ات لرم : میرے گھوڑے ('لر' علامت جمع)

اسماء کے علاوہ افعال کی بھی یہی حالت ہے جیسا کہ ترکی 'یازمق' بمعنی لکھنا کی ذیل کی صورتوں سے واضح ہے - یاد رہے کہ ترکی میں 'مق' محض مصوری لاحقہ ہے :

یازدی : اس نے لکھا

یازدی دیدی : اس نے لکھا تھا ('دیدی' ماضی بعید کی علامت ہے)

یازدی لر دیدی : انہوں نے لکھا تھا ('لر' علامت جمع)

یازمدی لر دیدی : انہوں نے نہیں لکھا تھا ('م' علامت نفی)

(بحوالہ : اردو زبان کا ارتقاء)

تصریفی زبانوں میں جنہیں لسانی ارتقاء کی ترقی یافتہ کڑی کے نام سے یاد کیا جاتا ہے کفایت لسانی (وہ عمل جس کے تحت زبان پر گراں گزرنے والے الفاظ کو حذف کر دیا جاتا ہے جیسے کہ شادباش سے 'د' حذف کرکے شاباش رہ گیا) اور سہل لسانی (وہ عمل جس کے تحت تلفظ کی آسانی کے لیے دو لفظوں کو ایک دوسرے میں مدغم کر دیا جاتا ہے جیسے کہ تن درست سے تندرست) کے اثرات کے تحت مختلف معانی حاصل کرنے کے لیے مادے کے ساتھ لاحقات کو اس طرح چسپاں کر دیا جاتا ہے کہ ان میں باہمی امتیاز مشکل ہو جاتا ہے اور اکثر لاحقات کی انفرادی حیثیت ختم ہو جاتی ہے یعنی اپنے طور پر علٰحدہ وہ کسی معنیٰ کے حامل نہیں ہوتے اور نہ وہ علٰحدہ آزادانہ طور پر مستعمل ہو سکتے ہیں - مثال کے طور پر فارسی دیدم : میں نے دیکھا اور دیدی : تو نے دیکھا میں مادہ 'دید' کے ساتھ استعمال ہونے والے لاحقات 'م' اور 'ی' انفرادی طور پر مستعمل نہیں ہو سکتے گو افعال کے ساتھ ملحق ہو جانے سے معنی اختیار کرلیتے ہیں -

تصریفی زبانوں میں بھی دو مختلف قسم کے رجحانات پائے جاتے ہیں - آریائی گروہ میں زیادہ تر مادہ کے ساتھ لاحقات کی مدد سے معنی حاصل کیے جاتے ہیں جیسے کہ سنسکرت، اوستائی اور یونانی میں فعل حال کی گردان کی مثال سے واضح ہے :

Marfat.com

فعل حال کی گردان

مصدر دینا سے (اوستائی : دادن ، یونانی : ڈیڈو ، سنسکرت : دا)

اردو	یونانی	اوستائی	سنسکرت	سنسکرت ضمائر	سنسکرت ضمائر کی لاحقی حالت
وہ دیتا ہے	ڈیڈاتی	دادائتی	دادتی	سا	تی
وہ دیتے ہیں	ڈیڈانتی	دادتی	دادتی	تے	تی ، انتی
تو دیتا ہے	ڈیڈاس	دادھی	دادسی	توام	سی
تم دیتے ہو	ڈیڈوٹے	داستا	داتا	یویام	تا
میں دیتا ہوں	ڈیڈامی	دادمی	دادمی	اہام	می
ہم دیتے ہیں	ڈیڈامس	دادے مہی	داد مس	وایام	مس

اگر آپ سنسکرت اور تامل ضمائر کی لاحقی صورتوں کا موازنہ کریں تو یہ امر بالکل واضح ہو جاتا ہے کہ دراوڑی لاحقات حقیقی ضمائر سے پوری طرح مطابقت رکھتے ہیں جہاں کہ آریائی لاحقات اکثر صورتوں میں اپنی ضمائر سے بالکل لگاؤ نہیں کھاتے۔ سامی زبانوں میں مختلف ضمائر کو لاحقات کی بجائے زیادہ تر حرکات کی تبدیلی سے ظاہر کیا جاتا ہے جیسے کہ عبرانی

Marfat.com

اردو	عبرانی	عبرانی ضمائر	عبرانی ضمائر کی لاحقی صورت
…نے کیا (مذکر)	لمید	ہو (وہ)	اید
…وں نے کیا	لمدو	ہیم (وہ : جمع مذکر) ہین (وہ : جمع مؤنث)	آو
…نے کیا (مذکر)	لمدادت	اتا (تو : مذکر)	ت
…نے کیا (مذکر)	لمدتیم	اتیم (تم : مذکر)	تیم
…نے کیا (مؤنث)	لمدت	ات (تو : مؤنث)	ت
…نے کیا (مؤنث)	لمدتین	(اتین تم : مؤنث)	تین
…نے کیا	لمدادتی	اتی (میں)	تی
…نے کیا	لہادنو	اناز نو (ہم)	نو

عربی میں بھی یہی صورت موجود ہے جیسے کہ مصدر کَتْبٌ بمعنی …لکھنا سے :

کَتْبٌ : لکھنا

کَتَبَ : اس نے لکھا

کُتِبَ : لکھا گیا

کَاتِبٌ : لکھنے والا

کِتَابٌ : لکھا ہوا

کُتُبٌ : کتاب کی جمع

Marfat.com

امریکہ کے قدیم باشندوں کی زبانوں میں بھی تصریفی رجحانات کی مثالیں ملتی ہیں جیسے کہ ایذٹیک قبیلہ کی 'تو بتل بل' (Tubatulabal) نامی زبان کی مثال سے ظاہر ہے :

تیک : کھانا - تیکت : وہ کھا رہا ہے - تیکی نات : وہ کھلوا رہا ہے - تیکی وے دیت : وہ کھا رہے ہیں - تیکی وے دینات : وہ کھلوا رہے ہیں -

اسی زبان کے بعض جملوں کی مثالیں ملاحظہ فرمائیں :

ای شی وا گنات : وہ اس کی خاطر اس کے بالوں میں کنگھی کر رہا ہے -

وی ناگے م : اسے تحفہ دینے کے لیے آیا -

ہند آریائی زبانوں کا پس منظر

ہمیں اس سے بحث نہیں کہ ہند آریائی قبائل کا حقیقی وطن کونسا تھا - آیا یہ برصغیر سے اٹھ کر شمال مغربی دروں کی راہ سے ایران ہوتے ہوئے یورپ میں پھیل گئے یا پھر قطب شمالی سے نقل مکانی کر کے برصغیر تک پہنچے - ان کی نسلی خصوصیات کا ذکر بھی ہمارے موضوع سے خارج ہے کہ آیا یہ نیلی آنکھوں ، سفید چمڑی اور سنہرے بالوں والی نسل تھی یا بھوری آنکھوں ، گندمی رنگ اور سیاہ بالوں کے حامل تھے یا پھر یہ مختلف نسلوں کا مجموعہ تھے - ہمارے لیے صرف اتنا کافی ہے کہ یہ قبائل شروع میں کسی ایک علاقے میں رہائش پذیر تھے اور ایک ہی زبان بولتے تھے - ممکن ہے کہ ان میں بولیوں کا معمولی اختلاف موجود ہو - تاریخ کے کسی مخصوص دور میں یہ قبائل جہد للبقاء کی خاطر اپنے آبائی وطن کو خیرباد کہنے پر مجبور ہو گئے اور غول در غول یورپ اور ایشیا کی پہنائیوں پر چھا گئے۔

جہاں بھی ہند آریائی قبائل پہنچے ان سے قبل وہاں مختلف نسلوں ، زبانوں ، مذہبوں اور رسم و رواج کے حامل قبائل آباد تھے - یہ ایک فطری امر ہے کہ جب دو قومیں آپس میں ملتی ہیں چاہے یہ ملاپ جنگ کی بدولت ہو یا بھائی چارے کی صورت میں تو وہ دونوں قومیں ایک دوسرے کے تہذیب و تمدن ، رسم و رواج ، رہن سہن ، مذہبی عقائد

Marfat.com

اور لسانی پہلو سے متأثر ہوئے بغیر نہیں رہ سکتیں - یہی واقعہ آریائی قبائل کے ساتھ پیش آیا - ان کے ورود سے قبل یونان میں میسنائی اور منوائی تہذیبوں کا دور دورہ تھا - ایران میں سمیری اور سامی اقوام کا بول بالا تھا اور وادیٔ سندھ میں دراوڑی اور منڈا گروہ سے تعلق رکھنے والے قبائل آباد تھے - اس طرح یہاں جن نئی تہذیبوں نے جنم لیا وہ آریائی اور مقامی عناصر کی آمیزش کا نتیجہ تھیں - آریائی منازل طے کرتے وقت ان تہذیبوں کا چہرہ مہرہ ایک دوسرے سے اس حد تک بدل گیا کہ بظاہر ان میں کوئی قدر مشترک نظر نہیں آتی - بعینہ یہی صورت حال ان کی زبانوں کے ساتھ پیش آئی - سکندر یونان سے اٹھا اور ایران کو پامال کرتا ہوا وادیٔ سندھ تک آ پہنچا - اس کے ہمرکاب اور ہم عصر مؤرخوں نے باقی دنیا بھر کے حقائق قلمبند کیے لیکن اس نسلی اور لسانی اشتراک کی طرف کسی نے اشارہ تک نہیں کیا - یہ بالکل حال ہی کی بات ہے کہ قریباً چار ہزار سال کی بیگانگی کے بعد آریائی زبانوں کی حامل اقوام نے ایک دوسرے کو پہچاننے کی کوشش کی - اب یہ ایک قبیلے کی مختلف بولیاں نہیں ہیں بلکہ مقامی عناصر نے ان کو منفرد زبانوں میں تبدیل کر دیا ہے جن کے لب و لہجے ، سرمایۂ الفاظ اور صرف و نحو میں کئی ایک بنیادی اختلافات پیدا ہو چکے ہیں - گو موجودہ صورت میں انہیں آریائی خصوصیات کی حامل زبانیں تو ضرور قرار دیا جا سکتا ہے لیکن ان میں سے کوئی زبان بھی سو فیصد خالص آریائی ہونے کا دعویٰ نہیں کر سکتی - جہاں اکثر رشتوں ، جسمانی اعضاء اور ہندسوں کے ناموں میں گہرا اشتراک پایا جاتا ہے وہاں تہذیب و تمدن اور بعض جغرافیائی خصوصیات سے متعلقہ ناموں میں بعد المشرقین کا تفاوت موجود ہے - ہم یہاں آریائی گروہ کی چار بڑی شاخوں یعنی سنسکرت ، فارسی ، یونانی اور لاطینی سرمایۂ الفاظ کا تقابلی جائزہ پیش کرتے ہیں :

Marfat.com

مشترکہ سرمایۂ الفاظ

اردو	سنسکرت	فارسی	یونانی	لاطینی
ماں	ماتر ، ماتا	مادر	میٹر	ماٹر
باپ	پتر ، پتا	پدر	پاٹر	پیٹر
بھائی	بھراتر	برادر	پھراٹر	فراٹر
بیٹی	دوہتر	دختر	تھغتر	—
آنکھ	اکشی	—	اشے	اوکولس
ابرو	بھرو	ابرو	اپھوس	—
دانت	دانت	دندان	ادنتوس	ڈینٹ
پاؤں	پد	پاء	پاؤس	پیس
چمڑا	چرمن	چرم	درما	—
چھ	شش	شش	ہیکس	سیکس
سات	سپت	ہفت	ہیپٹ	سیپٹم
آٹھ	اشٹ	ہشت	اکٹو	اوکٹو

ظاہر ہے کہ یہ لغوی اشتراک ان زبانوں کے ہم اصل ہونے کا واضح ثبوت ہے۔ لیکن ان زبانوں کے سرمایۂ الفاظ کے بعض پہلوؤں میں وسیع اختلافات کا موجود ہونا ان غیر آریائی مقامی عناصر کی نشان دہی کرتا ہے جیسا کہ ذیل کی مثالوں سے ظاہر ہے :

Marfat.com

مختلف الاصل سرمایۂ الفاظ

اردو	سنسکرت	فارسی	یونانی	لاطینی
پڑھنا	پاڑھ	خواندن	سپوڈاسو	لیگرے ، لیشیو
لکھنا	لکھ	نوشتن	گرافیئی	سکرائبرے
کتاب	پستک	نامہ	بائبلوس	لائبرو
سمندر	ساگر، سمدر	دریا	تھالاس	مارے
پہاڑ	پربت	کوہ	اوروس	مونس

سنسکرت اور آریائی زبانیں

عام طور پر یہ باور کیا جاتا ہے کہ سنسکرت ایک شدہ زبان ہے اور غیر آریائی عناصر سے یکسر مبرا و منزہ ہے - اکثر ماہرین اسے قدیم ہند آریائی گروہ کی ایک مثالی زبان تسلیم کرتے ہیں - حالانکہ یہ دونوں امور حقائق کے سراسر منافی ہیں - حق تو یہ ہے کہ اس قسم کے نظریات محض یک طرفہ مطالعے اور ذہنی تعصبات کی پیداوار ہیں - موجودہ دور کے غیر جانبدارانہ مطالعے نے یہ امر ثابت کردیا ہے کہ سنسکرت نے بڑی شدت کے ساتھ مقامی اثرات قبول کیے ہیں - اس میں کوئی شک نہیں کہ لسانی تقسیم کے لحاظ سے سنسکرت آریائی گروہ سے تعلق رکھتی ہے - یہ بھی صحیح ہے کہ اس کا قواعدی ڈھانچہ بڑی حد تک آریائی گروہ کی مشترکہ خصوصیات کا حامل ہے اور اس کا بیشتر سرمایۂ الفاظ بھی آریائی الاصل ہے لیکن ہمیں یہ نہ بھولنا چاہیے کہ جو بات لاطینی ، یونانی ، فارسی ، سنسکرت اور اس گروہ کی دوسری زبانوں کو ایک دوسری سے ممیز کرتی ہے وہ ان میں مقامی

Marfat.com

اور دیگر غیر آریائی عناصر کی موجودگی ہے ۔ ورنہ ان چاروں زبانوں میں ذرہ بھر بھی فرق نہ ہونا چاہیے تھا ۔

یہ ایک مسلمہ امر ہے کہ جب آریائی قبائل وادیٔ سندھ میں وارد ہوئے تو وہ ایک خانہ بدوشانہ طرز زندگی کے حامل تھے اور گلہ بانی ان کا سب سے اہم پیشہ تھا ۔ اس کے برعکس سپت سندھو میں نہایت ہی ترقی یافتہ شہری تہذیب و تمدن کا دور دورہ تھا ۔ اس خانہ بدوشانہ اور شہری تہذیب کے باہمی ٹکراؤ کے اثرات سے نہ تو یہاں کی مقامی زبانیں ہی محفوظ رہیں اور نہ آنے والے قبائل کی ۔ آریائی قبائل نے اس نئی سرزمین میں آباد ہونے کے بعد مقامی مذہبی عقائد اور رسوم کو اپنا لیا جن میں گاؤ ، پیپل اور لنگ کی پوجا کے علاوہ نہانا بھی مذہبی فرائض میں شامل قرار دے دیا گیا ۔ آریاؤں کے مشہور دیوتا اندر ، ورن اور شو وغیرہ بھی یہیں کی قدیم غیر آریائی دیومالا کا حصہ ہیں ۔ شہری تہذیب ، مقامی مصنوعات اور پیداوار سے متعلقہ تمام تر ذخیرۂ الفاظ بھی مقامی عناصر کا مرہون منت ہے ۔ آج یہ غیر آریائی الاصل الفاظ بھی اسی طرح سنسکرت کا ایک جزو ہیں جیسا کہ اس کا آریائی الاصل حصہ ۔

ہمیں یہاں اس امر کو بھی نظر انداز نہیں کرنا چاہیے کہ گو آریائی قبائل قریباً ڈیڑھ ہزار سال قبل از مسیح وادیٔ سندھ میں وارد ہوئے ۔ لیکن یہاں تحریر کا آغاز کوئی تیسری صدی ق م کے لگ بھگ ہوا جب کہ غالباً تجارت پیشہ حضرات نے فنیقی رسم الخط سے متاثر ہوکر براہمی حروف ایجاد کیے یا انہیں درآمد کیا ۔ یہاں جتنا بھی دستاویزی مواد ملتا ہے وہ اس کے بعد کے زمانے ہی کا ہے ۔ دوسرے معنوں میں ہم یہ کہنے میں حق بجانب ہیں کہ آریاؤں کی آمد کے وقت کی زبان کا کوئی صحیح نمونہ ہمارے سامنے موجود نہیں ۔ اس بارہ سو سال کے طویل عرصے میں آریاؤں کی زبان کا مقامی اثرات سے متاثر ہونا ایک فطری امر ہے جس سے کسی طرح انکار نہیں کیا جاسکتا ۔

Marfat.com

سنسکرت کا صوتی نظام

جیسے کہ پہلے ذکر کیا جا چکا ہے کہ کسی بھی زبان کے لسانی رشتوں یا اس پر بیرونی اثرات کا اندازہ لگانے کے لیے اس کا تین پہلوؤں سے جائزہ لینا ضروری ہے : اول صوتی ہیئت ، دوم صرف و نحو اور سوم سرمایۂ الفاظ - سب سے پہلے ہم سنسکرت کے صوتی پہلو کا جائزہ لیتے ہیں -

جہاں تک سنسکرت کی صوتی ہیئت کا تعلق ہے اگر اس کا آریائی کنبے کی مشہور زبانوں فارسی ، یونانی اور لاطینی کی صوتیات سے موازنہ کیا جائے تو ایک مبتدی بھی آسانی سے اس نتیجے پر پہنچ سکتا ہے کہ ان کے درمیان واضح فرق موجود ہے - فارسی میں حروف صحیحہ کی تعداد اکتیس ہے لیکن ان میں صوتی لحاظ سے ہم مخرج حروف بھی شامل ہیں جیسے کہ ت ط ، ذ ز ض ظ اور ث س ص وغیرہ - ان میں سے بیشتر حروف عربی سے مستعار ہیں - اگر عربی سے مستعار شدہ حروف یعنی ، ث ، ح ، خ ، ذ ، ص ، ض ، ط ، ظ ، ع ، غ اور ق کو خارج کر دیا جائے تو باقی صرف بیس حروف رہ جاتے ہیں جو کہ آریائی صوتیات کی نمائندگی کرتے ہیں - اسی طرح یونانی میں حروف صحیحہ کی تعداد انیس اور لاطینی میں سترہ ہے - ان کے مقابلے میں سنسکرت میں ان حروف کی تعداد تینتیس (۳۳) ہے اور ان میں کوئی دو حروف ہم آواز نہیں ہیں - ظاہر ہے کہ یہ فالتو حروف جو کہ زائد صوتی اکائیوں کی ترجمانی کرتے ہیں بنیادی طور پر آریائی صوتیات کا حصہ نہیں ہو سکتے - خاص کر سنسکرت کے علاوہ دیگر تمام آریائی زبانیں حلقی ، تالوئی اور لثوی غنائیہ (سندھی : ج ، گ ، ڻ) ، مدھم ہائیہ (گھ ، چھ ، دھ ، بھ) اور بعض سخت ہائیہ (چھ ، ٹھ ، ڈھ) آوازوں سے یکسر عاری ہیں جب کہ سنسکرت کی صوتیات میں ان آوازوں کو ایک اہم مقام حاصل ہے -

خود سنسکرت اور اس کی نزدیک ترین اور ہم عصر آریائی شاخ اوستائی میں گہرا صوتی تفاوت موجود ہے - اکثر ہائیہ، لثوی اورغنائی آوازیں مثلاً ٹ ، ٹھ ، ڈھ ، بھ ، پھ ، چھ ، جھ اور گ (تالوئی غنائیہ)

Marfat.com

اوستائی میں موجود نہیں ۔ اسی طرح سنسکرت میں مروجہ کئی ایک مصوتوں کو ظاہر کرنے والی صوتی اکائیوں کے مترادفات سے بھی اوستائی عاری ہے ۔

اس سے یہ نتیجہ اخذ کرنا چنداں مشکل نہیں کہ سنسکرت کی یہ آوازیں غیرآریائی ہیں اور لامحالہ مقامی زبانوں یعنی دراوڑی اور منڈا گروہ سے مستعاز شدہ ہیں ۔ ان میں سے لثوی اور غنائی آوازیں دراوڑی گروہ سے تعلق رکھتی ہیں اور ہائیہ آوازیں منڈا گروہ سے مخصوص ہیں ۔

یہاں یہ امر بھی ملحوظ خاطر رہے کہ اکثر آریائی اور دیگر زبانوں کا معاملہ اردو زبان سے مختلف ہے یعنی وہاں حروف صحیحہ کی تعداد بھی اتنی ہی ہے جتنی کہ ان زبانوں کی بنیادی آوازیں مثلاً سنسکرت میں بھاگ (حصہ) اور بھار (وزن) میں مستعمل 'بھ' کی آواز کے لیے ایک منفرد حرف موجود ہے اور یہ ایک ہی صوتی اکائی شمار کی جاتی ہے کیونکہ اس میں 'ب' اور 'ھ' کی آواز ایک دوسری میں پوری طرح جذب ہیں اور ان کے درمیان کوئی سکتہ موجود نہیں ۔ فارسی، یونانی اور لاطینی وغیرہ میں اس اور اس قبیل کی دوسری آوازوں کو قلمبند کرنا ممکن نہیں مثلاً فارسی میں ہم بہار اور بہزاد میں 'ب' اور 'ہ' کو علىحدہ علىحدہ صوتی اکائیوں میں لکھیں اور پڑھیں گے ۔ یہی صورت اس قسم کی دوسری آوازوں کی بھی ہے جیسے کہ سنسکرت پھل (میوہ) اور پھین (جھاگ) کو اگر فارسی میں لکھیں تو یہ پھل اور پھین کی صورت ہیں 'پ' اور 'ہ' کی مختلف صوتی اکائیوں کی صورت میں پڑھا جائے گا ۔

اردو کے حروف ابجد اور صوتی پہلو کے بارے میں المیہ یہ ہے کہ اس کا صوتی نظام تو براہمی حروف تہجی کے تحت آتا ہے لیکن اس کے لیے سامی رسم الخط استعمال کیا جاتا ہے ۔ اگرچہ مطلوبہ آوازوں کے لیے عربی حروف تہجی میں ضروری اصلاح کر لی گئی ہے جیسے کہ ٹ، ڈ، ڑ، گ اور ہائیہ آوازیں جیسا کہ بھ، پھ، تھ، وغیرہ ۔ ہائیہ آوازوں کو اکثر علماء محض ان کے دو حروف سے تشکیل پانے کی بناء پر مرکب آوازیں قرار

Marfat.com

دے دیتے ہیں ۔ حالانکہ یہ بھی بنیادی طور پر انفرادی صوتی اکائیوں کی حیثیت رکھتی ہیں اور براہمی الاصل تمام رسم الخطوں مثلاً ناگری ، بنگالی اور گورمکھی وغیرہ میں ان آوازوں کے لیے صرف ایک ایک حرف مستعمل ہے ۔

جہاں تک کہ سنسکرت کی صوتیات میں دراوڑی عنصر کی موجودگی کا تعلق ہے اس بارے میں جناب آئزک ٹائیلر، ڈاکٹرسپیگل، ڈاکٹرگنڈرٹ، جناب کاڈویل ، سر جارج گریرسن اور دوسرے ماہرین لسانیات پوری طرح متفق ہیں ۔ جارج گریرسن نے اسی حقیقت کو مدنظر رکھتے ہوئے تحریر کیا تھا کہ :

> ''یہ کہنا زیادہ صحیح ہو گا کہ اکثر حالات میں مقامی غیر آریائی زبانوں کے اثرات کے تحت آریائی الفاظ کا تلفظ تک بدل گیا ۔'' (ہندوستان کا لسانیاتی جائزہ)

سنسکرت کے لب و لہجے پر مقامی اثرات کے بارے میں میکڈانل کا قول ہے کہ :

> ''سنسکرت میں لب و لہجے کی تبدیلی پراکرتوں کے اثر و نفوذ کی مرہون منت ہے ۔ اس امر کو باور کرنے کے لیے کافی وجوہات موجود ہیں کہ پراکرتوں کا یہ لب و لہجہ نہایت قدیم عہد سے تعلق رکھتا ہے اور یہ سن عیسوی کی ابتداء سے کئی صدیاں پیشتر ان میں موجود تھا ۔''
> (سنسکرت ادب کی تاریخ)

سنسکرت صرف و نحو

صرف و نحو کے پہلو میں بھی سنسکرت پر مقامی اثرات کی شہادتیں موجود ہیں ۔ ڈاکٹر میکڈانل رقمطراز ہیں کہ :

> ''کلاسیکی سنسکرت صوتی ہیئت کے لحاظ سے بعینہ ویدوں کی قدیم زبان سے مشابہت رکھتی ہے ۔ لیکن صرف و نحو کے لحاظ سے یہ اس سے مختلف ہے ۔ خاص کر سنسکرت میں صرف و نحو کی کئی ایسی صورتیں یکسر غائب ہیں جو کہ

Marfat.com

ویدوں کی زبان میں موجود تھیں ۔ علاوہ ازیں اس کے لغوی پہلو میں بھی کئی ایک نمایاں تبدیلیاں نظر آتی ہیں ۔"
(سنسکرت ادب کی تاریخ)

مشہور روسی مستشرق ہرمین اولڈنبرگ (Herman Oldenberg) نے اپنی تصنیف 'قدیم ہند ، اس کی زبان اور مذہب' میں ویدوں کی زبان کا تذکرہ کرتے ہوئے لکھا ہے کہ :

"ان کی عبارت جس ہیئت میں ہم تک پہنچی ہے اسے قدیم مصوروں کے ایسے شاہکاروں سے تشبیہہ دی جاسکتی ہے جنہیں مختلف ادوار میں بعض ماہر اور بعض نااہل لوگوں نے متواتر ترمیم و تنسیخ کا نشانہ بناکر اصل کو بالکل مسخ کرکے رکھ دیا ہو ۔ بدلتے ہوئے حالات کے مطابق بھجنوں کو نئے سرے سے تشکیل دیتے وقت بعض متروک اور بعید از فہم قدیم الفاظ کو خارج کر کے ان کی جگہ رائج الوقت اور قابل فہم الفاظ داخل کر دیے گئے ۔ قواعد دانوں کے ستم بھی کچھ کم نہ تھے کہ جنہوں نے ویدوں کے بھجنوں کی قدیم اور طبعی ہیئت کو اپنے مروجہ اصولوں کے مطابق ڈھالنے کی کوشش کی ۔"

جرمن پروفیسر تھوڈور بینفے (Theodor Benfey) اپنی تصنیف 'سنسکرت زبان کی مکمل صرف و نحو' میں رقمطراز ہیں کہ :

"سنسکرت ایک نہایت قدیم اور وسیع زبان ہے ۔ اس کے ادبی دور میں نہ صرف وہ مختلف بولیاں اس کے شانہ بشانہ موجود تھیں جو کہ اسی سے جنم لے کر پروان چڑھی تھیں بلکہ وہ مقامی مقبول عام زبانیں بھی اس کے پہلو بہ پہلو مروج تھیں جو کہ اس سے بالکل مختلف الاصل تھیں ۔ نتیجۃً پراکرتوں میں مروجہ کئی ایک (صرف و نحوی) ترکیبیں سنسکرت میں سرایت کر گئیں ۔ علاوہ ازیں کئی ایسے الفاظ بھی سنسکرت میں شامل ہو گئے جو کہ بنیادی طور پر غیر زبانوں سے تعلق رکھتے تھے ۔"
(دراوڑی زبانوں کی تقابلی گرامر ، کاڈویل)

Marfat.com

سنسکرت کا سرمایۂ الفاظ

ظاہر ہے کہ جب سنسکرت کا صوتی نظام اور صرفی و نحوی ڈھانچہ مقامی اثرات سے دامن نہ بچا سکا تو روزمرہ کی زبان یعنی لغوی سرمایہ اس سے کیسے محفوظ رہ سکتا تھا ۔ دراوڑی زبانوں میں سنسکرت اور سنسکرت میں دراوڑی عنصر کی موجودگی کوئی غیر فطری امر نہیں ۔ جب دو لسانی گروہ ایک دوسرے سے ملتے ہیں تو ان کا آپس میں لین دین لازمی و لابدی ہے ۔ آج تک اکثر مذہبی ، نسلی یا ذہنی تعصبات کے زیر اثر سنسکرت کو ایک شدھ زبان قرار دیا جاتا رہا لیکن یہ کسی طرح بھی حقائق کی کسوٹی پر پورا نہیں اترتا ۔ سنسکرت کے لغوی پہلو پر مقامی اثرات کے بارے میں محققین کے درمیان کوئی اختلاف رائے موجود نہیں ۔ جرمنی کے ایک ماہر لسانیات ڈاکٹر سپیگل کا بیان ہے کہ :

''سنسکرت کے وہ الفاظ جو کہ لثوی اور بعض دنتی اصوات سے تعلق رکھتے ہیں دراوڑی زبانوں سے مستعار ہیں ۔''
(آریاؤں کی اصل ، ٹائلر)

ڈاکٹر میکڈانل بھی اسی خیال کے حامی ہیں ۔ ان کا کہنا ہے کہ :

''مقامی زبانوں کی شروعات نہایت قدیم عہد سے تعلق رکھتی ہیں ۔ یہاں تک کہ جب ویدوں کے بھجن تخلیق ہو رہے تھے تو عوام میں ایک ایسی مقبول زبان رائج تھی جو کہ صوتی لحاظ سے ویدوں کی ادبی زبان سے بالکل مختلف تھی کیونکہ خود ویدوں کی زبان میں کئی ایسے الفاظ ملتے ہیں جو کہ مختلف صوتی ہیئت کے حامل ہیں ۔ ان کے بارے میں یہی کہا جا سکتا ہے کہ بھجنوں کے خالقوں نے یہ الفاظ مقبول عام مقامی زبان سے مستعار لیے ۔''

ڈاکٹر سنیتی کمار چیٹرجی بھی اسی رائے سے متفق ہیں ۔ انہوں نے اپنی تصنیف 'ہندی اور ہند آریائی زبانیں' میں سنسکرت کے اولین دور کا ذکر کرتے ہوئے لکھا ہے کہ :

''پہلا دور ۱,۵۰۰ ق م تا ۶۰۰ ق م ہے ۔ اسی دور میں چاروں وید لکھے گئے اور سنسکرت روزمرہ میں مقامی

Marfat.com

الفاظ داخل ہو گئے - یہی وجہ ہے کہ خود ویدوں میں
پھل ، نیلا ، بل ، ول (بمعنی خوبصورت ، اچھا) ، شام اور
پوجنا وغیرہ الفاظ ملتے ہیں - لطف کی بات یہ ہے کہ اس
قبیل کے تمام الفاظ تھوڑے سے رد و بدل کے ساتھ
دراوڑی گروہ کی زبانوں میں بھی ملتے ہیں ۔''

سرجارج گریرسن نے مقامی اثرات کا ذکر کرتے ہوئے لکھا ہے کہ :

''آریائی قبائل جوکہ شمال مغرب کی سمت سے برصغیر میں
داخل ہوئے ان کے ورود کے ابتدائی دور ہی سے ان کا
واسطہ دراوڑی اقوام سے پڑا ۔ نوواردوں نے ان کے ساتھ
شادی بیاہ کے تعلقات قائم کیے اور ان کے اکثر دیوی
دیوتاؤں اور رسم و رواج کو اپنا لیا ۔ زبان کے معاملے میں
انھوں نے مقامی سرمایۂ الفاظ کا کچھ حصہ اپنا لیا ۔ خاص کر
لثوی حروف کے حامل الفاظ جوکہ بنیادی طور پر آریائی
زبانوں میں موجود نہیں آریائی قبائل کے برصغیر میں داخل
ہونے کے بعد ان کی زبان میں شامل ہوئے ۔ ایسے الفاظ
دراوڑی اور منڈاگروہ کی زبانوں میں عمومیت کے ساتھ
موجود ہیں ۔یہ کہنا زیادہ صحیح ہوگا کہ غیر آریائی زبانوں
کے اثرات کے تحت خود آریائی الاصل الفاظ کا تلفظ بھی بدل
گیا ۔''
(ہندوستان کا لسانیاتی جائزہ)

بشپ کاڈویل (Rev Robert Caldwell) اپنی تصنیف 'دراوڑی
زبانوں کی تقابلی گرامر' میں رقمطراز ہیں کہ :

''کافی عرصے سے میں اس امر کا قائل ہو چکا ہوں کہ کتنے ہی
دراوڑی الاصل الفاظ سنسکرت کے لغوی سرمائے میں داخل
ہو چکے ہیں - اغلب ہے کہ الفاظ کا اس سے بھی زیادہ حصہ
کئی دوسری مقامی زبانوں (منڈا وغیرہ) سے سنسکرت میں
شامل ہوا ہو - اگرچہ سنسکرت میں دراوڑی الاصل الفاظ
کی ایک بڑی تعداد موجود ہے لیکن جب کوئی ایسا لفظ
سامنے آتا ہے جوکہ دراوڑی اور سنسکرت میں مشترکہ

Marfat.com

طور پر موجود ہو تو بلا سوچے سمجھے یہ تصور کر لیا
جاتا ہے کہ یہ سنسکرت اصل سے تعلق رکھتا ہے۔''

جناب کاڈویل نے مذکورہ کتاب میں سنسکرت پر دراوڑی اثرات بارے میں تفصیلی بحث کی ہے۔ جناب کٹل (Rev. F. Kittel) نے ایک مضمون 'سنسکرت لغات میں دراوڑی عنصر' میں بھی اسی کے خیالات کا اظہار کیا ہے کہ:

''اس میں ذرہ بھر بھی شک نہیں کہ دراوڑی الاصل الفاظ کی ایک بڑی تعداد سنسکرت زبان میں داخل ہو چکی ہے لیکن مقامی علماء اکثر اس کے خلاف یقین دلانے کی کوشش کرتے ہیں۔ اس کے بعد انھوں نے کئی مثالوں سے اپنے مطمع نظر کی وضاحت کی ہے۔''

ماہر لسانیات ڈاکٹر گنڈرٹ (Gundert) نے اپنے ایک محققانہ مضمون سکرت میں دراوڑی عنصر' میں اپنے نقطۂ نظر کی وضاحت کرتے ہوئے ھا ہے کہ:

''سنسکرت میں دراوڑی الفاظ کا کثرت سے پایا جانا خلاف توقع نہیں۔ یہ کیسے ممکن ہے کہ گو آریائی قبائل برصغیر کے گوشے گوشے تک پہنچ گئے اور صدہا سال تک مقامی اقوام کے دوش بدوش آباد رہے مگر انھوں نے یہاں سے کوئی اثرات قبول نہ کیے۔ اسی طرح دراوڑی زبانوں میں آریائی عنصر کا پایا جانا بھی ایک فطری امر ہے جسے نظر انداز نہیں کیا جا سکتا۔''

حب مضمون اسی سلسلے میں آگے چل کر لکھتے ہیں کہ:

''دراوڑی الفاظ سنسکرت میں کچھ اس طرح گھل مل گئے ہیں اور لب ولہجے کے لحاظ سے بھی وہ اس حد تک بدل چکے ہیں کہ ان میں امتیاز مشکل ہے۔ برہمن اپنی زبان کی تقدیس کا بھرم قائم رکھنے کے لیے اکثر انہیں کسی نہ کسی آریائی اصل سے مشتق قرار دے دیتے ہیں۔ اگر ایسا نہیں کر پاتے تو پھر خود انہیں ہی سنسکرت کے سرمایۂ الفاظ کا حصہ

Marfat.com

ٹھہرا دیتے ہیں - برصغیر میں شاید ہی کوئی ایسا ماہر لسانیات ہوگا جو کہ سنسکرت میں دراوڑی عنصر کی موجودگی کو تسلیم کرتا ہو - ہاں ایسے ماہرین لسانیات کی کمی نہیں جو شد و مد کے ساتھ تمام تر دراوڑی سرمایۂ الفاظ کوسنسکرت کی بگڑی ہوئی شکل بتاتے ہیں - اگر جذبات سے بالاتر ہو کر دیکھا جائے تو معاملے کی تہ تک پہنچنا مشکل نہیں - جب دو مختلف لسانی حلقوں سے تعلق رکھنے والی قومیں مدتوں تک ایک دوسرے کے ساتھ گھرا میل جول رکھتی ہیں چاہے یہ میل جول جنگ و جدل کی صورت میں ہو یا کاروباری شکل میں فطری طور پر وہ ایک دوسرے سے متأثر ہوئے بغیر نہیں رہ سکتیں - لازماً یہی کچھ آریائی نوواردوں اور مقامی آبادی کے مابین باہمی تعلقات کے نتیجے میں وقوع پذیر ہوا ہوگا -''

(جرنل آف دی جرمن اورئینٹل سوسائٹی
۱۸۶۹ء بحوالہ کاڈویل)

تعجب ہے کہ آج سے ایک صدی پیشتر ڈاکٹر گنڈرٹ نے جس رائے کا اظہار کیا تھا وہ آج بھی ہمارے ماہرین لسانیات پر پوری طرح صادق آتی ہے - آج بھی ہم انہی غلط قسم کے میلانات و رجحانات کا شکار ہیں جو کہ آج سے ایک صدی پیشتر کے متعصب برہمنوں کا حصہ تھا -

سنسکرت لغات کے اشتقاقی پہلو

دنیا کی کوئی زبان بھی خالص پن کا دعویٰ نہیں کر سکتی - ہر ایک زبان نے اپنے ارتقاء کے دوران اپنے گرد و پیش کی زبانوں سے اکتساب کیا ہے - اس سے نہ سنسکرت مبرا ہے اور نہ کوئی دوسری زبان - اگر سنسکرت کے سرمایۂ الفاظ کا تجزیہ کیا جائے تو اشتقاق کے لحاظ سے یہ چار مختلف عناصر کی حامل نظر آتی ہے -

Marfat.com

اردو	سنسکرت	فارسی	یونانی	لاطینی	متفرق
دو	دوؤ	دو	دوا	دوؤ	روسی: دوا ۔ لیتھوانی : دو
تین	تریس	سہ	تریس	تریس	روسی : تری ۔ گاتھی: تریس
سو	شتم	صد (اوستائی : ستم)	ہیکاٹان	سنٹم	روسی : ستو
ماں	ماتر	مادر (اوستائی:متر)	میٹر	مایٹر	روسی: ماتے ۔ سلووانی: ماتی
راجہ	راجن	—	ریجن	ریج	—
چوہا	موشا	موش	موس	موس	روسی:موئشے ۔ گاتھی:موس
سرخ	ردرا	—	اداتھروس	—	آئسلینڈی:رادر-جرمن:راتھ سویڈی : راد
اٹھانا	بھار	بار	پھیرا	فیرے	آئسلینڈی : بیرا
دروازہ	دوار	در	دورا	—	روسی: دویر-آئسلینڈی:دئیر

Marfat.com

دوم : وہ عنصر جو کہ نئے ماحول میں پہنچ کر نئی ضروریات
پیش نظر انھوں نے خود وضع کیا جیسے کہ :

مرگ ہستنو

بمعنی ہاتھوں والا جانور یعنی ہاتھی - یاد رہے کہ آریائی قبائل
اپنی نقل مکانی کے دوران برصغیر میں داخل ہونے سے پہلے ہاتھی کو
نہ دیکھا تھا - جب انھوں نے وادیٔ سندھ میں اس بھاری بھرکم جا
کو اپنی سونڈ سے ہاتھ کی طرح کام لیتے ہوئے دیکھا تو اسے ہاتھوں
جانور کا نام دے دیا -

ترنی

بمعنی پار لگانے والا ، عبور کرنے والا نیز تیز رو یعنی پانی
جہاز - اپنی نقل مکانی کے دوران آریاؤں نے ندی نالوں اور دریاؤں
عبور کرنے کے لیے چھوٹی کشتیاں تو عام دیکھی اور استعمال کی تھ
جس کا ثبوت مختلف آریائی زبانوں میں اس کے لیے ہم مخرج الفاظ
موجودگی ہے جیسے کہ سنسکرت :- ناؤ : کشتی ، فارسی : نائے ، یونا
ناؤس اور لاطینی : نوئس وغیرہ - چونکہ اس سے پہلے بڑے جہاز سے
کا واسطہ نہیں پڑا تھا اس لیے برصغیر میں پہنچ کر انھوں نے بڑ
دریائی یا سمندری جہاز کو دیکھا تو اسے ' عبور کرنے والا ' کا
دے دیا -

پست

بمعنی مٹی کا کام ، مٹی کی اشیاء بنانا ، قلمی تحریر اور کتاب وغیر
ایسا معلوم دیتا ہے کہ آریائی قبائل کے وادیٔ سندھ میں ورود
وقت یہاں بھی بابل اور نینوا کی طرح مٹی کی لوحوں پر لکھنے
رواج موجود تھا لیکن غالباً ان لوحوں کو پکایا نہ جاتا تھا جس کی
پر وہ مٹی کی لوحیں زمانے کی دستبرد سے محفوظ نہ رہ سکیں لیکن چ
مٹی کی یہ لوحیں اپنے پیچھے پست یا پستک بمعنی کتاب کا لفظ
یادگار کے طور پر چھوڑ گئیں -

لکھ

لکیریں مارنا ، خراش ڈالنا ، کھرچنا ، گودنا ، تصویر بنا

Marfat.com

لکھنا وغیرہ ۔ ان پڑھ نوواردوں نے جب مقامی لوگوں کو لکھتے دیکھا تو ان کے اس عمل کو ' لکھ ' یعنی لکیریں وغیرہ مارنا کا نام دے دیا ۔

سوم : سرمایۂ الفاظ کا وہ عنصر جو کہ انھوں نے اپنی نقل مکانی کے دوران شرق اوسط اور دوسرے علاقوں سے اخذ کیا ۔ یاد رہے کہ آریائی قبائل اپنے آبائی وطن سے نقل مکانی کرکے فوراً ہی اپنی منازل پر نہیں پہنچ گئے بلکہ ٹھہرتے ٹھہراتے ، چلتے چلاتے ایک طویل عرصے میں نئی سرزمینوں تک پہنچے ۔ مثال کے طور پر محققین کے نزدیک ہند آریائی قبائل جنھیں حطی کا نام دیا گیا ہے کوئی ۲،۲۰۰ ق م میں ایشیاء کوچک میں نمودار ہوئے ۔ ایران میں ان کے ورود کا دور ۲,۰۰۰ تا ۱,۶۰۰ ق م شمار کیا جاتا ہے ۔ اس طرح ۱,۵۰۰ ق م کے لگ بھگ یہ قبائل وادیٔ سندھ کی مغربی حدود میں داخل ہونا شروع ہو گئے تھے ۔ دوسرے معنوں میں انھوں نے کوئی سات سو سال کا عرصہ شرق اوسط میں گزارا ۔ اس دوران میں ہم عصر قوموں سے روابط کی بناء پر ان کے سرمایۂ الفاظ کا متأثر ہونا لازمی تھا ۔ یہ پہلو ابھی تک تشنۂ تحقیق ہے لیکن اس پہلو کی لسانی اہمیت سے انکار نہیں کیا جا سکتا ۔ یہاں پر چند ایک مثالیں پیش کی جاتی ہیں ۔ یہ مثالیں سمیری اور سنسکرت کے بعض الفاظ کے باہمی اشتراک پر مشتمل ہیں ۔ یہ صحیح ہے کہ جب آریائی قبائل شرق اوسط میں پڑاؤ ڈالے ہوئے تھے تو اس وقت یہاں سمیری سیاسی غلبہ ختم ہو چکا تھا لیکن ان کی زبان ابھی تک زندہ تھی ۔ اکادی قوم جو کہ سامی نسل سے تعلق رکھتی تھی باوجود اپنے سیاسی غلبے کے سمیری زبان سے مستفید ہو رہی تھی اس لیے آریائی قبائل نے یہاں اپنے قیام کے دوران اس زبان کے ذریعہ اظہار ہونے کی بناء پر اس سے کچھ عنصر کو اپنا لیا مثلاً :

آب بمعنی پانی

سمیری :۔ اب : پانی اور سمندر وغیرہ ۔ اب زو : پاتال کا پانی

اکادی :۔ اپسو : گہرے پانیوں یا پاتال کے پانیوں کا دیوتا

سنسکرت :۔ اپ ، اپسو بمعنی پانی

Marfat.com

اوستا : اپ - جدید فارسی : آب

پشتو : اوبہ

بلوچی : اپ

نالہ بمعنی ندی کی چھوٹی شاخ یا بڑی نالی نیز نہر

سمیری ، کالدانی :- نار : نہر ، نالہ وغیرہ

سنسکرت :- نارا : پانی کا ذخیرہ یا بہتا ہوا پانی

عربی ، عبرانی :- نہر (کالدانی سے مشتق)

دھرتی بمعنی زمین

سمیری :- دیر : زمین

کالدانی :- دیراتی : زمین کی دیوی ، دھرتی ماتا

سنسکرت :- دھارا : زمین - دھراتری : زمین کی دیوی

عبرانی ، عربی :- دہر : دنیا

اس سلسلے میں اور بھی کئی ایک مثالیں موجود ہیں جیسے کہ :

سمیری :- ننّنار بمعنی چاند

سنسکرت :- چندر

سمیری :- آتو : سورج یا سورج دیوتا

سنسکرت :- آدتیہ : سورج یا سورج دیوتا

سمیری :- کار : پہاڑ

سنسکرت :- گیر : پہاڑ

اسی طرح ہندو دیومالا میں اندر ، اندرانی اور شکتی کے بھی وہی کردار ہیں جو کہ سمیری دیو مالا میں انو ، انینی اور سکشت (زمین اور جنگ کی دیوی) کے ہیں - لیکن یہ ایک الگ موضوع ہے

Marfat.com

جس کے بارے میں فی الحال مزید تحقیق کی ضرورت ہے ۔ سنسکرت میں شرق اوسط کے لسانی عنصر کی موجودگی نے بعض محققین کو عجیب و غریب خیال آرائیوں کا موقع دیا ہے ۔

چہارم : سرمایہ الفاظ کا وہ حصہ ہے جو کہ آریائی قبائل نے وادی سندھ اور دوآبہ میں اپنی رہائش کے دوران مقامی زبانوں سے اخذ کیا ۔ میں سمجھتا ہوں کہ اس عنصر کو ابھی تک وہ اہمیت نہیں دی گئی جس کا کہ یہ مستحق ہے گو بعض اہل الرائے حضرات نے اس پہلو میں سوچنا شروع کر دیا ہے ۔ اگر غیر جانبدارانہ طور پر تحقیق کی جائے تو سنسکرت کے لغوی سرمائے کا ایک بڑا حصہ مقامی زبانوں سے مشتق ثابت ہوگا ۔

اس پہلو میں اگرچہ کافی کام ہو چکا ہے جس میں ذیل کی کاوشیں خاص طور پر قابل ذکر ہیں :

(الف) ڈاکٹر کاڈویل : دراوڑی زبان کی تقابلی گرامر

(ب) ڈاکٹر جارج بیوہلر : سنسکرت صوتیات میں لثوی آوازوں کی اصل

(ج) ڈاکٹر گنڈرٹ : سنسکرت میں دراوڑی عنصر

(د) پادری کٹل : سنسکرت لغات میں دراوڑی عنصر

(ر) پروفیسر ٹی برو : سنسکرت میں دخیل الفاظ

(س) پروفیسر ایم بی ایمینو: ہندوستانی لسانیات کا قبل از تاریخ کا عہد

اگر ان فاضل مصنفین کی طرف سے پیش کردہ مثالوں کو یکجا کر دیا جائے تو فرہنگ کی ایک اچھی خاصی کتاب مرتب کی جا سکتی ہے ۔ اگرچہ اس بارے میں ابھی تک بہت کچھ کام کرنا باقی ہے ۔ ہم یہاں صرف الف کی تختی میں سے چند ایک مثالیں پیش کرنے پر اکتفا کریں گے :

Marfat.com

تامل	ملیالم	کناری	تلگو	معنی	سنسکرت مع معنی
اکاّ	اکا	اکا	اکا	بڑی بہن ، بزرگ عورت	اکا : ماں
انگاڈی	اناڈی	انگاڑی	انگڈی	بازار ، کھلی جگہ ، صحن	آنگن : صحن
انشو	—	انچو	انچو	آنچل ، کپڑے کا دامن	آنچل
اٹم	اٹمّ	اٹا	اٹاڑی	چوبارہ ، بلند مکان	اٹالا : اٹاری
اٹائی	اٹا	آڑ	اڈو	بند کرنا ، روکنا ، چھپانا	اڈنا : ڈھال
انال	انال	انالو	—	آگ ، گرمی ، بخار	انال : آگ
انی	انی	انی	—	فوج کی دستہ بندی	انیکا : فوج ، دستہ
آمنکو	امنکو	امنڈا	آمنڈمو	ارنڈ کا پودا	آمنڈکا : ارنڈ کا پودا
اماں	اماں	اما	اما	ماں ، دیوی	امبا : ماں ، دیوی
امانم	اوانم	—	—	مقدار کا پیمانہ	ارمانا : مقدار کا پیمانہ
اراکو	اراکو	اراکو	—	لاکھ ، بیروزہ	لاکشا : لاکھ
اڑاڑشی	اڑالشا	اڑاتو	اڈانو	جلن ، حسد ، آگ	الاجی : جلن
آلشو	الشال	السیکا	الایو	تھکاوٹ ، سستی	آلسا : سستی ، تکان
کلا	کلروکا	کالی	کلایو	آمیزش کرنا ، گھولنا	آواکا لکنا : آمیزش کرنا
[illegible]	آلی	آلی	آلی	سہیلی	آلی : سہیلی

Marfat.com

ظاہر ہے کہ اولین دور میں سنسکرت آریائی قبائل میں بول چال کا واحد ذریعہ تھی اور یہ ان تمام خصوصیات کی حامل تھی جو کہ ایک زندہ اور فعال زبان کا حصہ ہوتا ہے ۔ اس میں غیر زبانوں کے الفاظ جذب کرکے اپنے سانچے میں ڈھالنے کی صلاحیتیں بدرجۂ اتم موجود تھیں ۔ ترک و انجذاب کا یہی عمل زبان کو ماحول کے پیہم بدلتے ہوئے تقاضوں سے عہدہ برآ ہونے کی صلاحیت بخشتا ہے ۔ سنسکرت کی وسیع المشربی کی وضاحت کے لیے ہم یہاں پانی جیسی عام استعمال کی شے کے لیے مستعمل مختلف الاصل الفاظ کی مثال پیش کرتے ہیں :

سنسکرت الفاظ	مآخذ
نیرا	تامل ، ملیالم : نیر (دراوڑی)
امبو ، امبھسو	کورخ ، مالتو : امّ (دراوڑی)
جلم	تامل ، ملیالم : ویلم (دراوڑی)
واری	تامل ، ملیالم : ماری (دراوڑی)
پانیم ، پانی	باوری ، تریمو کی ، گھوری : پانی (منڈا)
	تامل ، پونائی ، ملیالم ، کناری : پونل (دراوڑی)
تویا	منڈاری : دا (منڈا) ۔ تامل ، کناری : توئے بمعنی گیلا
اپو ، اپسو	سمیری ، کلدانی : اب ، ابزو
اودک ، آدان	روسی : ووڈکا ، ووڈا (آریائی)

ہند آریائی زبانوں میں پانی کے لیے مندرجہ ذیل مترادفات ملتے ہیں :

یونانی : اوتھر ۔ حطی : وتر ۔ لاطینی : آنڈ ، ہائیڈرا ۔

Marfat.com

اس ایک ہی مثال سے بخوبی اندازہ لگایا جا سکتا ہے کہ سنسکرت کہاں تک غیر آریائی عناصر سے مبرا ہے ۔

پراکرتیں اور سنسکرت

جب آریائی قبائل وادیٔ سندھ میں وارد ہوئے تو یہاں نہایت ہی ترقی یافتہ شہری تہذیب و تمدن کا دور دورہ تھا ۔ جیسا کہ مختلف شہادتوں مثلاً علم الکاسیات ، لسانیات اور قدیم ہندو ادب سے ثابت ہوتا ہے کہ آریاؤں کی آمد سے قبل یہاں مختلف اقوام آباد تھیں ۔ اسی بناء پر وادیٔ سندھ (آریائی نام سپت سندھو) کو ویدوں میں پنچ جنیا کرشٹی یعنی پانچ قوموں کی سرزمین کا نام دیا گیا ہے ۔ اتھر وید کے ایک منتر 'حسد کا علاج' میں مرقوم ہے کہ :

> ''تمہیں سندھو دیش میں بسنے والی کئی ایک قوموں سے تعلق رکھنے والے لوگوں سے حاصل کرکے یہاں لایا گیا ۔''

لازماً یہ مختلف قومیں مختلف زبانوں کی حامل ہوں گی ۔ خاص کر یہ بات تو بڑے وثوق سے کہی جا سکتی ہے کہ آبادی کا غالب حصہ دراوڑی اور منڈا گروہوں پر مشتمل ہوگا ۔ آریاؤں کی آمد سے یہاں کے لسانی ارتقاء میں ایک نیا موڑ آیا ۔ جہاں ایک طرف نو واردوں کی زبان پر مقامی اثرات کے نتیجے میں سنسکرت نے جنم لیا وہاں دوسری طرف مقامی زبانوں کو نئے اثرات نے ایک نیا رنگ عطا کیا اور یہی زبانیں آگے چل کر پراکرتیں کہلائیں ۔ یہ دونوں زبانیں ایک دوسری کے دوش بدوش مروج رہیں لیکن ان میں ایک طبقاتی تفاوت ضرور پیدا ہوگیا ۔ سنسکرت کو برہمنی طبقے اور حکومت کی سرپرستی حاصل تھی اور عام طور پر مذہبی اشاعت اور علم و ادب کی تخلیق کا ذریعہ تھی ۔ اس کے برعکس پراکرتیں عوام الناس کی زبانوں کا درجہ رکھتی تھیں اور لازماً عوامی ادب کی حامل بھی ہوں گی لیکن افسوس یہ ہے کہ اس کے نمونے دستیاب نہیں ہوسکے یا تو اسے قلمبند کرنا ضروری نہ سمجھا گیا یا پھر یہ گردش دوراں کے ہاتھوں محفوظ نہ رہ سکا ۔

جیسا کہ ہم ابھی ذکر کر آئے ہیں کہ خود سنسکرت بھی خالص آریائی زبان کی ترجمانی کا حق پوری طرح ادا نہیں کرتی کیونکہ اس کی

Marfat.com

تشکیل اور ارتقاء میں مقامی عناصر نے ایک اہم کردار ادا کیا ہے۔ پھر ہم محض اس سے متأثر ہونے والی مقامی زبانوں یعنی پراکرتوں کو ہند آریائی گروہ کی شاخیں قرار دینے میں کہاں تک حق بجانب ہیں ؟ خود آریاؤں نے اپنے کلاسیکی ادب میں پراکرتوں کو اسربھاشا یعنی غیر آریائی باشندوں کی زبان اور یہاں کے باشندوں کو مردھرا واک بمعنی غیر زبان کے حامل قرار دیا ہے۔ آج بھی مقامی زبانوں کے آریائی الاصل ہونے کی دلیلیں محض ان کے سنسکرت کے ساتھ لغوی اشتراک کی بناء پر قائم کر دی گئی ہیں ورگرنہ صوتی پہلو اور صرف و نحو کے لحاظ سے پراکرتوں اور ہند آریائی گروہ کی زبانوں میں کوئی قدر مشترک نظر نہیں آتی۔

پراکرتوں کا صوتی تجزیہ

برصغیر کے شمالی حصے کی پراکرتوں کا صوتی تجزیہ کرنے سے یہ امر پایۂ ثبوت تک پہنچ جاتا ہے کہ یہ زبانیں دراوڑی اور منڈا گروہ کے اتصال سے وجود میں آئی ہیں۔ غنائی اور لثوی آوازیں دراوڑی گروہ کی زبانوں کی خصوصیات میں سے ہیں۔ یہ اصوات نہ تو آریائی گروہ کی بنیادی صوتیات میں موجود ہیں اور نہ منڈا گروہ میں۔ اس کے برعکس ہائیہ آوازیں منڈا گروہ کی خصوصیات میں سے ہیں اور دراوڑی زبانوں میں ان کا سراغ کم ہی ملتا ہے اگرچہ بعض دراوڑی شاخوں مثلاً کو رکھ اور براہوئی میں 'کھ' کی آواز موجود ہے جو کہ براہوئی میں عربی زبان کے زیر اثر 'خ' کی صورت میں پکاری جاتی ہے۔

ماسوائے بعض مستشنیات کے آریائی زبانیں عام طور پر ہائیہ، لثوی اور غنائی آوازوں سے عاری ہیں۔ اس سے ظاہر ہے کہ پراکرتوں اور برصغیر کی موجودہ زبانوں میں اس عنصر کی موجودگی کو کسی طرح بھی آریائی گروہ سے مشتق قرار نہیں دیا جا سکتا بلکہ حق تو یہ ہے کہ اس پہلو میں خود نووارد آریاؤں نے شدت سے مقامی اثرات کو قبول کیا ہے جس کے نتیجے میں یہاں کی آریائی زبان میں ایک نمایاں تبدیلی نظر آتی ہے۔ اس کے برعکس مقامی زبانوں کے صوتی ڈھانچے میں آریائی اثرات کا شمہ بھر بھی نظر نہیں آتا۔ اس کی سب سے بڑی وجہ یہ ہے کہ دراوڑی اور منڈا گروہ کی زبانوں میں مجموعی طور پر وہ تمام اصوات

Marfat.com

پہلے ہی سے موجود تھیں جو نووارد اپنے ساتھ لائے۔ اس لیے نووارد تو ضرور نئے رنگ میں رنگے گئے لیکن یہاں کی صوتی دھنک کے لیے کوئی نیا رنگ پیش نہ کر سکے۔

جہاں تک لب و لہجے کا تعلق ہے اس پہلو میں بھی مقامی زبانیں آریائی اثرات سے کافی حد تک محفوظ رہی ہیں۔ آٹھویں صدی قبل از مسیح کے لگ بھگ تالیف شدہ 'پنچ ویمانشا برہمن گرنتھ' میں وادیٔ سندھ کے باشندوں کے بارے میں مذکور ہے کہ 'یہ لوگ آسان زبان (یعنی سنسکرت) کے اچّارن (تلفظ) کو نہایت کٹھن سمجھتے ہیں۔' مقصد یہ کہ مقامی باشندے آریائی لب ولہجے کو اپنانا پسند نہیں کرتے تھے۔ یاد رہے کہ اس گرنتھ کے بھجن اس وقت تخلیق پذیر ہوئے جب کہ آریائی قبائل گنگا جمنا دوآب کی طرف نقل مکانی کرتے وقت سرسوتی اور درشدواتی (ستلج اور جمنا کے درمیان واقع دو قدیم ندیاں) کی وادیوں میں سے گزر رہے تھے کیونکہ ان میں جا بجا ان ندیوں کا ذکر آتا ہے۔ اس گرنتھ میں یہاں کے باشندوں کو وراٹ کے نام سے یاد کیا گیا ہے اور ان کے بارے میں کہا گیا ہے کہ یہ لوگ نہ تو آریائی مذہبی رسوم کے پابند تھے اور نہ ویدوں کی تقدیس کے قائل لیکن پھر بھی آریاؤں نے ان کا ذکر بڑے احترام سے کیا ہے۔

صرف و نحو کا ڈھانچہ

صرف و نحو کا معاملہ بھی اس سے کچھ زیادہ مختلف نہیں۔ یہ ایک مسلمہ حقیقت ہے کہ جہاں سنسکرت اور آریائی گروہ کی دیگر زبانیں ہیئت کے لحاظ سے تصریفی زمرے سے تعلق رکھتی ہیں وہاں اردو اور برصغیر کے شمالی حصے کی دیگر زبانیں دراوڑی گروہ کی طرح غیر تصریفی حلقے سے تعلق رکھتی ہیں۔ اسی تفاوت کے پیش نظر اٹھارویں صدی کے مشہور مستشرق جناب ہنری تھامس کولبروک (جو کہ ۱۷۸۲ء میں برصغیر میں وارد ہوئے) سے لے کر موجودہ دور کے ماہرین لسانیات تک اکثر محققین اس امر پر متفق ہیں کہ صرف و نحو کے لحاظ سے سنسکرت اور اردو مع دیگر مقامی زبانوں کے دو مختلف حلقوں سے تعلق رکھتی ہیں اور اس پہلو میں ان کے درمیان کوئی واضح رشتہ موجود نہیں۔ مسٹر ماؤنٹ سٹیورٹ الفسٹن نے اپنی تصنیف 'تاریخ ہند' (مطبوعہ

Marfat.com

۱۸۵۷ء) میں مسٹر کولبروک کے حوالے سے اردو زبان کے بارے میں تحریر کیا ہے کہ :

”دہلی میں اسلامی حکومت کے قیام کے دوران مختلف قوموں کے درمیان باہمی میل جول اور روز مرہ کی گفت و شنید کی بدولت ایک ایسی زبان وجود میں آئی کہ جس کی لغوی بنیادیں سنسکرت پر استوار کی گئی تھیں لیکن صرف و نحو کے لحاظ سے وہ موجودہ ہندوستانی زبانوں سے مشابہ تھی ۔“

مقصد یہ کہ اردو اور دیگر مقامی زبانیں صرف و نحو کے لحاظ سے سنسکرت سے مختلف تھیں ۔

مسٹر گریرسن اپنی شہرۂ آفاق تصنیف ’ہندوستان کا لسانیاتی جائزہ‘ (مطبوعہ ۱۹۰۳ تا ۱۹۲۸ء) میں رقمطراز ہیں کہ :

”صدہا سال سے قدیم سنسکرت ہندوستانی (یعنی اردو) کے سرمایہ الفاظ پر شدت سے اثر انداز ہوتی رہی ہے لیکن یہ اس کا صرف لغوی پہلو ہی ہے جس پر یہ اثرات محسوس کیے جا سکتے ہیں ۔ اس کی صرف و نحو میں سنسکرت اثرات کا شمہ بھی نظر نہیں آتا ۔ مروجہ ہندوستانی میں سنسکرت صرف و نحو کی کوئی بھی ترکیب سامنے نہیں آتی ۔“ (جلد نہم ، حصہ اول)

انہی حقائق کو سامنے رکھتے ہوئے بھارت کے مشہور ماہر لسانیات ڈاکٹر رام بلاس شرما نے اپنی تصنیف ’بھاشا اور سماج‘ (مطبوعہ ۱۹۶۴ء) میں بار بار اس نظریے کی تردید کی ہے کہ برصغیر کے شمالی حصے کی زبانیں کسی آریائی زبان سے مشتق ہیں ۔ اپنے نظریے کی وضاحت کرتے ہوئے انہوں نے اپنے ایک مضمون ’ہندی زبان کا ارتقا‘ میں ارشاد فرمایا ہے کہ :

”عام طور پر یہ تسلیم کیا جاتا ہے کہ سنسکرت نے بگڑ کر پراکرت کا روپ دھار لیا اور اس نے آگے چل کر اپ بھرنشوں کو جنم دیا جن سے کہ موجودہ زبانیں وجود میں آئیں ۔ ہندی زبان کی صرفی و نحوی خصوصیات کا نہ تو اپ بھرنشوں میں نشان ملتا ہے اور نہ پراکرتوں میں ۔ میرے اپنے خیال میں برصغیر کے شمالی حصے کی زبانوں کی بنیادیں ان زبانوں

Marfat.com

پر استوار ہوئی ہیں جو کہ ازمنہ قدیم میں سنسکرت کے پہلو
بہ پہلو عوام میں مروج تھیں ۔''

(اسٹیٹسمین ، دہلی ، ۳۰ اگست ۱۹۶۴ء)

واضح رہے کہ ڈاکٹر شرما عوام میں بولی جانے والی اردو اور ہندی کو ایک ہی زبان کے دو مختلف نام تصور کرتے ہیں جن میں کہ صرف رسم الخط کا فرق ہے ۔

سرمایۂ الفاظ

مختلف زبانوں کے درمیان باہمی رشتے کی بنیادیں محض سرمایۂ الفاظ کے اشتراک پر قائم نہیں کی جا سکتیں تاوقتیکہ تقابلی صرف و نحو اور صوتی پہلو سے بھی اس کی تائید نہ ہوتی ہو ۔ سرمایۂ الفاظ کا اشتراک تو محض ایک تیر کا نشان ہے جو کسی نئے راستے کی نشان دہی کرتا ہے ۔ اس میں کوئی شک نہیں کہ اردو اور سنسکرت میں کافی حد تک لغوی اشتراک موجود ہے لیکن اس سے یہ یک طرفہ فیصلہ دے دینا کسی طرح جائز نہیں کہ یہ تمام کا تمام سرمایۂ الفاظ سنسکرت ہی نے اردو کو دیا ہے بلکہ معاملہ اس کے برعکس بھی تو ہو سکتا ہے یعنی خود سنسکرت نے یہ الفاظ اردو ہی کی پیشرو زبانوں سے اخذ کیے ہوں ۔

میکڈانل نے اپنی شہرہ آفاق تصنیف 'سنسکرت ادب کی تاریخ' میں مشہور گرامر دان پانینی کا ذکر کرتے ہوئے تحریر کیا ہے کہ :

''سنسکرت کے مشہور گرامر دان پانینی (چوتھی صدی قبل از مسیح) نے اپنی گرامر میں جن قدیم رسالوں کا ذکر کیا ہے ان میں سے ایک کا نام 'دھاتو پاٹھ' بمعنی روزمرہ بول چال کے مصادر بیان کیا ہے ۔ اس میں دو ہزار مصادر درج تھے جن میں سے صرف آٹھ سو مصادر ایسے تھے جو کہ سنسکرت کے سرمایۂ الفاظ میں موجود تھے اور ویدک عہد کے پچاس مصادر اس میں شامل نہ تھے ۔''

اس سے یہ امر واضح ہوجاتا ہے کہ آج سے قریباً اڑھائی ہزار سال قبل بھی عوامی بول چال میں غیر آریائی عنصر غالب تھا ۔

بابائے اردو ڈاکٹر مولوی عبدالحق صاحب اپنے ایک مضمون 'اردو میں دخیل الفاظ' میں رقمطراز ہیں کہ :

Marfat.com

''شمال ہی نے جنوب کو سب کچھ نہیں دیا جنوب نے بھی شمال کو بہت کچھ عطا کیا ہے ۔ دراوڑی تہذیب و تمدن بہت قدیم ہے ۔ آریا جب ہندوستان میں آئے تو ان کے مقابلے میں نیم وحشی تھے ۔ انھوں نے بہت کچھ دراوڑوں سے سیکھا ۔ یہاں تک کہ ان کے بعض دیوتا بھی آریائی دیو مالا میں آ گھسے اور بہت ممتاز درجہ حاصل کر لیا ۔ یہی حال الفاظ کا ہے جس کی چند مثالیں یہاں لکھی جاتی ہیں ۔ آئندہ تحقیق سے اور بہت سے الفاظ کے سراغ لگنے کا امکان ہے ۔ کیونکہ بہت سے لفظ جن کی اصل نا معلوم ہے یا جو خواہ مخواہ سنسکرت خیال کیے جاتے ہیں بہت ممکن ہے کہ وہ دراوڑی زبان سے تعلق رکھتے ہوں ۔'' (سہ ماہی اردو ، جولائی ۱۹۴۹ء)

مسٹر گریرسن نے برصغیر کے شمالی حصے کی زبانوں کا تذکرہ کرتے ہوئے لکھا ہے کہ :

''عام طور پر یہ رجحان پایا جاتا ہے کہ مقامی زبانوں کے تمام تر سرمایۂ الفاظ کی اصل سنسکرت میں تلاش کی جائے ۔ بہت سے علماء کا یہ خیال ہے کہ مقامی زبانیں غیر آریائی عناصر سے یکسر پاک ہیں ۔ اس حقیقت کو ہمیشہ نظر انداز کر دیا جاتا ہے کہ کسی لفظ کا سنسکرت بلکہ خود ویدوں کی زبان میں پایا جانا اس امر کا کوئی حتمی ثبوت نہیں ہے کہ یہ لفظ قدیم آریاؤں کی زبان سے تعلق رکھتا ہے ۔ کسی لفظ کے آریائی الاصل ثابت کرنے کے لیے سنسکرت کے علاوہ دیگر ہند یورپی گروہ کی زبانوں میں بھی اس کا سراغ لگانا ضروری ہے ۔''

اس پہلو میں مزید وضاحت کرتے ہوئے انھوں نے آگے چل کر لکھا ہے کہ :

''اس امر کے امکانات غالب ہیں کہ مقامی زبانوں اور سنسکرت میں مشترکہ طور پر پائے جانے والے الفاظ کا کافی حصہ دراوڑی اور دیگر قدیم مقامی زبانوں سے مشتق ہو ۔''

Marfat.com

برصغیر کے شمالی حصے کی زبانوں کے کسی لفظ کا سراغ لگانے کے لیے کہ آیا یہ ہند آریائی گروہ سے مأخوذ ہے یا دراوڑی اور منڈا گروہ سے تو اس بارے میں یاد رکھنا چاہیے کہ ہمارے لسانی سرمائے میں بعض الفاظ تو ایسے ہیں کہ وہ سنسکرت میں تو موجود نہیں لیکن دراوڑی زبانوں میں ملتے ہیں یا پھر اس کے برعکس سنسکرت میں موجود ہیں دراوڑی یا منڈا زبانوں میں نہیں۔ ایسے الفاظ کے مقام کا تعین کرنے کے لیے ہمیں کوئی دقت لاحق نہیں ہوتی لیکن بعض الفاظ ایسے بھی ملیں گے جو کہ علاوہ مقامی زبانوں کے سنسکرت اور دراوڑی زبانوں میں بھی یکساں طور پر موجود ہیں۔ ایسے الفاظ کی اصل کا تعین کرنے میں ہمیشہ غلطی کا احتمال ہے کیونکہ جیسے پہلے ذکر کیا جا چکا ہے دونوں زبانوں نے ایک دوسری کو گہرے طور پر متأثر کیا ہے۔ اس قبیل کے الفاظ کے بارے میں تحقیق کرتے وقت ہمیں دیکھنا ہوگا کہ اگر کسی لفظ کی اصل ہمیں سنسکرت کے علاوہ ہند آریائی گروہ کی دوسری زبانوں مثلاً فارسی ، یونانی اور لاطینی وغیرہ میں بھی مل جاتی ہے تو اسے بغیر کسی رد و کد کے آریائی الاصل تسلیم کر لیں گے۔ اس کے برعکس اگر ایسا نہ ہو اور اس کی اصل دراوڑی زبانوں میں عمومیت کے ساتھ مروج ہو تو اسے دراوڑی الاصل تسلیم کر لیں گے اگرچہ موجودہ صورت میں ان الفاظ کی ہیئت میں بعض اوقات نمایاں تبدیلی واقع ہو چکی ہوگی۔

آریائی ، دراوڑی اور برصغیر کے شمالی حصے کی زبانوں کے لغوی پہلو کے تقابلی جائزے کے نتیجے میں مقامی زبانوں کے سرمایہ الفاظ کو ذیل کے چار مختلف گروہوں میں تقسیم کیا جا سکتا ہے :

(الف) خالص آریائی الاصل الفاظ

(ب) خالص دراوڑی الاصل الفاظ

(ج) مشترک آریائی الاصل الفاظ

(د) مشترک دراوڑی الاصل الفاظ

(ج، د: وہ الفاظ جو کہ مقامی زبانوں کے علاوہ سنسکرت اور دراوڑی گروہ کی زبانوں میں مشترکہ طور پر مستعمل ہیں)

Marfat.com

خالص آریائی الاصل الفاظ

و	پنجابی	ہند آریائی
ں	پیر	سنسکرت :ـــ پد ـ اوستائی : پازہ ـ لاطینی : پئیس
ی	نک ، ناس	سنسکرت :ـــ ناسا ـ لاطینی : ناسوس ـ روسی : ناس
کھ	اکھ	سنسکرت :ـــ اکشی ـ لاطینی : اکولس- یونانی:اوشے- روسی : اوکو
ت	دند	سنسکرت :ـــ دنت ـ فارسی : دندان ـ لاطینی : دنت
ر	دو	سنسکرت :ـــ دوؤ ـ فارسی : دو - لاطینی : دوؤ
ن	تن ، ترکے	سنسکرت:ـــ تراہ ـ اوستائی: شری ـ لاطینی: تریسن - روسی : ترے

خالص دراوڑی الاصل الفاظ

دو	پنجابی	دراوڑی
ی	اڈی	تامل :ـــ اٹی : پاؤں ، پاؤں کا نشان ، بنیاد ملیالم :ـــ اٹی : پاؤں کا تلوا کناری ، کوڈاگو ، تولو :ـــ اڈی : پاؤں تلگو :ـــ اڈوگو : پاؤں کوٹا :ـــ اڑی : پاؤں
نا	ہانڈی	کناری، تولو:ـــ انڈی : کھوکھلے بانس کا بنا ہوا برتن کوٹا :ـــ انڈی : دودھ دوہنے کا برتن ٹوڈا :ـــ اڈی : مٹی کا برتن

Marfat.com

اردو	پنجابی	دراوڑی
یار	یار	ملیالم :ـــ اری وو : محبت ، خواہش کناری :ـــ اروگو : محبت کرنا
جھالر	چھالر	تامل :ـــ شالی : آویزہ ، لٹکن ، کوئی بھی لٹکتی ہوئی چیز کناری :ـــ جھالی : جھالر تولو :ـــ جلی : ماتھے پر لٹکتا ہوا پھولوں کا سہرا کوئی بھی لٹکتی ہوئی شے
جھلک	چھلک	کناری :ـــ شلا : چمک ، جگمگاہٹ شلشلانا : جگمگانا ، جھلملانا تولو :ـــ جلکو : چمک ، جگمگاہٹ
آوہ (بھٹہ)	آوا	کناری :ـــ آوی تلگو :ـــ آوامو تولو :ـــ آوے } کمھار کی برتن پکانے کی بھٹی
اپھارا	آپھرنا ، پیٹ کا پھول جانا ، آپھنا ، باسی ، گوندھے ہوئے آٹے کا پھول جانا	تامل :ـــ آپو کناری :ـــ آبو تلگو :ـــ آبوکو کوٹا :ـــ آب تولو :ـــ آبار } پھول جانا (پیٹ یا روٹی وغیرہ کا)
ہٹنا	ہٹنا	تامل :ـــ اوٹو : کسی کے لیے ایک طرف ہو جگہ دے دینا

Marfat.com

دراوڑی	پنجابی	و
ملیالم:— اوڈکو: ایک طرف ہو جانا، پیچھے ہٹ جانا کناری، تلگو :— اوٹو : جگہ دے دینا، ایک طرف ہو جانا		
تامل :— آٹو ملیالم :— آٹوکا کناری :— آدو گڈابا :— اوڈ } پہننا ٹوڈا :— آدپ : لباس	—	ھنا ، ھنی (پٹہ)
کناری :— آکو : پتہ ، چاول کی پنیری ، گندم کی کونپل	آگ	،
تلگو ، کوئی :— آکو گڈابا :— آکی کونڈا :— آک } پتہ ، کونپل	(گنے کا اوپر والا حصہ)	ے کی نپل)
تامل :— اولی : چھپنا ۔ اولیو : چھپنے کی جگہ ملیالم :— اولی : پوشیدگی ، چھپنے کی جگہ اولیگا : چھپنا کناری :— آلی : چھپنا تلگو :— اولاوو : بھید ، پوشیدگی کوٹا :— اوئیل : چھپنا تولو :— اولا : پوشیدہ	اوہلا (پوشیدگی ، چھپنے کی جگہ ، پوشیدہ جگہ)	
تامل :— شاٹی : برتن ، مقدار کا ایک ماپ ملیالم :— چاٹی : برتن	چاٹی (گھڑا)	

Marfat.com

اردو	پنجابی	دراوڑی
—	باہلا (بہت، کئی، زیادہ وغیرہ)	تامل :— پالا : زیادہ ،کئی ایک - پالار : کئی آدمی ملیالم :— پالا، کناری:— پالا، تلگو :— پالو } زیادہ ، کئی ایک ، بہت
—	بتّہل (بے وقوف آدمی، سست، کاہل قسم کا آدمی)	تامل:— چپائی : فضول قسم کا آدمی ، رذیل ، کمزو کناری :— جبّل : غیر مستقل مزاج، ڈھیلا ڈھالا سست تلگو :— جبّو : ناقص العقل ، سست ، بھدا تولو :— جبو : ایضاً
کھاٹ	کھٹ کھٹڑی کھٹولہ	تامل، ملیالم :— کٹل : چارپائی ، پلنگ تلگو :— کٹلی : ڈولی ، پلنگڑی پارجی :— کٹیا، کوئی :— کاٹ } چارپائی ، پلنگ

مشترک آریائی الاصل الفاظ

اردو	پنجابی	دراوڑی	آریائی
آگ	اگ	تامل ، ملیالم :— اگی تلگو، کناری ، تولو:— اگی	سنسکرت :— اگنی - لاطینی :— اگنس - رومی :— اوگنے
کھمبا	کھمبا	تامل، ملیالم:— کمبو : ستون	سنسکرت :— سکھمبا ستون

Marfat.com

ردو	پنجابی	دراوڑی	آریائی
		کناری:— کمبا۔ تلگو : کمبامو	لاطینی :— گمبا : ستون ، ٹانگ
وئی	سوئی	تامل، ملیالم ، کناری، تلگو :— شوشی بمعنی سوئی	سنسکرت :— سوشی : سوئی سیو : سینا لاطینی :— سوئرے روسی : شیتے گاتھی : سیوجن } سینا
یوتا	دئیوتا	تامل:— تے وو ، تےوم ملیالم :— تےوم کناری، تلگو، تولو :— دیوا	سنسکرت :— دیوا یونانی :— تھئیوس قدیم آئرلینڈی :— ڈئیس
ٹھا ، ٹھائی	مِٹھا ، مٹھیائی ، مٹھی(میٹھی روٹی)	تامل :— متو ملیالم:— مدھورم کناری :— مدھو } میٹھا	سنسکرت :— مدھو : میٹھا ، شہد یونانی :— میتھو ۔ جرمن : میتھ ۔ روسی : میڈ
اجہ	راجہ	تامل، ملیالم:— ارشن کناری ، تلگو:— ارسو } بادشاہ ، حاکم	سنسکرت:— راجن یونانی :— ریجن لاطینی :— ریج

Marfat.com

مشترک دراوڑی الاصل الفاظ

اردو	پنجابی	سنسکرت	دراوڑی
سوامی	سوامی	سوامن	تامل :- شامی : آقا، مالک، خدا۔ ملیالم ، کناری ، تلگو :- سوامی، سامی : خدا ۔ کولامی:- شویم: خدا
چھری	چھری	چھریکا	تامل :- شری کائی : چاقو ، چھوٹی تلوار شری : خنجر ، چاقو کناری :- سری گی : چاقو، خنجر۔ تلگو :- شری : چاقو
سیج	سیج	شایہ: بستر	کناری :- سیج : آرام گاہ ، بستر ۔ تلگو :- سیج : بستر ، پلنگ ۔ تامل :- سیکائی : بستر ، پلنگ
تولنا	تولنا	تلا (ترازو،	تامل ، ملیالم :- تلا : ترازو ،
تول	تول	وزن ،	تولام :- ترازو ، چھت کا شہتیر
تولا (وزن کرنے والا)، تلا (ترازو)	تولا	چھت پر ڈالنے کا شہتیر)	کناری:- تلا: ترازو، وزن، شہتیر۔ تلگو :- دولامو : شہتیر
نیم (درخت کا نام)	نم	نمبا	تامل، ملیالم :- نمبام، کناری :- نمبا، تلگو :- نمبامو } نیم کا درخت

Marfat.com

اردو	پنجابی	سنسکرت	دراوڑی
ی	ناڑ (رگ ، نبض، گندم کی بالی کا نچلا کھوکھلا حصہ) ، نڑی (نلکی)، نڑا (نرسل)، نلی (نلکی)	ناڑی (کوئی بھی کھوکھلی شے جیسے کہ رگ ، نلکی، نرسل وغیرہ)	تامل :— ناٹی : نبض ، رگ۔ ناڈی : نلکی، نرسل، مقدار کا پیمانہ۔ ملیالم :— ناڈی: کوئی بھی کھوکھلی شے جیسے کہ رگ ، نلکی ، نرسل وغیرہ نیز گھڑی یعنی وقت کا پیمانہ
ٹ : کپڑا ، ی ، دوپٹہ	پٹ (ریشم کا دھاگہ)، پٹی، دوپٹہ	پٹ : کپڑا، لباس ، پھول دار ریشمی کپڑا	(الف) تامل، ملیالم ، کناری :— پٹو : ریشمی کپڑا یا دھاگہ ۔ تلگو :— پٹمو : ریشمی دھاگہ پٹ : ریشمی کپڑا (ب) تلگو :— پٹائے : رنگ دار پٹی کناری، تلگو :— پٹی ملیالم :— پٹا } کپڑے کی پٹی
ھنا	پڑھنا ، پتل (گیت)، پاٹھ (مذہبی کتابوں کی تلاوت)،	پٹھ (پڑھنا، دہرانا ، گانا وغیرہ)	تامل:— پڈی : پڑھنا- پڈم : سبق- پٹو : گانا ، گنگنانا ۔ ملیالم :— پٹو : گانا ، گیت ، نظم- کناری :— پاڈو: گانا- پاٹ: گانا، گیت- تلگو :— پاٹھی : پڑھنا ۔

Marfat.com

اردو	پنجابی	سنسکرت	دراوڑی
	پاٹھ شالہ (ہندوں کا مذہبی سکول)		پاڈو : گانا ، گیت کورخ :- پڑنا : گانا - مالتو :- پاڑے : گانا
گھوڑا ، کوتل (تیز رفتار گھوڑا)	کھوڑا ، کوتل	گھوڑا	تامل :- کٹی راٹے - ملیالم:- کٹی را - کولامی :- کڈر - کناری:- کڈیرے - کولامی، تلگو :- گورمہ - نائیکی :- گھوڑم - کونڈ :گوڑم } گھوڑا

ان حقائق کی روشنی میں ہم یہ نتیجہ اخذ کرنے میں حق بجانب ہیں کہ آریائی قبائل کے وادیٔ سندھ میں ورود کے وقت یہاں پر غیر آریائی اقوام کا دور دورہ تھا - برصغیر کے شمالی حصے کی زبانوں میں دراوڑی عنصر کی موجودگی اور بلوچستان میں براہوئی قوم کا وجود اس امر کا واضح ثبوت ہے کہ ان غیر آریائی مقامی اقوام میں دراوڑی گروہ کو بالادستی حاصل تھی وگرنہ مقامی زبانوں میں دراوڑی عنصر کی موجودگی کے لیے اور کوئی جواز پیش نہیں کیا جا سکتا -

آریائی اور مقامی اقوام کا باہمی میل جول ان کی زبانوں کے لیے ایک نئے موڑ کا پیش خیمہ ثابت ہوا - شروع شروع میں قدرتی طور پر ان دونوں گروہوں کو ایک دوسرے سے مطلب براری کے لیے ایک دوسرے کی زبان سمجھنے اور سیکھنے کی ضرورت محسوس ہوتی ہوگی اور روزمرہ کی بات چیت کے دوران افہام وتفہیم کے لیے ایک دوسرے کی زبان کے الفاظ استعمال کرنے کی کوشش کرتے ہوں گے - اس طرح دونوں زبانوں نے ایک دوسرے کے سرمایۂ الفاظ کو اپنانا شروع کر دیا اور دونوں زبانوں

Marfat.com

سرمایۂ الفاظ جذب و سرایت کے نتیجے میں ایک نئی شکل اختیار کر گیا۔ لیکن انفرادی طور پر ان کے صرفی و نحوی ڈھانچے ماسوا معمولی تبدیلیوں کے اپنی اصلی ہیئت میں قائم رہے۔ اس کی ایک اچھی مثال ہماری زبانوں میں مغربی زبانوں کے الفاظ کا عمل دخل ہے۔ پہلے پہل پرتگیزی یہاں آئے پھر فرانسیسی اور آخر میں انگریز۔ اسی کا نتیجہ ہے کہ پرتگیزی الفاظ تو مسلسل استعمال کی بدولت ہماری زبان میں کچھ اس طرح سے رس بس گئے ہیں کہ ان کے بارے میں دوئی کا احساس تک نہیں ہوتا۔ ہمارے دیہاتوں تک میں کمرہ، چابی، گوبھی، بالٹی، فیتہ، نیلام، باسن، نتّھا مٹّنا، پرچ، پیپا، اچار، کانجی، بمبا (پنجابی: ریل گڈی کا انجن)، مستری، پیسہ اور آنہ وغیرہ قسم کے کتنے ہی پرتگیزی الفاظ عام بول چال میں استعمال ہوتے ہیں۔ اسی طرح انگریزی الفاظ کا حال ہے۔ آج اپیل، کورٹ، جج، پولیس، ڈپٹی کمشنر، ٹکٹ، اسٹیشن، ہسپتال، ہوٹل اور اسکول وغیرہ صد ہا الفاظ ایسے ہیں کہ ان کے استعمال کے بغیر کوئی چارہ نہیں لیکن اس کے ساتھ ہی ہماری زبانوں نے باوجود اڑھائی تین سو سال کی رفاقت کے صرف و نحو کے لحاظ سے مغربی زبانوں سے ذرہ بھر بھی اثر قبول نہیں کیا۔

یہی کچھ قدیم میں بھی ہوا۔ آریائی اور دراوڑی زبانوں کے باہمی میل جول کے نتیجے میں دو نئے لسانی گروہ وجود میں آ گئے جن کا سرمایۂ الفاظ ایک دوسرے سے شدت کے ساتھ متاثر ہو چکا تھا۔ لیکن گرامری پہلو سے وہ کافی حد تک اپنی بنیادوں پر قائم تھے۔ آریائی گروہ کی زبان کی اولین صورت کو ویدک اور بعد کی صورت کو سنسکرت کے نام سے موسوم کیا جاتا ہے۔ اسی طرح مقامی زبانوں کو شروع میں پراکرت اور بعد میں اپ بھرنش کا نام دیا گیا۔ ان کا باہمی رشتہ ماں، بیٹی، خالہ یا بھانجی کا نہیں تھا بلکہ دو ہم جولیوں کا تھا۔

سنسکرت کو چونکہ بالائی طبقے کی سرپرستی حاصل تھی نیز برہمنوں نے اسے تقدس کا درجہ دے دیا تھا اس لیے اس نے مذہبی، علمی اور ادبی زبان کا درجہ حاصل کر لیا۔ یہی وجہ ہے کہ اس زبان کے مختلف ادوار کے نمونے مذہبی کتابوں، علمی کارناموں اور کلاسیکی ادب کی صورت میں میسر ہیں۔ اس کے برعکس پراکرتیں، عوامی زبان

Marfat.com

کی حیثیت رکھتی تھیں ۔ اولین دور میں جب کہ سنسکرت کا طوطی بولتا تھا تو تعلیم یافتہ برہمنی طبقہ مقامی زبانوں کو قابل التفات تصور نہ کرتا تھا ۔ اس بے رخی کا نتیجہ ہے کہ پراکرتوں کے اولین دور کے تحریری نمونے دستیاب نہیں ہیں ۔

چوتھی صدی قبل از مسیح تک صورت حال بدل چکی تھی ۔ اب سنسکرت محض بطور ایک مذہبی اور ادبی زبان کے زندہ رہ گئی تھی اور عوام اس سے بہت دور ہٹ چکے تھے ۔ جیسے جیسے وقت گزرتا جا رہا تھا آریائی زبان عوامی زبانوں کے ٹھاٹھیں مارتے ہوئے سمندر میں اپنی انفرادیت کھوتی جا رہی تھی ۔ مشہور مفسر یاسک (قریباً ۹۰۰ ق م) نے پراکرتوں کو بھاشا یعنی روزمرہ بول چال کی زبان بیان کیا ہے ۔ اس کے برعکس سنسکرت کو ویدک یعنی ویدوں کی زبان کے نام سے یاد کیا ہے ۔ پاتنجلی (دوسری صدی قبل از مسیح) نے جہاں پراکرتوں کا ذکر کیا ہے اسے عوام میں مروجہ زبان کہا ہے ۔

اشوک (تیسری صدی ق م) کے کتبے بھی اس عہد میں پراکرتوں کے عوامی زبان ہونے کی شہادت دیتے ہیں کیونکہ یہ کتبے عوام کی رہنمائی کے لیے عوام کی زبان یعنی پراکرت میں کندہ کیے گئے تھے ۔ بدھ مت اور جین مت کی مذہبی کتابیں بھی پراکرات میں لکھی گئیں ۔ بدھ مت کی وسیع اشاعت کی ایک بڑی وجہ بھی عوام الناس کی زبان کا استعمال تھا کیونکہ اس عہد میں ویدوں کی زبان عوام کے لیے بھول بھلیوں سے زیادہ وقعت نہ رکھتی تھی ۔ اس کے برعکس پراکرت کی تحریریں بڑی آسانی سے ان کے دل و دماغ میں اتر جاتی تھیں ۔

گپتا عہد (چوتھی اور پانچویں صدی عیسوی) میں دم توڑتی ہوئی سنسکرت نے آخری سنبھالا لینے کی کوشش کی ۔ لیکن اس کی یہ نشأۃ ثانیہ عوام میں اس کی مقبولیت کا باعث نہ بن سکی ۔ سنسکرت کے شہرۂ آفاق ڈراما نگار کالی داس نے اپنے ڈراموں میں بادشاہ اور درباریوں کو سنسکرت بولتے ہوئے ظاہر کیا ہے ۔ اس کے برعکس عوام الناس اور محلات کی عورتوں کو پراکرت میں بات چیت کرتے دکھایا ہے ۔ اسے اس عہد کے تہذیب و تمدن کی صحیح عکاسی تسلیم کیا جا سکتا ہے ۔

Marfat.com

باوجود برہمنی کاوشوں کے سنسکرت زیادہ دیر تک اپنی انفرادیت قائم نہ رکھ سکی ۔ گپتا عہد کے خاتمے پر جب برصغیر میں طوائف الملوکی پھیلی تو اس کے جلو میں کئی ایک چھوٹی چھوٹی خود مختار ریاستوں نے جنم لیا ۔ ان رجواڑوں نے بھی حتی المقدور سنسکرت کو مصنوعی تنفس کے ذریعے زندہ رکھنے کی کوشش کی لیکن برصغیر میں اہل اسلام کی آمد سے یہ رجواڑے بھی ختم ہو گئے اور ان کے ساتھ ہی سنسکرت نے بھی دم توڑ دیا ۔ اب پراکرتوں کے لیے میدان خالی تھا ۔ عوام کے ذریعۂ اظہار کے علاوہ اب انہیں مذہبی ، علمی اور ادبی تخلیقات کے لیے بھی استعمال کیا جانے لگا ۔ علاقائی عناصر نے پراکرتوں کو مقامی رنگوں میں رنگ دیا اور یہ مختلف ارتقائی مدارج طے کر کے موجودہ پراکرتوں یعنی برصغیر کے شمالی حصے میں مروجہ زبانوں کے روپ میں ظاہر ہو گئیں ۔

اب دو حقائق بالکل واضح صورت میں ہمارے سامنے آ موجود ہوتے ہیں : اول یہ کہ سنسکرت آریائی زبان کی شاخ ہوتے ہوئے بھی غیر آریائی عناصر سے مبرا نہیں ۔ یعنی سنسکرت اس زبان کا نام ہے جو کہ نو وارد آریائی زبان پر مقامی زبانوں کے اثر و نفوذ کے نتیجے میں وجود میں آئی ۔ دوم برصغیر کے شمالی حصے کی موجودہ زبانیں اور ان کی پیشرو پراکرتیں برصغیر میں مروجہ قدیم زبانوں سے مأخوذ ہیں جن میں کہ دراوڑی گروہ کو ایک خاص اہمیت حاصل ہے ۔ نو وارد آریاؤں کی زبان نے انہیں ایک نیا رنگ عطا کیا اور یہ مختلف تہذیبی لہروں کے اثرات کے تحت ادلتی بدلتی موجودہ صورت اختیار کر گئیں ۔

اصل میں ہمارے ساتھ سب سے بڑا المیہ یہ ہے کہ شروع سے لے کر آج تک برصغیر کی لسانی تحقیقات کی تمام تر باگ ڈور ماہرین سنسکرت کے ہاتھ میں رہی ۔ وہ اپنے یک طرفہ مطالعے میں اس حد تک مگن تھے کہ انہیں کسی دوسری طرف توجہ دینے کا احساس تک نہ ہوا ۔ جب انہیں مقامی زبانوں اور سنسکرت کے درمیان بنیادی فرق نظر آیا تو اس تفاوت کے بارے میں تحقیقات کرتے وقت بجائے گرد و پیش نظر ڈالنے کے ایک فرضی قدیم ہند آریائی زبان کا وجود تراش لیا گیا جس کے بارے میں یہ دعویٰ کیا گیا کہ وہ سنسکرت سے مختلف ہوتے

Marfat.com

ہوئے بھی اس سے مشابہ تھی - لیکن اس فرضی زبان کے خد و خال ا
خصوصیات کے بارے میں وضاحت کرنا ضروری نہ سمجھا - اس المیے
دوسرا پہلو یہ ہے کہ ہمارے موجودہ تمام کے تمام ماہرین لسانیات بھ
اسی مکتب فکر کی پیداوار ہیں - اپنے مخصوص رجحانات کی بدولت
مقامی زبانوں کے بارے میں تحقیقات کرتے وقت وہ بھی صرف سنسکرت
ہی کو پیش نظر رکھتے ہیں اور برصغیر کی قدیم زبانوں مثلاً دراوڑی
اور منڈا گروہوں کی مختلف شاخوں کو در خور اعتناء تصور نہیں کرتے -
حالانکہ جیسا ابھی بیان کیا جا چکا ہے موجودہ زبانوں کی تشکیل میں
انھوں نے نہایت اہم اور بنیادی کردار ادا کیا ہے سنسکرت کو اس
پہلو میں صرف ثانوی حیثیت حاصل ہے -

اگر متقدمین نے مقامی زبانوں کے بارے میں تحقیقات کرتے وقت
غلط نتائج اخذ کیے تو انہیں ایک حد تک معذور سمجھا جا سکتا ہے
کیونکہ اس عہد میں ابھی تک ہڑپہ اور موئن‌جودڑو کی بلند پایہ تہذیب
کے آثار مٹی کے بلند و بالا ٹیلوں کی تہہ میں محو خواب تھے اور معلومہ
تاریخ کی روشنی میں آریاؤں سے قبل کے عہد کو تاریک دور کے نام سے یاد
کیا جاتا تھا - عام طور پر یہ باور کیا جاتا تھا کہ آریاؤں کی آمد سے
قبل یہاں کوئی قابل ذکر آبادی موجود نہ تھی اور یہاں کے جنگلات میں
ایسے وحشی قبائل آباد تھے جو کہ ارتقاء کی ابتدائی منازل میں تھے - اس
قسم کے تصورات کی روشنی میں اگر انھوں نے مقامی زبانوں کی ابتداء کو
سنسکرت کی بجائے کسی نامعلوم قدیم ہند آریائی زبان سے منسوب کر دیا
تو یہ کوئی غیر فطری امر نہ تھا -

لیکن اب حالات بدل چکے ہیں - ہڑپائی تہذیب کی دریافت نے ہماری
تاریخ میں ایک سنہرے باب کا اضافہ کر دیا ہے - اب آریاؤں سے پہلے
کا زمانہ تاریک دور کے نام سے یاد نہیں کیا جاتا بلکہ آج ہمیں اپنے اس
قدیم تہذیب و تمدن پر بجا طور پر ناز ہے - کیا اب بھی ہمارے لیے
ضروری ہے کہ ہم اس قدیم ہند آریائی زبان کے مفروضے کو ایک امر
مسلمہ کا درجہ دیتے رہیں ؟ کیا اب بھی آریائی زبان کی ہم عصر بلکہ
پیشرو مقامی زبانوں سے اغماض برتنے کے لیے ہمارے پاس کوئی جواز
موجود ہے ؟

Marfat.com

وادیٔ سندھ اور ترکی و تاتاری زبانیں

وادیٔ سندھ اور وسط ایشیا کے ایک دوسرے کے پڑوس میں واقع ہونے کی بناء پر دونوں خطوں میں از منہ قدیم ہی سے گہرے ثقافتی تعلقات موجود رہے ہیں ۔ وسط ایشیا کی وسعتوں نے کتنی ہی تہذیبوں کو جنم دیا اور یکے بعد دیگرے کتنی ہی شوریدہ سر قومیں یہاں سے بگولے بن کر اٹھیں اور آندھی کی طرح ایشیا و یورپ کے طول و عرض پر چھا گئیں ۔ معلومہ تاریخ سے پہلے جو ڈرامے اس سٹیج پر کھیلے جا چکے ہے اس بارے میں صحیح معلومات حاصل کرنے کے لیے ابھی مزید تحقیق و تدقیق کی ضرورت ہے ۔ لیکن جب تاریک دور کے ڈراپ سین کے بعد پردہ اٹھتا ہے تو ہم دیکھتے ہیں کہ آریائی، ہن، کشن اور تاتاری اقوام یکے بعد دیگرے تہاں سے سیلاب کی صورت بہہ نکلتی ہیں اور بڑی بڑی سلطنتوں کو خس و خاشاک کی طرح اپنی لپیٹ میں لے لیتی ہیں ۔ وادیٔ سندھ جو کہ بالکل وسط ایشیا کی دہلیز پر واقع ہے بھلا ان زلزلوں سے کیسے محفوظ رہ سکتی تھی ۔ وسط ایشیا سے جو بھی لہر اٹھی وہ ان پانچ دریاؤں کی سرزمین تک ضرور پہنچی ۔ سمرقند و بخارا کی وادیوں سے گڈریوں ، جنگجوؤں ، مہم بازوں ، سیاحوں ، تاجروں ، مبلغوں اور درویشوں کا ایک لامتناہی سلسلہ کوہ ہمالیہ کے دروں سے گزر کر وادیٔ سندھ کی زرخیز سر زمین میں وارد ہوتا رہا اور کچھ قیام کے بعد گنگا اور جمنا کی طرف رخ کرتا رہا ۔ پھر ایسا بھی ہوا کہ وادیٔ سندھ کے نو آبادکار وسط ایشیا کی سرزمین میں جا نکلے اور وہاں بدھ مذہب کے جھنڈے گاڑ دیے اور ان زمینوں کو گندھارا آرٹ سے روشناس کرایا ۔ ان ثقافتی تعلقات کے نتیجے میں دونوں خطوں کے لسانی عناصر کا ایک دوسرے سے گہرے طور پر متأثر ہونا لازمی امر تھا ۔ آج ہم اسی لسانی عنصر کے باہمی اشتراک اور اس کے ثقافتی پس منظر کے ایک پہلو کا مختصر سا جائزہ لینے کی کوشش کریں گے ۔

Marfat.com

اگرچہ وسط ایشیا میں کئی ایک لسانی گروہ ایک دوسرے کے پہلو بہ پہلو آباد ہیں لیکن ہم اپنی کاوشوں کو صرف یورال التائی گروہ کی زبانوں کے مطالعہ تک محدود رکھیں گے ۔ فنلینڈی ، اسٹونی ، لاپ ، ہنگری ، اوسٹیاک ، ترکی ، تاتاری ، ترکمانی ، کرگیزی ، منگولی اور کلموک وغیرہ اس گروہ کی بڑی بڑی شاخیں ہیں ۔

وادیٔ سندھ اور یورال التائی زبانوں کے باہمی تعلقات کو پانچ مختلف زمروں میں تقسیم کیا جاتا ہے :

اول : وہ مشترکہ سرمایۂ الفاظ جو کہ قبل از تاریخ کے عہد سے تعلق رکھتا ہے ۔

دوم : وہ سرمایۂ الفاظ جو کہ عہد اسلامی سے قبل بعض ترک قبائل کی معیت میں وادیٔ سندھ میں وارد ہوا ۔

سوم : وہ سرمایۂ الفاظ جو کہ پاکستانی نو آبادکاروں کی وساطت سے وسط ایشیا کی مختلف اقوام میں رواج پاگیا ۔ اس پہلو میں کشن عہد کو خاص اہمیت حاصل ہے ۔

چہارم : وہ سرمایۂ الفاظ جو کہ اسلامی عہد میں نووارد ترک نژاد قبائل کی بدولت پاکستانی زبانوں میں داخل ہوا ۔

پنجم : وہ سرمایۂ الفاظ جو کہ پاکستانی زبانوں اور ترکی نے یکساں طور پر غیر زبانوں خاص کر عربی اور فارسی سے مستعار لیا ۔

وسط ایشیا اور وادیٔ سندھ کے تعلقات کی قدامت

اگر ہم وادیٔ سندھ اور ترکی و تاتاری قبائل کی آبائی سرزمین وسط ایشیا کے باہمی تعلقات کا اندازہ لگانا چاہیں تو اس کی شروعات تاریخ کے دھندلکے دور میں پہنچ کر نظروں سے اوجھل ہو جاتی ہیں لیکن پھر بھی آثاراتی مطالعہ ، تاریخی شواہد اور تقابلی لسانی جائزے کی روشنی میں یہ امر ضرور پایۂ ثبوت تک پہنچ جاتا ہے کہ آریاؤں کے ورود سے قبل ہڑپائی اور وسط ایشیا کی ہم عصر تہذیبوں کے درمیان گہرے ثقافتی مراسم موجود تھے ۔

Marfat.com

روسی ماہر آثار قدیمہ وی - ایم - میسن (V. M. Masson) اپنی تصنیف 'روسی وسط ایشیا کا آثاراتی مطالعہ' میں رقمطراز ہیں کہ :

" وسط ایشیا میں حالیہ کھدائیوں کے دوران جو حقائق سامنے آئے ہیں ان سے یہ ثابت ہوتا ہے کہ جنوبی ترکمانیہ کی چار ہزار تا دو ہزار سال قبل از مسیح کی مستقل زرعی نظام کی حامل تہذیب کا اپنی ہم عصر ایرانی، افغانی اور پاک و ہند تہذیبوں سے گہرا رشتہ تھا -"

برطانوی ماہرآثار قدیمہ سٹیورٹ پگٹ (S. Piggott) نے بھی اپنی تصنیف 'قبل از تاریخ کا ہندوستان' میں اسی نظریے کی تائید کی ہے - آپ نے لکھا ہے کہ :

"روسی ترکستان میں واقع 'انو' اول اور 'انو' دوم (چار ہزار تا اڑھائی ہزار سال قبل از میسح) کے مقامات سے دستیاب شدہ سیاہ نقوش والے سرخ برتن ، سرخ اور کالے نقوش والے پیلے برتن اور نمایاں طور پر نظر آنے والے زینہ نما نقوش کی ساخت والے پیلے برتن ظاہر کرتے ہیں کہ ان کا حقیقی وطن بلوچستان ہے کیونکہ وہ یہاں کے آثارات سے برآمد ہونے والے مٹی کے برتنوں سے پوری طرح مطابقت رکھتے ہیں -"

مجھے مسٹر پگٹ سے صرف اس حد تک اختلاف ہے کہ میری نظر میں اس تہذیب کا حقیقی وطن بلوچستان نہیں بلکہ وسط ایشیا ہے - اس کی وجہ یہ ہے کہ اول تو 'انو کی تہذیب' کو 'ہڑپائی تہذیب' پر زمانے کے لحاظ سے سبقت حاصل ہے - دوم یہ امر ایک مسلمہ حیثیت رکھتا ہے کہ 'ہڑپائی تہذیب' کی حامل قوم کا خمیر وادیٔ سندھ سے نہیں اٹھا بلکہ وہ باہر سے وارد ہوئی اسی بناء پر کوٹ دیجی اور ہڑپائی تہذیب کے درمیان ایک واضح حد فاصل موجود ہے - ہڑپہ کی دراوڑی تہذیب اور التائی گروہ کی زبانوں کا تقابلی جائزہ بھی اس پہلو میں کافی حد تک ہماری رہنمائی کرتا ہے کہ اس تہذیب کا ابتدائی دور وسط ایشیا ہی سے تعلق رکھتا ہے -

Marfat.com

ہاں ! آثاراتی مطالعہ سے یہ بات ضرور سامنے آتی ہے کہ ہڑپائی تہذیب کی حامل قوم نے اپنے آبائی وطن وسط ایشیا سے بدستور تجارتی تعلقات قائم رکھے ۔ جناب پگٹ نے اپنی تحقیقات کی بناء پر لکھا ہے کہ :

''انو سوم (دو ہزار سال ق م) سے ہڑپائی ساخت کی دھات کی صنعت کے نمونے ، مٹی کی ایک ایسی گاڑی جو چنو درو سے دستیاب ہونے والی ایک کھلونا گاڑی سے عین مطابقت رکھتی ہے اور ہڑپائی طرز کے شیشہ نما مسالے کے منکوں کی دستیابی اس امر کا ثبوت ہے کہ ان دونوں تہذیبوں کے درمیان آمد و رفت اور تجارتی تعلقات موجود تھے ۔''

اس امر کے مزید ثبوت کے طور پر آگے چل کر مذکور ہے کہ :

''انو سوم کے آخری ایام کے آثارات سے بعض ایسے مدفن دستیاب ہوئے ہیں جو کہ گیارہ سو تا ایک ہزار سال قبل از مسیح سے تعلق رکھتے ہیں اور وادیٔ سندھ کے آثارات مغل، گھنڈائی اور جیوانری کے مدفنوں سے مطابقت رکھتے ہیں ۔ اس سے ظاہر ہوتا ہے کہ ان آخری ایام تک بھی انو میں ہڑپائی تاجر موجود تھے ۔''

اب دیکھنا یہ ہے کہ کیا لسانیاتی مطالعہ بھی اس پہلو میں ہماری کوئی رہنمائی کرتا ہے یا نہیں ۔ یہ موضوع اتنا وسیع ہے کہ ایک مختصر سے مضمون میں اس کا احاطہ کرنا ممکنات میں سے نہیں ۔ اس کے لیے زیر غور جلد 'ہڑپائی تہذیب کے لسانی رشتے' میں تفصیلی بحث کرنے کا ارادہ ہے ۔ فی الحال اپنے مطمع نظر کی وضاحت کے لیے محض چند ایک مثالوں ہی پر اکتفا کریں گے ۔

یاد رہے کہ وسط ایشیا کی اکثر زبانوں کو یورال التائی گروہ سے منسوب کیا جاتا ہے ۔ اگرچہ ماہرین لسانیات اس بارے میں ایک دوسرے سے متفق نہیں ہیں لیکن پھر بھی اکثریت اسی نظریہ کی حامی ہے ۔ یہ زبانیں سائبیریا کی برف پوش وادیوں سے لے کر مغربی پاکستان کی شمالی سرحدوں تک پھیلی ہوئی ہیں ۔ دراوڑی زبانوں کا اپنا گروہ

Marfat.com

علاحدہ ہے ۔ گو آج کل یہ زبانیں زیادہ تر جنوبی ہند کے علاقوں تک محدود ہیں ۔ لیکن لسانی مطالعے کی روشنی میں پتہ چلتا ہے کہ آریاؤں کی آمد سے قبل منڈا گروہ کے پہلو بہ پہلو دراوڑی زبانیں تمام برصغیر پاک و ہند میں مروج تھیں اور ہڑپائی عہد میں وادیٔ سندھ میں دراوڑی گروہ کو بالا دستی حاصل تھی ۔ بلوچستان کے براہوئی قبائل اسی عہد رفتہ کی باقیات میں سے ہیں ۔

یورال التائی اور دراوڑی زبانوں میں بعض لغوی اور صرفی و نحوی مطابقتوں کو سامنے رکھتے ہوئے یہ دعویٰ کرنا بے جا نہیں کہ اگر یہ دونوں گروہ کسی ایک ہی کنبے کی مختلف شاخیں نہیں تو کم از کم یہ اشتراک کسی گئے گزرے عہد میں ان زبانوں کے درمیان گہرے تہذیبی رشتوں کی غمازی ضرور کرتا ہے ۔ وضاحت کے لیے چند ایک الفاظ کا تقابلی جائزہ پیش خدمت ہے :

Marfat.com

دراوڑی اور یورال التائی گروہ کی زبانوں کا تقابلی جائزہ

دراوڑی	یورال التائی	وادیٔ سندھ کی موجودہ زبانیں	دیگر زبانیں
تامل:- اکّا ، اکن ملیالم ، تلگو :- اکّا کوٹا :- اکن کناری ، تولو :- اکا } بڑی بہن ، بزرگ عورت وغیرہ	تنگوسی :- اوکی ، اکن موردوی :- اکے قدیم ترکی :- اگے } بڑی بہن عثمانی ترکی :- اکا : چھوٹی بہن تبتی :- اکھے : بہن منگولی :- اچن : بڑی بہن (ک اور چ کا تبادل عام ہے جیسے کہ فارسی زاچ : زاک - پنجابی:چاچا- پشتو : کاکا)	سارق قولی :- یاکھ سنگلیچی :- اکھوا منجانی :- یکھوا } بہن (دردی گروہ کی زبانیں)	سنسکرت :- اکا : ماں (دراوڑی سے مستعار) پراکرت :- اکّا : بہن مراٹھی :- اکا : بڑی بہن
تامل :- تائی : ماں تائچی : دائی	فنلینڈی :- آتی : ماں	اردو ، پنجابی :- تائی : باپ کے بڑے بھائی کی بیوی	سنسکرت:- تاتا : باپ

Marfat.com

ملیالم ۲ کناری :- تائی : ماں تامل :- اتن : باپ ، بزرگ تلگو ، کناری :- تاتا : دادا ملیالم :- تاتن : دادا کوڈاگو :- تاتے : دادا	ترکی :- اتا فنلینڈی :- آتا ہنگری :- آتیا موردوی :- اتائی (باپ)	دائی : زچہ کی دیکھ بھال کرنے والی تایا : باپ کا بڑا بھائی دادا : باپ کا باپ خوار، وخی، منجانی، باشگلی } تات : باپ (دردی گروہ)	(یہ لفظ بعض آریائی زبانوں میں بھی مروج ہے) اتا : ماں، بڑی بہن، خالہ اتی : بڑی بہن سنگھالی :- اتا : نانا
تامل ، کناری :- انی : ماں ، بڑی بہن، بزرگ عورت	ترکی :- انا فنلینڈی ، ہنگری :- انیا موردوی :- انائی اوسٹیاک :- انے (ماں)	اردو :- انا : دودھ پلائی ، بچوں کی دیکھ بھال کرنے والی ملازمہ وخی ، خوار ، سیغانی } نان : ماں سارق قولی :- انا : ماں	ہندی :- انا : دودھ پلائی وغیرہ
تامل، ملیالم ، تولو :- کال : پاؤں	منگولی :- کول م	اردو:- کھر : جانوروں کے پاؤں پنجابی:- کھر : پاؤں	—

Marfat.com

دراوڑی	یورال التائی	وادیٔ سندھ کی موجودہ زبانیں	دیگر زبانیں
کناری، تلگو، گڈابا :- کالو : پاؤں	اوسٹیاک :- کور، ہنگری :- گیالو } پاؤں	کھلا : پاؤں ، جوتے کھیڑی : جوتے کھڑانواں : لکڑی کے تلے والا جوتا	—
تامل ، ملیالم ، کناری ، تلگو } اوڑو: چشمہ پھوٹنا، بہنا ، دریا	یاکوتانی :- اوریاس، آوار :- یور، ارمنی :- آرو } دریا	پنجابی :- ہڑ : سیلاب	—
تامل :- مالائی، ملیالم، تلگو :- مالا، کناری، کولامی :- مالے } پہاڑ	البانوی :- ملی، ووگل :- مولی ما، والگائی :- مار، وار :- میہر } پہاڑ	گلگت میں ایک پہاڑ کا نام مالوبٹنگ ہے - اس میں مالو کے معنی غالباً پہاڑ کے ہیں -	—
تامل، ملیالم، تولو :- مارم، کناری ، گڈابا :- مارا، تلگو :- مارانو، گونڈی :- ماڑا [illegible] } درخت ، لکڑی	منگولی :- موڈو، قموک ترکی :- مورم، لپائی :- مور } درخت، لکڑی	پنجابی :- موڑھا : لکڑی	—

Marfat.com

دراوڑی	منگولی / ترکی	اردو / پنجابی	ہندی / سنسکرت
تامل ، ملیالم :- کایام تولو :- کایا } تالاب ، گڑھا ، گہرائی ، پانی کا ذخیرہ	منگولی :- کو : پانی ترکی :- کو : پانی کا کنواں = :- سو : پانی تبتی :- چھو : پانی	اردو : کنواں اردو، پنجابی :- کھائی : گڑھا پنجابی :- کھوہ : کنواں کھالہ : پانی کا نالہ چوبا : تالاب سوا : پانی کا نالہ	—
تامل، ملیالم :- کَن : بادشاہ ، حاکم ، بڑا آدمی ، گڈریا ، رکھوالی کرنے والا	ترکی، منگولی :- خان، خاقان اوسٹیاک :- خون } حاکم ، بادشاہ ، آقا	پنجابی :- کاہن : بڑاآدمی، سردار، حاکم	ہندی :- کاہن (شری کرشن کا ایک صفاتی نام)
تامل :- تالائی ملیالم، کناری، تلگو :- تالا کوٹا ، نائیکی :- تال گڈابا :- تالو } سر ، چوٹی ، سرا وغیرہ	منگولی :- تالوگائی کلموک :- تال گو بریات :- تول گائی تنگوسی :- دول ترکی :- تور } سر	اردو :- تالو پنجابی :- تالو : سقف دہن ، سر ، چوٹی	—
تامل، ملیالم :- کارو کناری، تولو :- کاری } کالا ، سیاہ	ترکی :- قرہ ، کارا منگولی :- کارا قدیم ترکی :- کورو جاپانی :- کروئی } کالا ، سیاہ	اردو ، پنجابی :- کالا	سنسکرت :- کارا (مقامی زبانوں سے مستعار شدہ) گجراتی :- کارو ہندی :- کارا } کالا
تامل، ملیالم :- ال تلگو ، تولو :- الو } گھر	منگولی ، تاتاری :- آؤل : گھر	پنجابی :- آلنا : گھونسلہ آلہ : خانہ	—

Marfat.com

دراوڑی	یورال التائی	وادیٔ سندھ کی موجودہ زبانیں	دیگر زبانیں
تامل :- تپائی، کوٹا :- تپ، کناری :- تیپے } ٹیلہ، ابھری ہوئی جگہ، ڈھیر، پہاڑی وغیرہ کناری :- ڈبا : پہاڑی تلگو :- تپہ : پہاڑی، چٹان پارجی، کوئی :- ڈیپہ : ٹیلہ، ڈھیر	ترکی، تاتاری :- تیپ: پہاڑی، چوٹی، ٹیلہ، ڈھیر وغیرہ (جیسے کہ تیپ حصار، تیپ گھوارا) ترکی میں اس لفظ کی ۴ایک صورت 'توپہ' بمعنی ٹیلہ، ڈھیر وغیرہ بھی ہے جیسے کہ علی شیر نوائی نے اپنے کلام میں استعمال کیا ہے : توشتی کوزی بیہ توپہ نرگس ساری	پنجابی :- ٹبہ : ٹیلہ، ڈھیر	—
تامل :- تووی، ملیالم :- تووال، ٹوڈا :- توخی، تولو :- توئی } پرندوں اور جانوروں کے بال اور پر وغیرہ	ترکی :- توئے، تبتی، شرپا :- تاء } بال	باشکلی :- زہو، وسون ویری :- زہو، کلاش :- شو } بال	—

Marfat.com

وادیٔ سندھ پر ترکوں کی پہلی یلغار

معلومہ تاریخ میں سب سے پہلے جس ترک قبیلے نے وادیٔ سندھ پر حملہ کیا وہ 'ساکا' کے نام سے مشہور ہے ۔ یہ وسط ایشیا کے خانہ بدوش اور جنگجو قبائل کا گروہ تھا ۔ دارا گشتاسپ (۵۲۲ تا ۴۸۶ ق م) کے کتبوں میں اس قبیلے کا ذکر آیا ہے ۔ ہیروڈوٹس (۴۸۴ تا ۴۳۰ ق م ؟) نے 'ساکا' قبیلے کا ذکر کرتے ہوئے لکھا ہے کہ :

> ''ساکا قبیلے کے لوگ لباس کے طور پر پاجامہ استعمال کرتے ہیں اور سروں پر سخت قسم کی نوکدار ٹوپیاں پہنتے ہیں ۔ یہ تیر کمان ، خنجر اور تبر سے مسلح ہوتے ہیں۔''

محققین کے نزدیک سیستان (قدیم سیکستان) کا نام انہی 'ساکا' قبائل سے منسوب ہے ۔

یوہ چی ترک قبائل

وادیٔ سندھ میں وارد ہونے والے ترک قبائل میں 'یوہ چی' قبیلہ کو خاص اہمیت حاصل ہے ۔ شروع میں یہ قبیلہ شمالی مغربی چین کے صوبہ 'کانسو' میں آباد تھا ۔ اس قبیلہ کے خد و خال کے بارے میں مذکور ہے کہ :

> ''یہ لوگ لمبے قد و قامت ، زردی مائل رنگت اور لمبی ناک کے حامل تھے ۔''

۱۷۰ ق م میں ایک دوسرے ترکی قبیلے 'ہیونگ نو' نے اس قبیلے پر حملہ کردیا اور انہیں اپنی آبائی سر زمین سے نکال دیا ۔ اب 'یوہ چی' قبیلہ اپنے بے شمار گھوڑوں ، مویشیوں اور بھیڑوں کے لیے نئی چراگاہوں کی تلاش میں چل نکلا ۔ مغرب کی طرف نقل مکانی کرتے ہوئے صحرائے گوبی کی شمالی سرحدوں پر ان کا ایک دوسرے ترکی قبیلہ 'ووسون' سے سامنا ہوا جو کہ 'دریائے اِلی' کے کناروں پر آباد تھا ۔ 'ووسون' قبیلہ نے مدافعت کرنے کی کوشش کی لیکن 'یوہ چی' کا ٹڈی دل انہیں تاخت و تاراج کرتا ہوا آگے 'سیر دریا' کی مرغزار وادیوں کی طرف نکل گیا جو کہ 'ساکا' قبائل کا علاقہ تھا ۔ 'ساکا' قبائل نے اپنے علاقے کو بچانے کی

Marfat.com

کوشش کی لیکن 'یوہ چی' قبیلہ کے سامنے وہ بھی نہ ٹھہر سکے اور مجبوراً اپنی سرسبز چراگاہوں کو حملہ آوروں کے قبضے میں چھوڑ کر وادیٔ سندھ کی طرف آنکلے۔

'یوہ چی' قبائل کو اس نئی سرزمین میں قیام کیے ہوئے بمشکل پندرہ بیس سال ہی گزرے ہوں گے کہ ان کے پرانے دشمن 'ہیونگ نو' قبیلہ نے اپنے حلیف 'ووسون' کی شکست کا انتقام لینے کے لیے ان پر چڑھائی کر دی۔ اب وہ پھر نقل مکانی پر مجبور ہوگئے۔ اس دشت نوردی کے بعد دریائے جیحوں کی وادی میں آٹھہرے اور مقامی قبائل کو شکست دے کر اس علاقے پر قبضہ کر لیا۔ یہاں یہ لوگ دو تین نسلوں تک پر امن زندگی بسر کرتے رہے اور اسی اثناء میں وہ پانچ مختلف قبیلوں میں بٹ گئے۔

ایک چینی مؤرخ 'فان یے' نے 'یوہ چی' قبائل کا ذکر کرتے ہوئے لکھا ہے کہ:

> ''قدیم زمانہ میں 'یوہ چی' قبائل 'ہیونگ نو' سے شکست کھانے کے بعد 'تاہئیا' کی وادی میں جا بسے۔ یہاں یہ ہسی یومی، کوئی شوانگ، شوانگ می، ہسی تون اور تومی نام کے پانچ خود مختار قبیلوں میں بٹ گئے۔ کوئی سو سال بعد کوئی شوانگ (کوشان) قبیلہ کے سردار کیوشیئوکیو (کدفیسس اول) نے باقی چاروں قبیلوں کو زیر کرکے وانگ (آقا) کا لقب اختیار کر لیا۔ پھر اس نے انگانسی (پارتھیا)، (کاوفو: دریائے کابل) (سنسکرت: کُبھا)، پوٹا[1] (باختر) اور کی پن (گندھارا یعنی پشاور کے نواح) کے علاقوں پر حملہ کرکے اپنے زیر نگیں لے آیا اور اسی طرح کشن سلطنت کی داغ بیل ڈال دی۔ کیوشیئوکیو کی وفات کے بعد اس کا لڑکا ین کاؤچن (کدفیسس ثانی) تخت نشین ہوا۔ اس نے تئن چئو (ٹیکسلا کا صوبہ) کا علاقہ فتح کر کے اپنی قلمرو میں شامل کر لیا۔''

۱۔ اس عہد کی کانٹن کی چینی میں پوٹا کا تلفظ پوک تیؤ درج ہے جس سے پختو یعنی پٹھانوں کی سرزمین بھی مراد لی جا سکتی ہے۔

Marfat.com

کیوشیئوکیو کا ترکی نام کو جولا کپسا کدفیسس (اول) تھا ۔ اس نے ۴۰ء میں اپنی فتوحات کا آغاز کیا اور ایران کی شمالی سرحدوں سے لے کر ٹیکسلا تک کا علاقہ اپنے زیرنگیں کرکے کشن حکومت کی بنیادیں رکھ دیں ۔ باختر ، سوگدیانہ اور بخارا کے علاقے بھی اس کی قلمرو میں شامل تھے۔اس کے سکّوں پر اس کے لقب کے طور پر ذیل کی عبارت منقش ہے

یاووگا : (تاتاری :- یابغوز : بڑا بادشاہ یعنی مہاراجا -
ترکی :- اوغوز : سردار)
راجا ادھیراج ۔ سچ دھرم
(شاہوں کا شاہ ۔ سچائی پر قائم)

کندہ ہے ۔ اس کی وفات (۸۵ء)کے بعد اس کے بیٹے ویما کدفیسس ثانی (چینی نام : ین کاؤ چن) نے عنان حکومت سنبھال لی -

کدفیسس ثانی (۸۵ تا ۱۲۰ء)

نوٹ : کشن عہد کے سنین کےبارے میں ماہرین تاریخ کےدرمیان بہت حد تک اختلاف پایا جاتاہے۔ میں نے اس پہلو میں زیادہ تر 'ہندوستان کےاولین عہدکی تاریخ'(The Early History of India) کے مصنف مسڑ ونسنٹ سمتھ (V. A. Smith)کی پیروی کی ہے -

کدفیسس ثانی نے کئی ایک پارتھی اور ہند یونانی حکمرانوں کو شکست دے کر اپنی سلطنت کی حدود کو اور بھی وسیع کر دیا ۔ جنوب مشرق میں بنارس اور شمال میں خوارزم کے صوبہ تک کے علاقے اس کی قلمرو میں شامل تھے۔ برصغیر میں سب سے پہلے اسی حکمران نے سونے کے سکّے جاری کیے جن کے ایک طرف یونانی میں بادشاہوں کا بادشاہ (Basileus Baseleon) کا لقب درج ہے اور دوسری طرف خروشتی میں مندرجہ ذیل تحریر کندہ ہے :

مہاراجا سا ۔ راجا ادھیرا جاسا
(عظیم بادشاہ ۔ بادشاہوں کا بادشاہ یعنی شہنشاہ)
سرب لوگ ایشوراسا (سب لوگوں کا آقا)
مہا ایشوراسا ہیما کدفیسا (عظیم آقا ویما کدفیسس)
ترا داتا (نجات دہندہ)

Marfat.com

مغربی پاکستان کے علاوہ یہ سکّے بھارت کے اترپردیش کے شہروں گورکھپور اور غازی پور سے لے کر مدھیہ پردیش کے شہر جبل پور تک کے علاقوں میں دستیاب ہوئے ہیں ۔

کنشک اعظم (۱۲۰ تا ۱۵۰ء)

کدفیسس ثانی کے بعد مہاراجہ کنشک سریر آرائے سلطنت ہوا ۔ اس عہد کو نہ صرف کشن خاندان بلکہ پاک و ہند کی تاریخ میں ایک سنہری باب کی حیثیت حاصل ہے ۔ اس کی سلطنت کی حدود بھڑانچ (کاٹھیاواڑ) سے لے کر شمال میں بحیرہ یورال تک اور مشرق میں ختن (چینی ترکستان) سے لے کر مغرب میں خراسان تک پھیلی ہوئی تھیں ۔ یہ وہ واحد پاکستانی حمکران تھا جس نے وسط ایشیا کے ایک وسیع خطہ پر حکمرانی کی ۔ پشاور کو اس عظیم سلطنت کے درالحکومت ہونے کا شرف حاصل تھا ۔

وراہ مہرا (Warah Mihira) (۵۰۰ تا ۵۵۰ء) کی شہرۂ آفاق تصنیف 'راج ترنگنی' میں مہاراجہ کنشک اور اس کے جانشینوں کو ترشک(ترک کا قدیم تلفظ)خاندان کے نام سے یاد کیاگیا ہے۔ اس کے لباس اور خد و خال کے بارے میں جو صراحتیں موجود ہیں اس سے بھی اس کے ترکی نسل ہونے کا ثبوت ملتا ہے ۔ اس کے سکّوں پر اس کا لقب ترکی زبان میں 'شاؤ نانو شاؤ کا نشکی کو شانو' (شہنشاہ کنشک کشن) درج ہے ۔ یہ ایک بہادر جرنیل ، عظیم فاتح ، مدبر حکمران اور علم و فن کا دلدادہ تھا ۔ اس کے دربار میں دانشوروں اور عالموں کو ہمیشہ قدر و منزلت کی نظر سے دیکھا جاتا تھا ۔ اس کے درباریوں میں بدھ بھکشو اشوا گھوش کو ایک خاص مقام حاصل تھا ۔ یہ ایک اعلیٰ پایہ کا شاعر، موسیقار اور عالم تھا نیز مذہبی مسائل سے بھی بخوبی آگاہ تھا ۔ 'بدھ چرت' اور'سوترا لنکار'اس کی مشہور تصنیفات میں سے ہیں ۔ علاوہ ازیں فلاسفر اور سائنس دان ناگا ارجن ، مشہور وید چرک ، واسو مترا ، اور یونانی انجنیر ایجسیلاس (Agesilaus) اس کے دربار کی اہم شخصیتیں تھیں ۔

مہاراجہ کنشک کے عہد کو ثقافتی ، مذہبی اور لسانی لحاظ سے

Marfat.com

ایک خاص مقام حاصل ہے - یہ عہد مختلف تہذیبوں کے سنگم کی حیثیت رکھتا ہے - اس دور میں یونانی ، رومی ، ایرانی ، ترکی اور وادیٔ سندھ کی تہذیبوں کے میل جول نے فنون لطیفہ میں گندھارا آرٹ کو جنم دیا جو کہ ان تمام تہذیبوں کی اعلیٰ صلاحیتوں کا آئینہ دار ہے - اسی عہد میں بدھ مت ہمالیہ کی دیواریں پھاند کر وسط ایشیا میں چھا گیا -

کشن عہد کے آخری ایام

کنشک کی وفات کے بعد کشن خاندان کے کئی ایک حکمران یکے بعد دیگرے تخت نشین ہوئے لیکن وہ کنشک کی طرح اس وسیع سلطنت پر اپنا تسلط قائم نہ رکھ سکے - چینی مؤرخوں کے بیانات کے مطابق تیسری صدی عیسوی میں کشن سلطنت کی حدود سمٹ کر باختر ، افغانستان ، گندھارا اور شمالی پنجاب کے علاقوں تک محدود رہ گئی تھیں- اس دور میں ایران کے ساسانی خاندان کے اولین حکمرانوں اردشیر بابکان (۲۲۴ تا ۲۴۱ء) اور شاہ پور اول (۲۴۱ تا ۲۷۲ء) نے کشن حکمرانوں کو شکستیں دے کر باختر کے صوبہ پر قبضہ کر لیا -

چوتھی صدی کا دوسرا نصف حصہ کشن عہد کی حیات نو کا دور کہلاتا ہے جب کہ اس خاندان کے 'کدارا' (چینی : کی تولو) نام کے حکمران نے ساسانیوں کو شکست دے کر باختر کا صوبہ واپس لے لیا - اس طرح اپنی قلمرو کو کدفیسس اول کے عہد کی سلطنت کی حدود تک وسیع کر لیا - لیکن یہ نئی زندگی دیر پا ثابت نہ ہوئی کیونکہ اسی دور میں سفید ہن قبائل نے شمال سے یلغار کرکے کشن سلطنت کا خاتمہ کر دیا -

کشن عہد کا لسانی ورثہ

کشن خاندان کے پانچ سو سالہ دور حکومت نے پنجاب ، افغانستان اور وسط ایشیا میں جو تہذیبی ، ثقافتی اور لسانی اثرات چھوڑے ان کا پوری طرح احاطہ کرنا مشکل ہے کیونکہ اس سلسلہ میں کئی پہلو ابھی تک تشنۂ تحقیق ہیں - اس عہد کے دو مختلف چہرے ہمارے سامنے ہیں - اول تو یہ کہ کشن قبیلہ ترکی اصل سے تعلق رکھتا تھا - وادیٔ سندھ میں ان کے ورود سے یہاں کے تہذیب و تمدن میں ایک نیا رنگ شامل ہوگیا -

Marfat.com

ساتھ ہی اس عہد کے لسانی اثرات کو بھی نظر انداز نہیں کیا جا سکتا گو فی الحال اس کے مطالعہ کے لیے ضروری مواد فراہم نہیں ۔

اس تصویر کا دوسرا رخ وہ ہے جب کہ پاکستان میں آنے کے بعد کشن قبیلہ مقامی تہذیب و تمدن اور مذہب و زبان اختیار کر لیتا ہے اور پھر وسط ایشیا میں پاکستانی سلطنت کی بنیادیں استوار کر دیتا ہے۔ اس تصویر کے دوسرے رخ کا جائزہ لینے سے پہلے اس کے اولین پہلو پر سرسری سی نظر ڈال لینا ضروری ہوگا ۔

نقش باغستان

وسط ایشیا کی قدیم ترکی زبانوں کے مطالعہ کے سلسلہ میں ایران کے شمال مغربی علاقہ (قدیم مدائن) میں واقع باغستان یابیہستون کے کھنڈرات سے دستیاب ہونے والی لوحیں خاص اہمیت رکھتی ہیں ۔ یہ الواح دارا گشتاسپ (۵۲۲ تا ۴۸۶ ق م) کے عہد سے تعلق رکھتی ہیں ۔ ان پر قدیم فارسی ، بابلی اور ساکا (قدیم ترکی) زبانوں میں داراگشتاسپ کی فتوحات کا حال درج ہے ۔ یاد رہے کہ اس عہد میں ہخامنشی سلطنت کی حدود وسط ایشیا میں سیر دریا کے کناروں تک پھیلی ہوئی تھیں ۔ اس میں ترکی قبائل کے علاقے ساکا ، سغدائی ، خراسان اور باختر شامل تھے ۔ اس دور میں اس علاقے کو توران کے نام سے پکارا جاتا تھا اور یہاں کی زبان تورانی کہلاتی تھی ۔

ان کتبوں میں جو ساکا زبان کا نمونہ مہیا ہے اس سے نہ صرف وسط ایشیا کے ترکی قبائل کی قدیم زبان کا مطالعہ کرنے میں مدد ملتی ہے بلکہ ساتھ ہی ان زبانوں کے دراوڑی گروہ سے گہری مطابقت کا ثبوت بھی فراہم ہوتا ہے ۔

بشپ کاڈویل نے بیہستون کی اس تحریر اور دراوڑی زبانوں میں نو مختلف پہلوؤں میں باہمی اشتراک کے بارے میں بحث کی ہے ۔ یہاں ہم مختصر طور پر صرف ایک دو مثالوں کا ذکر کریں گے :

اول : بیہستون کی ترکی تحریر اور دراوڑی زبانوں میں لثوی آوازیں مثلاً ٹ ، ڈ اور لثوی نون مشترکہ طور پر مروج ہیں ۔

Marfat.com

دوم : اضافی علامت کے طور پر دونوں زبانوں میں 'نا' کا لاحقہ مستعمل ہے مثلاً :

براہوئی : نن (ہم) - ننا (ہمارا) -

کناری : نانو (میں) - نانا (میرا) -

اسی طرح ساکاہو (میں) - ہونینا (میرا) - اس میں 'نا' کی اضافی علامت دہری صورت میں مستعمل ہوئی ہے -

سوم : دونوں زبانوں میں مفعولی حالت کے لیے 'ک' کی علامت مشترک طور پر مستعمل ہے جیسے کہ :

ساکا : 'نی اکا' یا 'نی اکی' (تجھ کو) - نی بمعنی تو -

ملیالم: نیناکو -

تلگو : نی کو - تولو : نی ک (تجھ کو) نی بمعنی تو -

چہارم : دونوں زبانوں میں صیغہ واحد حاضر کی صورت ایک ہی ہے جیسے کہ اوپر کی مثال سے واضح ہے -

پنجم : گرامر کے لحاظ سے دونوں زبانیں تالیفی گروہ سے تعلق رکھتی ہیں -

اگرچہ ان مثالوں سے دراوڑی اور ترکی زبانوں میں گہرے لسانی رشتے کے دعوے کو مزید تقویت ملتی ہے لیکن ان کی روشنی میں یہ کہنا نہایت مشکل ہے کہ آیا پنجابی زبان کی پوٹھوہاری اور ملتانی بولیوں میں اضافی علامتیں 'نا' اور 'نڈا' اور مفعولی علامتیں 'ک' اور 'کو' ترکی زبانوں کی باقیات میں سے ہیں یا دراوڑی زبانوں کا ورثہ ہیں - بہرحال برصغیر میں ان علامتوں کے عمومی استعمال سے یہی ثابت ہوتا ہے کہ یہ ہڑپائی تہذیب کے عہد کی دراوڑی زبانوں ہی سے ورثہ میں ملی ہیں - جہاں تک قدیم ترکی زبانوں کے اثرات کا تعلق ہے اس کے لیے فی الحال مزید مطالعہ کی ضرورت ہے -

پاکستان کی افواج قاہرہ ترکستان میں

کدفیسس ثانی کے عہد میں مشہور چینی سپہ سالار پان چاؤ نے ۷۳ سے لے کر ۱۰۲ء تک تیس سال تک فتوحات کا ایک سلسلہ شروع کر دیا - وہ ختن کو روندتا اور کشن سلطنت کی شمالی سرحدوں کو

Marfat.com

چھوتا ہوا بحیرہ اسود تک کے علاقے کو اپنے زیر نگیں لے آیا اور اس طرح رومتہ الکبریٰ کی حدود تک جا پہنچا ۔

کدفیسس ثانی کو اپنی بعض شمالی بستیوں پر چینی افواج کا قبضہ بہت ناگوار گزرا اور اس نے فوراً پان چاؤ کو ان سرگرمیوں سے باز رہنے کے لیے پیغام بھیجا نیز مطالبہ کیا کہ بطور تاوان چینی شہزادی اس کے عقد میں دے دی جائے ۔ پان چاؤ نے اس توہین کو برداشت نہ کیا اور اس ایلچی کو گرفتار کرکے واپس بھیج دیا ۔ کدفیسس نے اس ہتک کا انتقام لینے کے لیے ۹۰ء میں اپنے سپہ سالار سی (Si) کے زیر کمان ستر ہزار سواروں پر مشتمل ایک جرار لشکر پاکستان سے پامیر کے راستے ختن پر چڑھائی کے لیے روانہ کیا ۔ راستے کی گوناگوں صعوبتیں برداشت کرتا ہوا یہ لشکر ابھی راستے ہی میں تھا کہ کاشغر یا یارقند کے مقام پر تازہ دم دشمن نے اس پر حملہ کر دیا ۔ نتیجہ ظاہر ہے ۔ پاکستانی فوج کا ایک بڑا حصہ شکست کھانے کے بعد وہیں پر مقیم ہوگیا ۔ یاد رہے کہ یہ وہی علاقہ ہے جہاں کہ مشہور جرمن ماہر اثریات سرارل سٹائن کو ۱۹۰۰ء میں کھدائیوں کے دوران پاکستانی آبادیوں کے آثار دستیاب ہوئے ۔

مہاراجہ کنشک نے ۱۲۵ تا ۱۳۰ء کے عرصے میں کاشغر ، یارقند اور ختن کے علاقے فتح کر کے دوبارہ اپنی سلطنت میں شامل کر لیے ۔ بعض چینی مؤرخ اس سے متفق نہیں ہیں ۔ چینی تواریخ میں مذکور ہے کہ پان چاؤ کی وفات (۱۲۴ء) کے بعد وسط ایشیا میں طوائف الملوکی پھیل گئی اور مفتوحہ علاقے مرکزی حکومت سے کٹ گئے ۔ ۱۵۲ء میں ختن میں ایک مقامی انقلاب آیا جس میں کہ ختن کے چینی گورنر وانگ کنگ (Wangking) کو قتل کر دیا گیا اور ملک کا پاکستان کی کشن حکومت سے الحاق کر دیا گیا ۔ اگر یہ بیان صحیح تسلیم کر لیا جائے تو اس انقلاب کی تہ میں پاکستانی نو آباد کاروں کا ہاتھ کارفرما نظر آتا ہے ۔

وسط ایشیا میں پاکستانی نوآبادیاں

وسط ایشیا میں پاکستانی حکومت کے استحکام کے بعد اس تمام

Marfat.com

لاقے میں حفاظتی چوکیاں قائم کردی گئیں جہاں پاکستانی محافظ
تے ہر وقت موجود رہتے تھے - آثارات سے پاکستانی طرز کے مندروں
برآمدگی اس امر کی شاہد ہے کہ یہاں بدھ مت کے پاکستانی مبلغوں
ایک بڑی تعداد آباد تھی - اس کے بعد پاکستانی تاجر ، صنعت‌کار
ور دوسرے عہدہ دار بھی ضرور آباد ہوں گے - غرضیکہ یہ آبادیاں
کستانی ، یونانی اور مقامی ترکی باشندوں سے آباد تھیں - ان کی باہمی
یزش سے یہاں ایک نئی تہذیب جنم لے رہی تھی - ان تہذیبی اور
ذہبی تحریکوں کے جلو میں لسانی تبدیلیاں بھی پیش پیش تھیں -
ہاں ایک طرف وادیٔ سندھ وسط ایشیا کے ترکی قبائل کی آماجگاہ
ن چکا تھا وہاں وسط ایشیا میں وادیٔ سندھ کے نو آباد کاروں نے بھی
اکر ڈیرے ڈال دیے تھے - ان کے ساتھ ساتھ یونانی آباد کار بھی
پنے مخصوص تہذیبی اور ثقافتی ورثے کے ساتھ موجود تھے - مختلف
بانیں ایک دوسری کے ساتھ گھل مل رہی تھیں اور ان کے ملاپ سے
قامی زبانوں میں اہم تبدیلیاں رونما ہورہی تھیں - چینی ترکستان کے
کھنڈرات سے دستیاب ہونے والے کتبے جنہیں مغربی ماہرین لسانیات نے
توخاری زبان کا نام دیا ہے غالباً اسی عہد کی یادگار ہیں - ان کتبوں
کے بارے میں کہا جاتا ہے کہ یہ آج سے قریباً ہزار بارہ سو سال پہلے
لکھے گئے اور ان کی زبان وادیٔ سندھ کی قدیم زبان سے مشابہ ہے -

روفیسر چارلٹن لائیرڈ (Charlton Laird) رقمطراز ہے کہ :

> ”ایک وقت میں توخاری زبان تمام صحرائے گوبی میں
> بولی جاتی تھی لیکن تباہ شدہ بستیوں کے مکینوں کے ساتھ
> یہ بھی ختم ہوگئی -“

گے چل کر وہ اپنا خیال ظاہر کرتا ہے کہ :

> ”غالباً توخاری باشندے ہندو قوم سے تعلق رکھتے تھے جو
> نقل مکانی کرکے یہاں آباد ہوگئے -“

(The Miracle of Language)

یہاں مشہور جرمن ماہر اثریات سر ارل سٹائن کی ۱۹۰۱ء کی
ی ترکستان خاص کر ختن کے علاقے میں کھدائیوں کے دوران

Marfat.com

وادیٔ سندھ کے نوآبادکاروں کے آثار دستیاب ہونے کا ذکر خالی
دلچسپی نہ ہوگا ۔ ان کھدائیوں کے دوران علاوہ دیگر اشیاء
سنسکرت ، براہمی ، خروشتی ، یونانی اور چینی رسم‌الخط میں مذہ
نوعیت کے کتبے بھی دستیاب ہوئے ہیں جن کے بارے میں باور ک
جاتا ہے کہ یہ عیسوی عہد کے پہلے تین یا چار سو سال کے زمانے
تعلق رکھتے ہیں ۔

حال ہی میں روس کے آثار قدیمہ کے شعبہ کی طرف سے اعلان کیا گی
ہے کہ موجودہ کھدائیوں کے دوران چینی ترکستان کے شہر سمرقن
کے نواح میں کشن عہد کے قلعے اور بستی کے آثار دستیاب ہوئے ہیں ۔ اس
بارے میں مزید تفصیلات کا ابھی انتظار ہے ۔

(امروز ، لاہور ، ۹ ستمبر ۱۹۶۲ء)

وسط ایشیا کی پاکستانی نو آبادیوں کا خاتمہ

جیسا کہ اوپر ذکر کیا جا چکا ہے پانچویں صدی عیسوی میں سفید
قبائل کی یلغار کے ساتھ ہی وسط ایشیا میں پاکستان کی پانچ سو سال
شاندار حکومت کا خاتمہ ہوگیا ۔ ایسا معلوم دیتا ہے کہ ان وحشی قبائل
نے صرف فتوحات ہی پر اکتفا نہیں کیا بلکہ مفتوحہ علاقوں میں تباہی
و بربادی کا بازار گرم کردیا ۔ رستی بستی آبادیوں کو تاخت و تاراج
کرکے زمین بوس کردیا اور ہر مرد و زن کو تلوار کے گھاٹ اتار
دیا ۔ پاکستانی نو آبادکاروں نے ان مقابلوں کی تاب نہ لاتے ہوئے
بستیوں کو خیرباد کہہ دیا اور خانہ بدوشانہ زندگی اختیار کرلی ۔

گو یہ پاکستانی بستیاں خود زیادہ دیر تک قائم نہ رہ سکیں لیکن
ان کے اثرات نہایت دیرپا ثابت ہوئے ۔ اول تو گندھارا فن اس مرکز سے
اٹھا اور چین ، جاپان ، کوریا اور منچوریا تک کے علاقوں میں پھیل گیا
اور نئی سرزمینوں میں خوب پھلا پھولا ۔ موجودہ چینی اور جاپانی فن
مصوری اور فن سنگ تراشی کو اسی قدیم گندھارا فن کا مرہون منت
تسلیم کیا جاتا ہے ۔ دوم بدھ مذہب کی تبلیغ ، غالباً جنوب مشرق اور
وسطی ایشیا میں بدھ کی اشاعت وادیٔ سندھ کی ان نو آبادیوں کے بدھ

Marfat.com

بھکشوؤں کی تبلیغی سرگرمیوں کا نتیجہ ہے ۔ اس عہد میں بدھ مت کی تعلیم کے لیے زیادہ تر براہمی اور خروشتی رسم الخط استعمال کیا گیا ہے جس کی زبان اکثر حالات میں پراکرت اور بعض اوقات سنسکرت ہے ۔ نتیجتہً بدھ مذہب کے ساتھ ساتھ وادیٔ سندھ کی اس وقت کی مروجہ زبان کے کتنے ہی الفاظ مقامی زبانوں میں سرایت کرگئے ۔

ڈاکٹر صابر صاحب نے اس بارے میں تفصیلی طور پر بحث کرنے کے بعد نتیجہ نکالا ہے کہ :

> ''بدھ ازم کو قبول کرنے کے بعد ترکی (اور منگولی) زبان پر سنسکرت زبان کا بہت کافی اثر ہوا ۔ یہی نہیں بلکہ بعض علاقوں میں ترکی زبان کو سنسکرت رسم الخط میں لکھا جانے لگا ۔ حروف تہجی اور ہندسوں کی شکلیں تقریباً بالکل ایسی تھیں جیسے آج بھی بھارت کے بعض علاقوں میں رائج ہیں ۔''
>
> ''اس رسم‌الخط کو ترک برہمنی بازی کہتے تھے ۔ اس رسم‌الخط میں بہت سے کتبے برلن کے کتب خانے میں آج بھی موجود ہیں ۔ بدھ ازم کا اثر ترکوں پر پانچ سو سال تک رہا۔''
>
> (اردو میں ترکی و منگولی الفاظ ،
> اردو نامہ ، کراچی ، شمارہ ۱۳ ، ۱۹۶۳ ء)

روس کے ماہرین لسانیات کی جماعت نے ۱۹۶۲ ء میں روس کی مختلف زبانوں کا جائزہ لینے کے بعد اپنی رپورٹ میں اس حقیقت کا انکشاف کیا ہے کہ :

> ''فی زمانہ بھی چینی ترکستان کے بعض علاقوں میں ایسے قبائل آباد ہیں جو وادیٔ سندھ کی موجودہ زبانوں سے ملتی جلتی زبان استعمال کرتے ہیں ۔''

روس کے ایک مشہور ماہر شرقیات مسٹر جوسف اورانسکی (Josif Oransky) نے وسط ایشیا میں آباد چند ایسے قبائل کا سراغ لگایا ہے جو آج بھی ایسی زبان استعمال کرتے ہیں جن کا پنجاب کی مختلف بولیوں سے گہرا رشتہ موجود ہے ۔

Marfat.com

انہوں نے وسیع تحقیقات کے بعد دعویٰ کیا ہے کہ تاجکستان کی وادی گِسار (Gissar) میں قریباً ایک ہزار افراد پر مشتمل ایک ایسا قبیلہ آباد ہے جس کے افراد آپس میں بات چیت کے دوران مغربی پاکستان میں مروجہ پنجابی اور لہندا زبانوں سے مشابہ زبان استعمال کرتے ہیں ۔ اس زبان کا نام پریاہ (Paria) بیان کیا جاتا ہے ۔ اس زبان کی کوئی تحریر موجود نہیں ۔

اسی طرح انہوں نے تاشقند اور فرغانہ کے نواح میں آباد ایسے قبائل کا ذکر کیا ہے جو کہ مغربی پاکستان سے تعلق رکھنے والی زبان کے حامل ہیں ۔ لیکن یہ زبان پریاہ سے کچھ مختلف ہے ۔

فاضل محقق نے مذکورہ بالا شواہد کی روشنی میں تحریر کیا ہے کہ :

> ”ظاہر ہے کہ یہ قبائل کسی گئے گزرے زمانے میں برصغیر پاک و ہند سے نقل مکانی کر کے وسط ایشیا میں آباد ہوگئے ۔“

روزنامہ اسٹیٹسمین (دہلی) کی ایک خبر ۲۱ اکتوبر ۱۹٦۳ء کی رو سے جنوری ۱۹٦۴ء میں دہلی کے مقام پر منعقد ہونے والے ماہرین شرقیات کے چھبیسویں بین الاقوامی اجلاس میں مسٹر اورانسکی نے اپنی ان تحقیقات کے بارے میں ایک مدلل مقالہ پیش کیا ۔

وادیٔ سندھ کے مہاجر آرمینیا میں

اب ہم چینی ترکستان کو خیر باد کہہ کر مغرب کی طرف رخ کرتے ہیں ۔ یہاں چوتھی صدی عیسوی میں آرمینیا کے علاقے میں وادیٔ سندھ کے باشندوں کی ایک بستی کا تذکرہ ملتا ہے (یاد رہے کہ یہ وہی زمانہ ہے جب کہ مغربی ایشیا میں آباد پاکستانی نو آبادیاں اجڑتی ہوئی نظر آتی ہیں) ۔ شامی نسل کے عیسائی مبلغ بشپ زینوبیوس (Zenobuis) نے جو چوتھی صدی عیسوی کے زمانے سے تعلق رکھتا ہے اپنی ذاتی یادداشتوں میں اس بستی کے بارے میں ذکر کیا ہے کہ :

Marfat.com

"یہ لوگ عجیب شکل و صورت کے مالک ہیں - یہ رنگ کے کالے ہیں اور سر پر لمبے لمبے بال رکھتے ہیں - دیکھنے میں بڑے بدنما نظر آتے ہیں - یہ جن بتوں کی پوجا کرتے ہیں اس کی کہانی اس طرح ہے - ڈیمٹر[1] (Demeter) (غالباً دمودر : ایک ہندو دیوتا کا نام) اور کیسانے (Keisaney) (غالباً کشن یعنی شری کرشن) دو بھائی تھے - دونوں ہندو شہزادے تھے - وہاں کے بادشاہ دینسک (Dinasky) (غالباً راجہ کنس کے نام کی مسخ شدہ صورت) کو پتہ چلا کہ یہ دونوں بھائی اس کے خلاف سازش کر رہے ہیں - اس نے ان کے خلاف فوج کشی کی اور حکم دیا کہ یا تو انہیں تہ تیغ کر دیا جائے یا ہمیشہ کے لیے جلا وطن - یہ شہزادے بمشکل تمام جان بچاکر بھاگے اور بادشاہ والرساکیز (Valarsaces) کی سلطنت میں پناہ لی - اس بادشاہ نے تاران (Taron) (غالباً توران) کے علاقے کی حکومت ان شہزادوں کو عطا کر دی - یہاں ان نو آبادکاروں نے ایک نئے شہر کی بنیاد رکھی جس کا نام وشپ (Vishap) بمعنی اژدہا رکھا - آباد ہونے کے پندرہ سال بعد بادشاہ نے کسی بات پر ناراض ہوکر دونوں شہزادوں کو قتل کرا دیا لیکن اس علاقے کی حکومت دونوں بھائیوں کے تین لڑکوں کور (Kaurl)، میگھتی (Meghti) اور ہری آن (Harian) کے سپرد ہی رہنے دی - کچھ عرصے بعد تینوں بھائی نقل مکانی کرکے کارکی (Karki) نامی پہاڑی پر آباد ہوگئے - یہ مقام نہایت ہی سرسبز اور شاداب تھا - یہاں تمام ضروریات زندگی

---

۱ - اگر ڈیمٹر کو یونانی ڈیمٹرئس (Demetrius) ہی کی ایک صورت مان لی جائے تو بھی یہ بعید ازقیاس نہیں کیونکہ وادیٔ سندھ اور اس کی وسط ایشیا کی نوآبادیوں میں یونانی اثرات ایک مسلمہ امر کی حیثیت رکھتے ہیں - اس سلسلے میں مزید وضاحت کے لیے مصنف کا مضمون 'وادیٔ سندھ میں یونانی تہذیب کے اثرات' امروز ۱۰ فروری ۱۹۶۳ء اور 'وادیٔ سندھ کی زبان پر یونانی اثرات' ملاحظہ ہوں -

Marfat.com

باافراط میسر تھیں اور آب و ہوا بھی نہایت خوشگوار تھی ۔ یہاں آباد ہونے کے بعد انھوں نے اُس جگہ مندر تعمیر کیے جن میں کیسا نے اور دیمتر کے بت تراش کر رکھے ۔ ان مندروں پر اپنی ہی قوم کے محافظ مقرر کیے ۔ کیسانے کے سر کے بال لمبے تھے اس بناء پر اس کے پجاری بھی لمبے لمبے بال رکھتے تھے۔ کچھ عرصے بعد حکومت نے ان کے لیے لمبے بال رکھنے کی ممانعت کر دی ۔ جب ان لوگوں کو عیسائی بنا لیا گیا تو اس نئے مذہب میں ان کا ایمان پختہ نہیں تھا ۔ لیکن ساتھ ہی یہ اپنے آبائی کافرانہ مذہب کی پیروی کھلے بندوں بھی نہیں کر سکتے تھے ۔ پھر بھی یہ اپنے بت پرست بزرگوں کی نشانی کے طور پر اپنے بچوں کے سروں پر بالوں کے گچھے (چوٹی) رکھتے تھے ۔

آخر کار قریبا ۳۰۰ء کے لگ بھگ جولائی میں اس قوم کو عیسائیوں نے میدان جنگ میں شکست فاش دے کر ان کی قوت کو ہمیشہ کے لیے ختم کر دیا ۔ ان بت پرستوں نے کل (۶۹۴۶) جنگ جو مرد میدان جنگ میں بھیجے جن میں سے ایک ہزار چھتیس مرد اور ان کا سپہ سالار ارزن (Arzan) (غالباً ارجن) وہیں کھیت رہے ۔"

کیا بشپ زینوبیوس نے مہابھارت کے واقعات کی مسخ شدہ کہانی بیان کی ہے یا حقیقت میں چینی ترکستان سے بھاگے ہوئے وادیٔ سندھ کے نوآبادکاروں کے چشم دید حالات یا پھر عینی گواہوں کی شہادتوں کی ترجمانی کی ہے ۔ جس طرز سے یہ واقعات بیان کیے گئے ہیں ہمیں ان سے کسی حدتک سچائی کی بو آتی ہے ۔ بعض محققین نے زینوبیوس کے والر ساکیز کو پارتھی نسل کے مشہور سپہ سالار واغر شاگ (Wagharashag) سے مطابقت دینے کی کوشش کی ہے ۔ لیکن جارج رالنس (George Rawlinson) کے بیان کے مطابق واغر شاگ کا عہد حکومت قریباً ۱۵۱ تا ۱۲۸ ق م کے زمانے سے تعلق رکھتا ہے ۔ اس نے شامی حکومت کا جوأ سر سے اتار پھینکنے کے بعد جنوب مغربی ایشیا میں ایک عظیم سلطنت

Marfat.com

بنیاد ڈالی جو کاکیشیا سے نسیبی (Nisibi) اوربحیرہ کیسپین سے لے کر بحیرہ قازم تک پھیلی ہوئی تھی -

ڈاکٹر محی الدین زور قادری صاحب بھی ناموں کی اس مشابہت سے دھوکا کھا گئے ہیں - وہ اپنے ایک مضمون 'اردو کے آرمینی شاعر' (مجلہ مشرب ، مقالات نمبر کراچی) میں غالباً اسی واقعے کی طرف اشارہ کرتے ہوئے تحریر فرماتے ہیں کہ :

> ''کہا جاتا ہے کہ مسیح سے ۱۵۰ سال قبل قنوج کے دو راجپوت راج کمار ہندوستان سے نکل کر آرمینیا میں پناہ گزیں ہوئے تھے اور وہاں کے حکمران نے ان کو علٰحدہ آبادیاں اور مندر بنانے کی اجازت بھی دی تھی -''

معلوم نہیں کہ ڈاکٹر زور صاحب کی معلومات کا سرچشمہ کیا ہے - ویسے زینوبیوس کے بیان کے مطابق یہ واقعہ چوتھی صدی عیسوی کے زمانے ہی سے تعلق رکھتا ہوا معلوم دیتا ہے کیونکہ قبل از مسیح عہد میں عیسائیوں کے ساتھ جنگ کا سوال ہی پیدا نہیں ہوتا -

تلک - غزنوی لشکر کا ہندو سپہ سالار

غرضیکہ بشپ زینوبیوس کے زمانے (چوتھی صدی سے لے کر عہد غزنوی) ۹۹۸ء تا ۱۰۳۰ء تک بلکہ امیر تیمور (چودھویں صدی عیسوی کے اواخر) کے زمانے تک وادیٔ سندھ کے باشندے مختلف صورتوں میں وسطی اور مغربی ایشیا کی سیاسی بساط پر سرگرم عمل نظر آتے ہیں - یہ ایک طویل داستان ہے جسے ہم کسی دوسرے موقع کے لیے اٹھا رکھتے ہیں - یہاں مختصراً یہ بیان کر دینا کافی ہوگا کہ جہاں وادیٔ سندھ میں غزنوی افواج کی کمان ترک سپہ سالاروں کے ہاتھ میں تھی وہاں وسط ایشیا میں خراسان وغیرہ کے علاقے میں جو فوجیں نبرد آزما تھیں ان کا بڑا حصہ وادیٔ سندھ کے ہندو باشندوں پر مشتمل تھا اور ان کی کمان تلک نامی ہندو سپہ سالار کے ہاتھ میں تھی- اس کے علاوہ گوبند اور ناتھ دو دوسرے غزنوی سالار بھی ہندو تھے - جب مسعود کے زمانہ (۱۰۳۱ تا ۱۰۴۰ء) میں پنجاب کے گورنر احمدنیالتگین نے بغاوت کر دی تو اس کی سرکوبی کے لیے جو لشکر روانہ کیا گیا اس کی کمان تلک کے ہاتھ میں تھی -

ہندو جاٹ مغربی ایشیا میں

مغربی ایشیا میں چودھویں صدی عیسوی کے اواخر میں تیموری فوج کو بھی ہندو جاٹ قبائل سے واسطہ پڑتا ہے - اس کے بارے میں علی یزدی نے اپنی تصنیف 'ظفرنامہ' میں جو کہ امیر تیمور کے حالات پر مشتمل ہے ایک واقعہ کا ذکر کیا ہے :

''جب امیر تیمور دریائے جیحوں کے علاقے میں فتوحات میں مصروف تھا تو جاٹ قبائل نے اس کے پیچھے سے حملہ کر دیا - امیر تیمور نے واپس پھر کر اس لشکر کو شکست دی - یہاں سے وہ کش کے علاقے کی طرف بڑھا - جاٹ قبائل اپنے داروغہ کی معیت میں اس یلغار کے سامنے نہ ٹھہر سکے اور راہ فرار اختیار کرلی -''

آج بھی وسط ایشیا کی کرگیز قوم کے ایک قبیلے کا نام جاٹک کرگیز ہے - یہ قبیلہ غالباً اپنے بدیشی الاصل ہونے کی بناء پر دوسرے قبائل میں عزت کی نگاہ سے نہیں دیکھا جاتا -

وسط ایشیا میں پاکستانی عہد کے لسانی اثرات

اس پہلو میں ہم پھر ڈاکٹر صابر صاحب کے محققانہ مضمون کی طرف رجوع کرتے ہیں - آپ نے کشن عہد میں ترکوں کے مذہبی نظریات پر بدھ مت کے اثرات اور سنسکرت رسم الخط کی ترویج کا ذکر کرنے کے بعد قدیم ترکی تحریروں اور ترکی وتاتاری زبانوں کی لغات سے منتخب شدہ ذیل کے سنسکرت الاصل الفاظ کی نشان دہی کی ہے :

ترکی و تاتاری الفاظ	سنسکرت کے مترادف الفاظ
اچاری (معلم)	اچاریہ
اکشر (حرف)	اکشرا
باراناس (شہر بنارس)	ورناسی
چکر (پہیہ)	چکر
درم (مذہب)	دھرم
کانگ (دریائے گنگا)	گنگا
مدر (میٹھا)	مدھو

Marfat.com

ترکی و تاتاری الفاظ	سنسکرت کے مترادف الفاظ
نامو (تعریف)	نمس
نربان (نجات)	نروان
نوم (قانون)	نیئم
راکش (شیطان)	راکشس
شلوک (شعر)	شلوک
سادو (درویش)	سادھو
شازان (نظام)	شاسن
بالا (بچہ)	بالک
بخشی (تقسیم کنندہ)	بھکشو

ترک قبائل کے ورود کا دوسرا دور

جہاں تک وادیٔ سندھ میں ترک قبائل کی آمد کا تعلق ہے اس کہانی کا پہلا باب یوہ چی قبائل کے ورود (پہلی صدی عیسوی) سے شروع ہوکر عہد غزنوی سے کچھ عرصہ قبل گندھارا کے علاقے میں ترکی شاہی خاندان کی حکومت کے خاتمے پر جاکر ختم ہوتا ہے - دوسرا باب ترکان یاغمہ کے سپہ سالار امیر سبکتگین کے حملے سے شروع ہوتا ہے اور ایبک قلیج (خلجی) اور تغلق خاندان سے ہوتا ہوا تیموری خاندان پر جاکر اختتام پذیر ہوتا ہے - غرضیکہ ترکان احرار کے ساتھ تعلقات کی جو داستان پہلی صدی عیسوی سے شروع ہوئی تھی وہ عہد ظفر کے خاتمے پر ۱۸۵۷ء میں ختم ہوتی ہے - دوہزار سال کی اس طویل مدت میں جہاں ایک طرف وادیٔ سندھ کی زبان نے ترکی اور تاتاری زبانوں کو مختلف طور پر متأثر کیا - اسی طرح بلکہ اس سے کچھ زیادہ ہی تاتار اور ترک قبائل کی زبانوں نے وادیٔ سندھ کے لسانی ڈھانچے کو متأثر کیا ہے - مختلف ادوار میں مختلف تاتار اور ترک قبائل کی زبانوں نے وادیٔ سندھ میں جو اثرات چھوڑے ہیں ان کی جستجو اہل علم حضرات کو نئی وادیوں کی تلاش کی دعوت دے رہی ہے -

ترک قبائل کا دوسرا دور اور اس کے لسانی اثرات

عہد غزنوی کے ساتھ وادیٔ سندھ میں ترک قبائل کی آمد کا دوسرا دور شروع ہوتا ہے - اس دور میں کتنے ہی مہم باز ترک سپہ سالار اپنے

Marfat.com

جلو میں منچلے جنگجو سپاہیوں کے لشکر لیے قسمت آزمائی کے لئے برصغیر پاک و ہند میں وارد ہوتے ہیں اور یہاں نئی نئی سلطنتوں کی بنیادیں ڈال دیتے ہیں - دوسری طرف ان کے ساتھ ساتھ خرقہ پوش اور بوریہ نشین فقیر سفر و حضر کی صعوبتیں برداشت کرتے اس نئی سرزمین میں داخل ہوتے ہیں اور آن واحد میں ظلمت کدۂ ہند کے گوشے گوشے میں توحید کی شمعیں روشن کر دیتے ہیں - سوداگر زادے مال و اسباب سے لدے ہوئے قافلے لے کر آتے ہیں لیکن یہاں کی سرزمین کی دلکشی انہیں واپس نہیں جانے دیتی اور آخر وہ یہیں کے ہو کر رہ جاتے ہیں - بلخ اور بخارا کے شہزادے سیر و سیاحت کی غرض سے آتے ہیں اور اکثر نقد دل کے ساتھ نقد جان بھی لٹا بیٹھتے ہیں - آج بھی چناب کی مدھر لہریں دھیمے دھیمے سروں میں بلخ کے شہزادے عزت بیگ کے عشق کے گیت گا رہی ہیں جو گجرات کی حسن خیز سرزمین میں پہنچ کر سوہنی کمھارن کی زلف گرہ گیر کا اسیر ہو کر رہ جاتا ہے اور آخر تخت شاہی کو ٹھوکر مار کر مہینوال (گلہ بان) کا پیشہ اختیار کر کے زندۂ جاوید ہو جاتا ہے -

یہ لشکری مبلغ ، تاجر اور سیاح اپنے ساتھ نئی زبان لے کر آتے ہیں۔ یہاں ان کا واسطہ مقامی زبانوں سے پڑتا ہے - کچھ وہ یہاں سے سیکھتے ہیں کچھ سکھاتے ہیں - اس طرح برصغیر کے لسانی ڈھانچے میں ایک نیا عنصر شامل ہو جاتا ہے - وادیٔ سندھ جسے ایک تہذیبی شاہراہ کا نام دینا چاہیے بھلا ان اثرات سے کہاں محفوظ رہ سکتی تھی - پنجاب کے لوک گیتوں میں آج بھی ترک لشکریوں کے 'اُڑد بزار' (اردو بازار یعنی فوجی چھاؤنی) سے نمودار ہونے کا ذکر آتا ہے - عوام کی زبان سے آج بھی 'اُڑدو' لگا دینا بمعنی لٹا دینا کا محاورہ سننے میں آتا ہے جو غالباً ترک لشکریوں کی لوٹ مار کی غمازی کر رہا ہے - اس طرح کتنے ہی ترکی الفاظ ہیں جو ہماری زبان میں شامل ہو کر ایسے شیر و شکر ہوئے ہیں کہ ان کی پہچان مشکل ہے - پھر بھی محققین ان کی کھوج لگانے میں مصروف ہیں -

ظاہر ہے کہ ہر نئی آنے والی قوم اپنے مخصوص ملبوسات ، طعام ، ظروف ، اوزار ، آلات حرب اور رشتوں ناطوں کے نام اپنے ساتھ لے کر آتی ہے - نئی سرزمین ان اجنبی چیزوں کے نام بعض دفعہ جوں کے توں

Marfat.com

اپنی اصلی صورت میں اور بعض دفعہ تبدیل شدہ صورت میں اپنے اندر جذب کر لیتی ہے - یہی کچھ ترکوں کے وادیٔ سندھ میں ورود کے نتیجہ میں ظہور پذیر ہوا - آج کتنے ہی ترکی الفاظ ہماری روزمرہ کی زبان میں مروج ہیں جس کی چند ایک مثالیں ذیل میں پیش کی جاتی ہیں :

آلات حرب : توپ ، بندوق ، تفنگ ، چاقو
جنگی اصطلاحات : یلغار ، یورش ، یرغمال ، ہراول ، بکاول ، تمغہ
آلات اور ظروف : قینچی ، تسمہ ، طشت ، قاب ، چلمچی
معاشرتی القابات : آغا ، آقا ، بیگ ، بیگم، خان ، خانم ، خاتون ، باجی ، آنا ، بی بی ، انگہ ، اتالیق
کھانوں کے نام : قورمہ ، قیمہ ، دولمہ
متفرقات : قاش ، قالین، غالیچہ ، چوغہ ، چق، ایلچی،قزاق خچر وغیرہ

اسی طرح ذیل کے الفاظ کی اصل بھی قابل غور ہے :

شاگرد

بمعنی طالب علم ، سیکھنے والا وغیرہ -

یہ لفظ ترکی الاصل ہے - قدیم ترکی میں حرم میں نئی نئی داخل ہونےوالی کنیز کو شاگرد کے نام سے پکارا جاتا تھا یعنی اناڑی ، انجان لونڈی جسے ابھی حرم کے طور طریقے سیکھنا باقی ہوں -

جب ترک لشکریوں کے ذریعے یہ لفظ برصغیر پاک و ہند میں داخل ہوا تو یہ ہر سیکھنے والے پر منطبق ہونے لگا - آخر انقلابات زمانہ کے ساتھ اس کا رشتۂ تانیث آہستہ آہستہ حذف ہو گیا اور اب صرف تذکیر کی صورت میں استعمال ہوتا ہے -

برصغیر کے شمالی حصے کی زبانوں میں مستعمل لفظ 'چاکر'(پنجابی چاک) بمعنی ملازم، خادم وغیرہ غالباً اسی لفظ کی بدلی ہوئی صورت ہے -

باورچی

بمعنی کھانا پکانے والا ، خانساماں -

یہ لفظ ترکی الاصل ہے - چنگیزخاں اور اس کے جانشینوں کے دربار میں باورچی کا عہدہ بڑا اہم شمار کیا جاتا تھا جس کے سپرد منگولی

Marfat.com

عساکر کے لیے رسد وغیرہ کا انتظام ہوتا تھا ۔ اسے ہم موجودہ دور کے کوائٹر ماسٹر جنرل کے عہدے سے تعبیر کر سکتے ہیں ۔ آئین چنگیزی میں بھی اس عہدے کا ذکر آتا ہے ۔

جب نقل مکانی کر کے یہ لفظ وادیٔ سندھ میں داخل ہوا تو بیچارے کی ہیئت کذائی ہی بدل گئی ۔ آج جیسے خاکروب کے لیے مہتر اور حجام کے لیے خلیفہ کے القاب مستعمل ہیں اسی طرح کھانا بنانے والے خدمتگار کو 'باروچی' کا نام دے دیا گیا ۔

عربی فارسی اصل کا مشترکہ عنصر

پاکستان اور ترکی کی زبانوں میں عربی فارسی الفاظ کی موجودگی بھی ایک قدر مشترک کی حیثیت رکھتی ہے ۔ دونوں ممالک میں شروع ہی سے عربی کو مذہبی زبان اور فارسی کو علم و ادب کی زبان کا درجہ حاصل رہا ہے اس لیے دونوں زبانوں کا یکساں طور پر ان زبانوں سے متأثر ہونا ایک قدرتی امر ہے ۔ اگر ان زبانوں میں عربی‌فارسی اصل کے الفاظ کا جائزہ لیں تو ان میں کم از کم نوے فی صد حد تک اشتراک نظر آتا ہے ۔ ذیل میں صرف واؤ کی تختی سے چند ایک مثالیں پیش کی جاتی ہیں ۔ تلفظ کا اختلاف خطوط وحدانی میں ظاہر کیا گیا ہے :

وادی ، وحی ، وحشت ، وعظ ، وایت (وعدہ) ، واکا (واقعہ) ، وکار (وقار)، وقف، واکیا(واقعہ)، وکت(وقت)، والی بمعنی گورنر (نیز صوبہ دار)، ورق ، واردات بمعنی آمدنی(آورد)، وسط، وصف، واسطہ ، وصی، وصیت ، وطن ، واضح، وظیفہ ، وبا ، وداع ، وفا ، وفات ، وہم ، وکالت ، وکیل ، ولی، ولولے(ولولہ)، وراثت ، وثیقہ، وزن ، ولایت ،وشدان (وجدان)، ویران ، وقوف بمعنی علم، وصول، وضو ، وروت (ورود) ۔

بعض پاک ترکی الفاظ کی سرگزشت[1]

ہماری زبان میں بعض ایسے الفاظ موجود ہیں جو کہ وادیٔ سندھ میں پیدا ہوئے لیکن اوائل عمر ہی میں کوہ قاف کی حدود کو عبور

---

۱ ۔ ایسے ترکی الفاظ جو پاکستانی اصل سے تعلق رکھتے ہیں یا دونوں زبانوں میں یکساں طور پر مستعمل ہیں ۔

Marfat.com

ڈکر کے وسط ایشیا کے مرغزاروں میں جا آباد ہوئے اور پھر چین کی سدِّ سکندری سے لے کر سائبیریا کی برف پوش وادیوں تک سیر و سیاحت میں مصروف رہے ۔ جوان ہونے پر جب ترکان جنگجو کے ہمرکاب اپنے وطن کو لوٹے تو ان کا چہرہ مہرہ اتنا بدل چکا تھا کہ اپنے وطن میں آنے کے بعد بھی ان پر بدیشی ہونے کی مہرثبت رہی ۔ ان الفاظ کے پس منظر میں تاریخ کی کتنی ہی داستانیں پوشیدہ ہیں ۔ آج ہم اس الف لیلوی داستان کے چند ایک بھولے بھٹکے اوراق پلٹنے کی کوشش کریں گے ۔

داروغہ

بمعنی سپاہیوں کا افسر ، محکمہ جیل کا ایک عہدےدار ، فارسی سے اردو میں آیا ۔ یہ بھی ممکن ہے کہ یہ لفظ براہ راست ترک لشکریوں کے ساتھ برصغیر میں وارد ہوا ہو ۔ ماہر لسانیات جناب کاویل وسکی (Kovalevsky) کا خیال ہے کہ یہ منگولی زبان کا لفظ ہے ۔ بظاہر ایسا نظر آتا ہے کہ یہ لفظ منگول لشکر کے ہمراہ ایران اور پھر برصغیر پاک و ہند میں وارد ہوا ۔ منگولوں کی اصطلاح میں کسی صوبے یا شہر کا حاکم داروغہ کہلاتا تھا ۔ تیمور اور اس کے جانشینوں کے عہد میں بھی یہ لفظ انہی معنوں میں استعمال ہوتا رہا ہے ۔

عام طور پر دیکھا گیا ہے کہ مرور زمانہ کے ساتھ اکثر اعلیٰ پایہ کے سرکاری القابات اپنی اصلیت کھوکر گھٹیا درجے کے عہدے داروں یا خدمتگاروں کی طرف منسوب ہونے لگتے ہیں جیسا کہ ہم ابھی باورچی کی تشریح میں ذکر کر آئے ہیں ۔ ولسن (Wilson) نے داروغہ کی تعریف یوں کی ہے :

"ہندوستان کی مقامی انتظامیہ میں ایک مہتمم ، ناظم وغیرہ لیکن بعد ازاں محکمۂ پولیس ، محکمۂ چونگی یا محکمۂ آبکاری کا اعلیٰ عہدے دار ۔"

۱۲۲۰ء میں ابو الغازی نے منگولوں کا ذکر کرتے ہوئے لکھا ہے کہ :

"تلی خان نے برماس نامی شخص کو مرو کا داروغہ مقرر کیا اور خود نیشا پور پر چڑھائی کر دی ۔"

Marfat.com

تاتاری عہد حکومت میں ماسکو کا منگول حاکم بھی داروغہ کہلاتا تھا ۔ اس طرح ہم اس سے قبل علی یزدی کے 'ظفر نامہ' میں امیر تیمور کی فتوحات کے سلسلے میں پڑھ آئے ہیں کہ جن جاٹ قبائل سے اس کو واسطہ پڑا ان کا سردار داروغہ کہلاتا تھا ۔

قصہ یہیں ختم نہیں ہو جاتا اگر ہم تاریخ کے ورق پلٹیں تو چندرگپت موریہ کے عہد (۳۲۱ تا ۲۹۸ ق م) میں ہمیں شاہی دربار کے دو اعلیٰ عہدے دار اس نام سے ملتے جلتے ناموں سے منسوب نظر آتے ہیں یعنی :

(الف) دواریکا[۱] (Dauvarika) یہ محلات شاہی کے دروازے کا محافظ تھا ۔ عوام کی معروضات اور درخواستیں اس کی وساطت سے ایوان شاہی تک پہنچتی تھیں ۔ عام لفظوں میں اسے ڈیوڑھی افسر کہہ سکتے ہیں ۔

(ب) دروگا پالا[۲] (Drugapala) حاکم قلعہ ۔

یہ فیصلہ کرنا کچھ مشکل نظر آتا ہے کہ اگر داروغہ کی اصل ان دونوں الفاظ میں سے ایک کو تسلیم کیا جائے تو وہ کون سا لفظ ہے ۔ اگرچہ بظاہر داروغہ کا لفظ دواریکا سے بڑی حد تک لگاؤ کھاتا ہے لیکن اگر اس لفظ کے قدیم استعمال کو مدنظر رکھا جائے تو دوسرا لفظ دروگا پال زیادہ صحیح نظر آتا ہے جس میں کثرت استعمال سے 'پال' علامت نسبتی حذف ہوگئی اور صرف 'دروگا' کا لفظ عوام کی زبان پر باقی رہ گیا ۔

سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ آخر یہ لفظ برصغیر سے وسط ایشیا تک کیسے پہنچ گیا ۔ اس کا جواب چینی ترکستان اور صحرائے گوبی میں مختلف مقامات سے دستیاب ہونے والے وہ کھنڈرات ہیں جو کہ کشن عہد کی یاد گار ہیں ۔

کوتوال

موجودہ دور میں محکمۂ پولیس کا ایک اعلیٰ عہدے دار، قدیم ترکی اور فارسی میں محافظ شہر اور محافظ قلعہ دونوں معنوں میں مستعمل ہوا ہے ۔

---

۱ - دوار (سنسکرت) بمعنی گھر یا دروازہ اور 'کا' علامت اضافی یعنی 'صاحب در' ۔

۲ - دروگا (سنسکرت) بمعنی قلعہ اور 'پال' علامت نسبتی بمعنی والا یعنی قلعہ والا یا صاحب قلعہ ، حاکم قلعہ ۔

Marfat.com

اس کے لفظی معنوں سے ظاہر ہے کہ یہ لفظ برصغیر پاک و ہند ہی سے تعلق رکھتا ہے۔

کوتوال

سنسکرت: کوٹ پال۔ کوٹ بمعنی قلعہ اور 'پال' علامت نسبتی بمعنی قلعے والا، حاکم قلعہ یا محافظ قلعہ۔

وسط ایشیا میں اس لفظ کے کثرت استعمال سے متأثر ہو کر کئی اچھے اچھے ماہرین لغت بھی دھوکا کھا گئے ہیں۔ ویمبرے (Vambery) اور پیوٹ (Pavet) جیسے ثقہ حضرات نے بھی اسے ترکی الاصل قرار دیا ہے۔ ترکستان میں اس لفظ کا تلفظ کتؤل اور کتاول ہے لیکن وہاں بھی اس کے معنی محافظ قلعہ ہی کے لیے جاتے ہیں۔

بیہقی نے قریباً ۱۰۴۰ء میں اس لفظ کا استعمال کیا ہے۔ وہ لکھتے ہیں کہ:

"بو علی کوتوال (غزنی) معاملات سے نپٹنے کے بعد خلج کی مہم سے واپس ہوا۔"

عبدالرزاق نے ۱۰۴۶ء میں تحریر کیا ہے کہ:

"انھوں نے استر آباد کے شہر کی حفاظت کے انتظامات مکمل کرنے کے بعد ابواللیث کو کوتوال کا عہدہ دے کر وہاں کا حاکم مقرر کر دیا۔"

بخارا کی مسلم حکومت کے عہد میں امیر بخارا کی عمارات کا منتظم کتؤل کے لقب سے پکارا جاتا تھا۔

عہد غزنوی کے مشہور شاعر فردوسی نے اپنی شہرۂ آفاق تصنیف 'شاہنامہ' میں اس لفظ کو ایسے بے ساختہ انداز میں استعمال کیا ہے جس سے معلوم ہوتا ہے کہ یہ لفظ وہاں قدیم ہی سے رائج تھا اور اس زمانے میں فارسی زبان کا جزو لاینفک بن چکا تھا۔ ملاحظہ ہو:

چو آگاہ شد کوتوال حصار
بر آویخت با رستم نامدار

تنخواہ

بمعنی مشاہرہ، ماہانہ اجرت۔

Marfat.com

مغلیہ دور کے آخری عہد کی دستاویزات میں اس لفظ کا استعمال کسی جاگیر کی آمدنی کا کسی شخص کے نام لگا دینے کے معنوں میں ہوا ہے -

بظاہر یہ تن اور خواہ کے مرکب کی حیثیت سے فارسی الاصل نظر آتا ہے - اہل ایران بھی اس نظریے کی تائید کرتے ہوئے نظر آتے ہیں - اصل میں یہ تنکہ یا تنگہ کی مفرس صورت ہے - لیکن اس تنکہ اور تنگہ کی اصل کے بارے میں علماء میں بعد المشرقین کی حد تک اختلاف رائے موجود ہے - بعض اسے فارسی الاصل قرار دیتے ہیں - بعض وسط ایشیا اور روس کے علاقے میں اس کے وسیع استعمال کے پیش نظر اسے ترکی الاصل بیان کرتے ہیں - برصغیر پاک و ہند کو بھی اس لفظ کا ملجا و ماوا ہونے کا دعویٰ ہے - آج ہم ان تینوں دعاوی کا علٰحدہ علٰحدہ جائزہ لینے کی کوشش کریں گے -

'فرہنگ نفیسی' مطبوعہ تہران کے مؤلف ڈاکٹر علی اکبر نفیسی نے تنخواہ ، تنکہ اور تنگہ کے الفاظ کو فارسی الاصل قرار دیتے ہوئے ان کے مندرجۂ ذیل معنی دئیے ہیں :

''**تنخواہ** : پول نقد و زر و مال و دولت و منفعت از اراضی و برأت بہ خزانہ برائے ادائے وظیفہ -''

اس سے اس کے لفظی معنی 'طلب جسم' یعنی 'محنت کا صلہ' کہیں ظاہر نہیں ہوتے ایسا محسوس ہوتا ہے کہ مشاہرہ یا ماہانہ اجرت کے معنی اس لفظ سے بعد میں اخذ یا چسپاں کیے گئے -

''**تنگہ** : پول نقد و زر و سیم و سکۂ رائج و تنکہ''

''**تنکہ** : پول رائج و قسمے از سکہ''

اگر بنظر غائر دیکھا جائے تو یہ تینوں الفاظ ایک ہی لفظ کی بدلی ہوئی صورت ہیں اور تینوں سکۂ رائج الوقت اور مال و دولت کے معنی دیتے ہیں -

تنگہ نام کا چاندی کا سکہ ایک وقت میں ترکستان کے تمام طول و عرض میں مروج تھا جو کہ قیمت میں تقریباً نصف روپے کے برابر تھا- اس کے وسیع استعمال کے پیش نظر مسٹر ارسکائن (W.Erskine) نے اسے چغتائی ترکی اصل بیان کیا ہے -

Marfat.com

۱۵۳۵ء کی بعض دستاویزات سے پتہ چلتا ہے کہ اس وقت روس میں 'دینگی' نام کا سکہ رائج تھا جو کہ قیمت کے لحاظ سے سو دینگی (Dengi) ایک روبل کے برابر شمار کیا جاتا تھا۔

۱۵۵۹ء میں ہربرسٹائن (Herberstein) اپنے روسی سفر نامے میں رقمطراز ہے کہ:

''ماسکو کا قدیم سکہ گول نہیں ہے بلکہ بیضوی شکل کا ہے اور دینگہ (Denga) کہلاتا ہے۔''

۱۸۷۶ء کے ایک سفر نامے میں یوں مرقوم ہے:

''مجھے یہ معلوم کرکے بڑی حیرانی ہوئی کہ روسی سکہ دینگی یا دینگہ تمام وسط ایشیا میں تنگہ کے نام سے رائج ہے جو کہ ہر جگہ قیمت میں بیس کوپک کے برابر ہے۔''

ماہر زبان مغول مسٹر پیوٹ (Pavet De Courteille) نے اپنی لغت میں تنگہ کے ذیل میں تحریر کیا ہے:

''ایک مضروب سکہ۔ اس کی اصل سنسکرت کا لفظ 'ٹنکہ' ہے - جو چار ماشے کے برابر چاندی کے وزن کو کہتے ہیں۔''

حقیقت میں تنگہ، ٹنکہ یا ٹکہ کے الفاظ بر صغیر کی مختلف زبانوں میں آج بھی مال و دولت یا سکّے کے معنوں میں مستعمل ہیں۔ مثلاً حلقے کی زبانوں سنتھالی، کولی، کوڈا اور ساورا وغیرہ میں اس کا تلفظ تنگہ ہے اور سکہ و دولت کے معنی دیتا ہے۔ آسام کے ناگا قبائل کی زبان کچھاری میں مال و دولت اور سکہ کے لیے 'تھاکا' کا لفظ مستعمل ہے۔ بنگال میں روپے کو 'ٹاکا' کہتے ہیں۔ مغربی پاکستان میں گو دو پیسے یا دو پیسے کے سکّے کو 'ٹکہ' کہتے ہیں لیکن یہ روپیہ اور تنخواہ کے معنوں میں بھی مستعمل ہے جیسے کہ پنجابی روزمرہ میں تنخواہ لینے کو ٹکے لینا اور قیمت وصول کرنے کو ٹکے کھرے کرنا کہتے ہیں۔ پنجاب میں اشرفیوں کے ہار کو تکہ ہار یا صرف تکہ کہتے ہیں بمعنی ٹکوں کا ہار۔

ماضی میں تنکہ نہ صرف بطور سکّے ہی کے مستعمل رہا ہے بلکہ اکثر وزن اور پیمائش کی اکائی بھی شمار ہوتا رہا ہے۔ مثال کے طور پر

Marfat.com

چھٹانک (ایک وزن، سیر کا سولھواں حصہ) حقیقت میں چھ ٹنکہ ہے۔ اسی طرح عہد اکبری میں الہی گز کا طول ½۴۱ (ساڑھے اکتالیس) سکندری تنگہ تسلیم کیا جاتا تھا۔ اگرچہ عام طور پر تنگہ ایک چاندی کا سکہ تھا لیکن بعض زمانوں میں سونے کا تنگہ بھی مروج رہا ہے جو طلائی تنگہ کہلاتا تھا ۔ بعض دفعہ تانبے کے کم قیمت کے سکتے کو تنگۂ سیاہ کے نام سے پکارتے تھے ۔

اس امر کے باور کر لینے کے لیے کافی وجوہ موجود ہیں کہ تنگہ کے نام کا سکہ وادیٔ سندھ میں قدیم ہی سے رائج تھا اور کشن عہد میں یہاں سے نو آبادکاروں کے ہمراہ وسط ایشیا کے میدانوں میں پہنچ گیا اور یہاں سے روس اور ترکستان کے طول و عرض میں پھیل گیا ۔ جب محمود غزنوی نے پنجاب پر قبضہ کیا ہے تو اپنے نام کے جو سکتے اس نے لاہور کی ٹکسال میں ۲۸ - ۱۰۲۷ء میں ڈھالے ان کے سامنے کی طرف عربی رسم الخط استعمال کیا ہے اور قیمت دراہم میں درج ہے ۔ ان کی پشت پر سنسکرت رسم الخط استعمال کیا ہے اور قیمت تنگوں میں دی ہے ۔ ظاہر ہے کہ اس وقت وادیٔ سندھ میں تنگہ رائج الوقت سکتے کے طور پر مستعمل تھا ۔ دوسرا اس وقت استعمال ہونے والا لفظ ٹکسال بھی اس کی گواہی دے رہا ہے جو کہ حقیقت میں ٹنکہ شالہ بمعنی سکہ گاہ کی بدلی ہوئی صورت ہے ۔

عہد غزنوی سے لے کر آج تک یہ سکہ مختلف صورتوں میں لگا تار مروج رہا ہے ۔ ابن بطوطہ نے محمد تغلق کے عہد (۱۳۳۳ تا ۱۳۴۳ء) میں تنکہ یا سونے کے دینار کا تذکرہ کیا ہے ۔ مسالک الابصار (۱۳۴۰ء) کے مصنف نے بھی چاندی کے ٹنکے کا ہند میں مروج ہونے کا ذکر کیا ہے ۔ سکندر بہلول (۱۴۸۸ تا ۱۵۱۷ء) کے عہد میں علاوہ چاندی کے تنکے کے تانبے کا تنکہ بھی مروج تھا جو تنکۂ سیاہ کے نام سے موسوم تھا اور قیمت میں چاندی کے تنکے کا بیسواں حصہ شمار ہوتا تھا ۔ گرونانک (۱۴۶۹ تا ۱۵۳۸ء) نے بھی اپنے کلام میں اس سکتے کا ذکر کیا ہے جیسے کہ :

''لکھ ٹکیاں کے مُندڑے[1] لکھ ٹکیاں کے ہار۔'' (آسادی وار)

---

۱ - مندڑے بمعنی کانوں کا زیور ۔

Marfat.com

مغلیہ عہد میں یہ سکہ مروج رہا ۔ اس کے بعد جب مغربی اقوام یہاں وارد ہوتی ہیں تو سب سے پہلے پرتگیزوں نے تانبے کا ٹکہ رائج کیا جو قیمت میں دو آنے کے سکتے کے برابر تھا ۔ انگریزوں نے آدھ آنے کے سکتے کو ٹکے کا نام دے دیا ۔ اب ٹیڈی پیسوں نے آکر ٹکے کے طویل دور حکومت کا خاتمہ کر دیا ہے ۔

بہادر

بمعنی دلیر ۔ اس کی اصل کے بارے میں بھی کافی اختلاف رائے موجود ہے ۔ عام خیال یہ ہے کہ یہ لفظ ترکی الاصل ہے ۔ حقیقت میں اس کا استعمال سب سے پہلے تیرھویں صدی عیسوی کے اوائل میں چنگیزی لشکر کے ساتھ وابستہ نظر آتا ہے ۔ غالباً منگول لشکریوں کے ذریعے ہی یہ لفظ نہ صرف وسط ایشیا میں رواج پا گیا بلکہ ایک طرف مشرق ایشیا اور دوسری طرف وسط یورپ تک جا پہنچا ۔

چنگیز خان کا باپ یسوگائی بہادر کے نام سے موسوم تھا ۔ چنگیز خان کے ایک مشہور سپہ سالار کا نام بھی سوطائی بہادر تھا ۔ منگولی زبان میں اس کا صحیح تلفظ باگھاتر (Baghtur) ہے ۔ روسی زبان میں اس کا تلفظ بوگاتر اور پولستانی میں بوہیتر ہے ۔ ہنگری میں اس کا تلفظ باتور، ترکی میں باتر ، مانچو میں باترو ، کرگیزی میں بیتر اور چینی میں پاتولو ہے ۔

ماہر سنسکرت مسٹر بینفے (Benfey) کا خیال ہے کہ لفظ بہادر کی اصل سنسکرت کا لفظ بھاگ دھارا بمعنی صاحب قسمت یعنی خوش قسمت ہے ۔ لیکن اس بارے میں جرمن پروفیسر شیفنر (A. Schiefner) کی رائے کو ترجیح حاصل ہے جس کی رو سے اس کی اصل ژند کے لفظ بھاگ پتھرا بمعنی خدا کا بیٹا ہے ۔ یہ تلفظ منگولی لفظ باگھاتر سے بھی لگاؤ کھاتا ہے ۔ کشمیر کے کھشتری ہندوؤں کی ایک گوت بگھوترا بھی ہے (جموں مقبوضہ کشمیر کے ایڈیشنل مجسٹریٹ کا نام بنس لال بگھوترا ہے) ۔ معلوم نہیں کہ آیا اس کے اور پنجاب کے جاٹوں کی ایک گوت ''بتڑ'' کا منگولی کے باگھاتر اور بوتر وغیرہ سے کوئی رشتہ ہے یا نہیں ۔

بہرحال اس کی اصل کچھ بھی ہو لیکن بہادر کا لفظ برصغیر میں ترک لشکریوں کے ہمراہ ہی وارد ہوا ہے ۔

Marfat.com

شغال

گیدڑ ، ایک جانور کا نام - فارسی سے مستعار شدہ لیکن فارسی میں یہ لفظ کہاں سے آیا ؟ اس بارے میں عام طور پر دو مختلف رائیں موجود ہیں - بعض کے نزدیک اس کی اصل ترکی کا لفظ شکال بمعنی گیدڑ اور بعض کا خیال ہے کہ اس کا مأخذ سنسکرت کا لفظ شرگال ہے - پالی میں گیدڑ کے لیے سگال (Sigāla) کا لفظ مستعمل ہے -

برصغیر کے ناگا قبائل کی بعض زبانوں میں بھی گیدڑ کے لیے شغال سے ملتے جلتے الفاظ ملتے ہیں حالانکہ الگ تھلگ آباد ہونے کی وجہ سے ان قبائل نے ہندو تہذیب یا سنسکرت زبان سے کوئی خاص اثر قبول نہیں کیا - دوسری طرف ہم اس سے قبل بعض مثالوں کی روشنی میں دیکھ آئے ہیں کہ ناگا قبائل کی زبانوں اور تبتی، منگولی و ترکی زبانوں میں کسی حد تک رشتہ موجود ہے - آسام کے ناگا قبائل کی زبان موران میں گیدڑ کو چنگالی ، کاچھاری میں سئیل اور بوڈو میں سیال کہتے ہیں جو کہ ترکی کے لفظ شکال سے لگاؤ کھاتے ہیں -

اغلب یہی ہے کہ شغال کا لفظ ترکی سے فارسی میں آیا اور فارسی سے اردو میں - ترکی میں یہ لفظ وسط ایشیا کے پاکستانی نو آبادکاروں کی وساطت سے آیا - اس پہلو میں پالی کا لفظ سگال خاص طور پر قابل غور ہے -

شلوار

ایک مشہور لباس کا نام -

عربی فارسی اور ترکی بلکہ بعض مغربی زبانوں میں بھی یہ لفظ مختلف صورتوں میں موجود ہے - لیکن برصغیر میں اس لفظ کی ہیئت کو مدنظر رکھ کر کہا جا سکتا ہے کہ یہ لفظ یا تو فارسی سے وارد ہوا یا پھر ترک قبائل کے ہمراہ آیا - بہرحال یہ امر متنازع فیہ مسئلے کی حیثیت رکھتا ہے - لیکن اس کا مطالعہ خالی از دلچسپی نہیں -

اگر رائے شماری کی جائے تو دنیا کے مختلف حصوں میں جتنے لوگ اس لباس کے نام سے واقف ہیں غالباً کسی اور لباس کو نہیں جانتے - مراکش سے لے کر ملائشیا تک اور سائبیریا سے لے کر زنجبار تک زیر

Marfat.com

جامہ کے لیے اس لفظ کا استعمال موجود ہے ۔ دوسری طرف قدامت کے لحاظ سے بھی یہ لفظ طویل عمر کا حامل ہے ۔ سب سے اولین دستاویزی ثبوت کے مطابق دوسری صدی عیسوی میں یونانی تحریروں میں اس کا تذکرہ موجود ہے ۔

اس کے مأخذ کے بارے میں مختلف توجیہات پیش کی گئی ہیں ۔ مشہور مستشرق میکس مولر کا خیال ہے کہ یہ فارسی شل بمعنی ٹانگ اور وار بمعنی والا یعنی ٹانگوں کا لباس سے مشتق ہے ۔ لیکن عربی زبان میں بھی یہ بہت قدیم سے مستعمل ہے ۔ جہاں اس کا تلفظ 'سروال' اور 'شروال' ہے ۔ قدیم یونانی زبان کی انجیل میں کتاب دانیال میں اس کے لیے 'شربار' کا لفظ ملتا ہے ۔ سینٹ جیروم (٣٤٥ تا ٤٢٠ء) کی تحریروں میں اس کا تلفظ 'سربال' کیا گیا ہے ۔

مغربی ایشیا کے تاتاری قبائل میں یہ لباس 'جلبار' اور سائبیریا اور باشگیر قبائل میں 'سلبار' کے نام سے موسوم ہے ۔ کلموک قبائل میں اسے شلبور اور روسی زبان میں 'شرواری' کہتے ہیں ۔

قدیم یونانی زبان کی انجیل کے ترجموں کی بدولت یہ لفظ یورپ کی بعض زبانوں میں بھی جگہ پا گیا جہاں اس کے لیے زرگول، زرلو، سر بولا اور سربیلا قسم کے الفاظ استعمال ہوئے ہیں ۔

١،٠٠٠ء کے لگ بھگ سوئڈس (Suidas) کے حوالے سے یہ فقرہ رج ہے :

"یونان میں اس اجنبی لباس (یعنی شلوار) کو بعض زربار (Zarabara) کہتے ہیں اور بعض بریکیا (یعنی برجس کا پیشرو لفظ) ۔"

١٤٩ء میں علامہ سیوطیؒ شلوار کے بارے میں یوں رقمطراز ہیں :

"سب سے پہلے جس نے سراول کا لباس زیب تن کیا وہ حضرت سلیمانؑ (تقریباً ٩٧٣ تا ٩٣٣ ق م) تھے ۔ بعض احادیث کی رو سے اس پہلو میں حضرت ابراہیمؑ (تقریباً ٢،١٠٠ ق م) کو سبقت حاصل ہے ۔"

مشہور روسی افسانہ نگار فیدور دوستووسکی (Dostoyevsky)

Marfat.com

سائبیریا میں اپنے ایام جلا وطنی کی یادداشت (مطبوعہ ۱۸۸۱ء) میں ذکر کرتا ہے کہ :

"میں شرفاء کی طرح سرخ رنگ کی قمیض اور مخمل کی شرواری زیب تن کرکے صوفے پر دراز ہو جاتا اور سویڈی امراء کی طرح بادہ نوشی کرتا ۔"

کرافورڈ اپنے سفر نامے میں ملایا کے لباس کا ذکر کرتے ہوئے لکھتا ہے کہ :

"ملایا کے لوگ سارنگ (تہبند کی قسم کا ایک لباس) کے نیچے ایک پاجامہ استعمال کرتے ہیں جسے وہ سروال کہتے ہیں ۔"

بھارت دیش میں گو آج اسلامی تہذیب کی ہر یادگار گردن زدنی تصور کی جاتی ہے پھر بھی محترمہ شیلا شکدہیر نے اپنے ایک مراسلے (اسٹیٹسمین ، ۱۸ اگست ۱۹۶۳ء) میں شلوار کے خلاف پرچار کا جواب دیتے ہوئے کہا ہے کہ :

"فی زمانہ ہمارے لیے شلوار قمیض نہایت ہی موزوں لباس ہے - خاص کر کارکن لڑکیوں کے لیے تو یہ نہایت ضروری ہے - ساڑھی کی نسبت اس لباس کے ساتھ دوڑنا ، تیز چلنا اور برق رفتار بسوں پر جلدی میں سوار ہونا زیادہ آسان ہے - کام کرتے وقت یہ کار کردگی میں اضافے کا باعث ہے کیونکہ ساڑھی کے ساتھ اس کے ڈھلکتے ہوئے دامن کو بار بار سنبھالنے کی ضرورت محسوس ہوتی ہے ۔"

Marfat.com

وادئ سندھ کی زبان پر یونانی اثرات

"پنجاب ایک ایسا صوبہ ہے جہاں کہ وادئ سندھ کے قدیم باشندوں اور آریائی قبائل نیز یونانی، عرب و تاتاری اور افغان اقوام کی انفرادی خصوصیات اور ان کے باہمی تعلقات کا مطالعہ بآسانی کیا جا سکتا ہے۔ ان اقوام نے اپنے پیچھے ایک ایسا ملا جلا ورثہ چھوڑا ہے جس میں ہر ایک عنصر کی خصوصی روایات اور طرز معاشرت اسی طرح سے محفوظ ہیں جیسے کہ ایک عجائب گھر کے مخصوص حصوں میں تاریخی نوادرات۔"
(رامزے میور)

تاریخ کا ہر عہد جہاں تہذیب و تمدن کے دوسرے شعبوں کے ساتھ زبان پر بھی اپنے مخصوص اثرات چھوڑ جاتا ہے وہاں ہر زمانے میں بدلتے ہوئے ماحول کے زیر اثر کتنے ہی پرانے الفاظ متروک ہو جاتے ہیں اور کتنے نئے الفاظ زبان زد عام ہو جاتے ہیں۔ زبان کے دامن میں پڑے ہوئے پھولوں کو دیکھ کر آسانی سے کہا جا سکتا ہے کہ یہ آریاؤں کے باغ کی نشانی ہے اور یہ گلشن یونان کی یادگار، وہ پھول چمنستان ایران سے چنا گیا ہے اور یہ پھول عرب کے نخلستان سے حاصل ہوا ہے۔ آج ہم گلشن یونان سے چنے ہوئے پھولوں کا مختصر سا جائزہ لیں گے۔ اگرچہ ان کی رنگت کافی حد تک بدل چکی ہے لیکن سرزمین یونان کی مخصوص خوشبو ان میں اب بھی بسی ہوئی ہے جسے ہم دوسرے پھولوں سے متمیز کر سکتے ہیں۔

کہتے ہیں کہ سکندر اعظم آندھی کی طرح آیا اور بگولے کی طرح چلا گیا۔ لیکن سکندر ایک فوج کا سپہ سالار ہی نہیں ایک نئے عہد کا پیشرو بھی تھا۔ اس کی ضرب کاری سے شرق و غرب کے درمیان اجنبیت کی سدّ سکندری پارہ پارہ ہو کر رہ گئی۔ اس کے نصب کردہ سنگ میلوں کے سہارے کتنے ہی نئے مہم بازوں نے سرزمین ہند کا دروازہ

Marfat.com

آ کھٹکھٹایا اور اس طرح یہاں ہند یونانی حکمرانوں کے عہد کی داغ بیل ڈال دی۔ نتیجۃً یہاں ایک ایسی نئی تہذیب نے جنم لیا جو کہ شرق و غرب کی مشترک روایات کی حامل تھی اور دونوں کے علم و فن کے امتزاج کا حسین نمونہ ۔ اس عہد میں وادیٔ سندھ کی زبان بھی متاثر ہوئے بغیر نہ رہ سکی ۔ یہ تو نہیں کہا جا سکتا کہ اس دور میں ہماری زبان بالکل ایک نئے سانچے میں ڈھل گئی ۔ ہاں اس عہد میں پیدا ہونے والی لسانی تبدیلیوں کو نظر انداز نہیں کیا جا سکتا ۔

سکندر کی آمد

سکندر اعظم نے وادیٔ سندھ میں مختصر سے قیام (۳۲۶ ق م) کے دوران یہاں چند ایک نئی چھاؤنیوں کی بنیاد رکھی جہاں یونانی سپاہیوں کی ایک بڑی تعداد کو آباد کر دیا ۔ نیز اپنے مقرر کردہ صوبہ داروں کی معیت میں یونانی حفاظتی دستے تعینات کیے ۔ لازماً یہ یونانی آپس میں اپنی مادری زبان ہی میں بات چیت کرتے ہوں گے لیکن جہاں تک مقامی آبادی سے راہ و رسم کا تعلق ہے اس کے لیے انہیں علاوہ اشاروں اور کنایوں کے کسی حد تک مقامی زبان سیکھنی پڑی ہوگی ۔ نیز وہ طبقہ جن کا شب و روز یونانیوں سے واسطہ پڑتا ہو گا کئی ایک یونانی الفاظ سے بھی واقف ہو گیا ہوگا ۔ لیکن سکندر کے آنکھیں بند کرتے ہی وادیٔ سندھ میں یونانی بالاستی ختم ہو گئی اور چندر گپت موریہ نے ایک نئی حکومت کی داغ بیل ڈال دی ۔ اس طرح اس وقت یونانی زبان بھی سیاسی طور پر قریب قریب ختم ہوگئی ۔ اس لیے اس دور کو لسانیاتی لحاظ سے کوئی خاص اہمیت نہیں دی جاسکتی ۔

۱۹۵ ق م میں دیمتریئس (Demetrius) کے حملے سے لے کر ۵۰ء میں ہرمیئوس (Hermios) کی حکومت کے خاتمے یعنی اڑھائی سو سال کے عرصے تک یونانیوں کی سیاسی بالا دستی کے ساتھ ساتھ یونانی زبان کو بھی حکمرانوں کی زبان ہونے کی حیثیت حاصل رہی ۔ ہندیونانی عہد میں درباری اور سرکاری کاروبار کے لیے یونانی اور مقامی دونوں زبانیں مستعمل تھیں جس کا اندازہ ہم اس عہد کے سکّوں کی تحریروں سے لگا سکتے ہیں جن کے ایک طرف یونانی زبان یونانی حروف ابجد میں اور دوسری طرف مقامی زبان خروشتی رسم الخط میں کندہ ہے ۔ یہ ضرور ہے کہ یونانی نسل

Marfat.com

کے حکمرانوں نے روز مرہ کا کام چلانے کے لیے مقامی زبانیں سیکھنے کی کوشش کی ہوگی لیکن دربار اور سرکار میں جو درجہ حاکموں کی زبان کو حاصل ہوتا ہے وہ مقامی زبانوں کو نصیب نہیں ہوتا - یہاں ہندو عہد میں گو عوام کی زبان مختلف پراکرتوں پر مشتمل تھی لیکن شاہی دربار میں سنسکرت کا طوطی بولتا تھا - مسلمان آئے تو عربی فارسی کی قدر ہونے لگی اور کتنے ہی برہمن بھی دربار میں عزت حاصل کرنے کے لیے ان زبانوں کے ودوان بن گئے - انگریز آئے تو انگریزی زبان کا پرچم لہرانے لگا اور ہر کہ ومہ نے انگریزی تعلیم حاصل کرنے کے لیے کمر باندھ لی - علماء تو ایک طرف دیہات کے ناخواندہ عوام کی زبان سے بھی روز مرہ کی بات چیت میں انگریزی زبان کے بگڑے ہوئے الفاظ سنائی دینے لگے جیسے کہ :

"فس کلاس ، ٹائم ، نمبر ، فنڈ ، ووٹ ، ممبر ، ٹمپریلی ، اسکول ، اشٹام ، ہوٹل ، ٹکٹ ، ہسپتال ، سینما ، اسٹیشن وغیرہ وغیرہ -"

اگر اس قسم کے الفاظ کو جمع کیا جائے تو ایک اچھی خاصی فرہنگ تیار ہو سکتی ہے -

یونانی زبان کا دور دورہ

یونانی زبان کی داستان ہند یونانی شہزادوں کی حکومت کے ساتھ ہی ختم نہیں ہو جاتی - ایسا معلوم ہوتا ہے کہ اس عہد میں یا تو یہ زبان عوام میں اتنی زیادہ مقبول ہو چکی تھی کہ آنے والے حکمران بھی اسے ختم نہ کر سکے یا پھر اس نے سرکاری کاروبار پر اتنا گھرا تسلط جما لیا تھا کہ بعد میں اسے قائم رکھے بغیر کوئی اور چارہ کار نظر نہ آیا - کشن عہد ۱۴۰ تا ۳۶۰ء میں سکوں پر خروشتی اور براہمی کے ساتھ ساتھ یونانی تحریر بھی استعمال ہوتی رہی - سابق شمال مغربی سرحدی صوبے کے دور دراز علاقوں سے بعض ایسے قیمتی پتھروں کے نگینے دستیاب ہوئے ہیں جن پر یونانی دیومالا کے کردار منقش ہیں اور ان پر یونانی عبارت کندہ ہے - اسی طرح ایسی پتھر کی لوحیں بھی دستیاب ہوئی ہیں جن پر یونانی عبارت مرقوم ہے - یہ لوحیں پشاور اور لاہور کے عجائب گھروں میں محفوظ ہیں -

Marfat.com

ختن اور چینی ترکستان کی کھدائیوں کے دوران جو اشیاء دستیاب ہوئی ہیں ان میں علاوہ سنسکرت خروشتی اور براہمی زبان کی تحریروں کے یونانی زبان کی تحریریں بھی شامل ہیں ۔ محققین کی رائے ہے کہ یہ تحریریں گپتا خاندان کے عہد سے تعلق رکھتی ہیں ۔ یقیناً وادیٔ سندھ کے نو آبادکار نقل مکانی کرتے وقت یہ زبانیں اور رسم الخط اپنے ساتھ لیتے گئے ہوں گے ۔ روسی ماہرین کی ایک رپورٹ کے مطابق 'اس علاقے میں آج بھی ایسے قبائل آباد ہیں جو کہ وادیٔ سندھ کی موجودہ زبانوں سے ملتی جلتی زبان استعمال کرتے ہیں ۔'

اس طرح وادیٔ سندھ میں یونانی زبان کا دور پانچ ساڑھے پانچ سو سال کے طویل عرصے تک جا پہنچتا ہے ۔ کیا یہ ممکنات میں سے ہے کہ اس طویل عرصے میں یونانی زبان نے مقامی زبانوں کو بالکل متاثر نہ کیا ہو ؟ یہ قانون فطرت کے خلاف ہے ۔ کیسے ممکن ہے کہ دو دھارے ایک ہی راستے پر چلیں اور آپس میں نہ ملیں ۔ دو تہذیبیں ایک ہی سر زمین میں پرورش پائیں اور ایک دوسری سے متاثر نہ ہوں ؟

یقیناً اس عہد میں کتنے ہی یونانی الفاظ یہاں کی روزمرہ کی زبان میں شامل ہو گئے ہوں گے ۔ ان میں سے کچھ تو مرور زمانہ کے ساتھ زبان سے متروک ہوگئے ۔ پھر بھی کچھ الفاظ ضرور ایسے ہوں گے جو ہماری زبان کا ایک حصہ بن گئے ۔ آج ان کی شکل کچھ ایسی بدل چکی ہے اور گھس پٹ کر ہماری زبان میں اس طرح ڈھل چکے ہیں کہ ان کا پہچاننا مشکل ہے ۔ اب ان پر غیریت کا گمان تک نہیں ہوتا ۔ پھر بھی اگر کوشش کی جائے تو ان الفاظ کی پہچان کرنا ناممکنات میں سے نہیں ۔

یونانی اور پنجابی کا باھمی رشتہ ناطہ

یہاں اس امر کا ذکر کر دینا بھی ضروری ہے کہ وادیٔ سندھ میں چار قسم کے یونانی الاصل الفاظ ملتے ہیں : اول وہ الفاظ جو آریائی زبانوں کا مشترکہ سرمایہ ہونے کی حیثیت سے سنسکرت اور یونانی دونوں میں مشترکہ طور پر پائے جاتے ہیں ۔ اگرچہ مقامی زبانوں میں یہ یونانی سے نہیں بلکہ سنسکرت سے آئے ہیں ۔ دوسرے وہ الفاظ جو عربی اور

Marfat.com

فارسی کی راہ سے وادیٔ سندھ میں وارد ہوئے۔ تیسری قسم کے وہ یونانی الفاظ ہیں جو مغربی زبانوں خاص کر انگریزی کے ذریعے ہماری زبان میں داخل ہوئے۔ چوتھے وہ الفاظ ہیں جو ہند یونانی عہد یا اس کے بعد براہ راست یونانی زبان سے منتقل ہو کر ہماری زبان کا ایک حصہ بن گئے۔

یونانی الفاظ قافلۂ افرنگ کے ہمراہ

سب سے پہلے ہم ان الفاظ کا ذکر کرتے ہیں جو مغربی اقوام کے ذریعے ہماری زبان میں آئے۔ سائنس، انجنیری اور ڈاکٹری کی اصطلاحات تو زیادہ تر یونانی الفاظ ہی پر مشتمل ہیں اگر ان کو یکجا کیا جائے تو ایک ضخیم کتاب تیار ہو سکتی ہے۔ یہاں مشتے از خروارے کے مصداق صرف چند ایک الفاظ قارئین کی خدمت میں پیش کیے جاتے ہیں جیسے کہ:

> ''اسکول، اکادمی، کیمرہ، ڈراما، تھیٹر، کلرک، گراموفون، فوٹوگراف، ٹیلیگراف، ٹیلیفون، کارڈ، کیلنڈر، گرامر، جغرافیہ، جیومیٹری، پتلون، پالیسی، ڈیموکریسی، پروگرام اور ایٹم وغیرہ۔''

عرب و یونان کے تعلقات

اب ہم ان یونانی الفاظ کا ذکر کرتے ہیں جو عربی زبان کے ذریعے اردو اور پنجابی میں وارد ہوئے۔ عربوں اور یونانیوں کے تعلقات کا تذکرہ بذات خود ایک طویل داستان ہے۔ عرب اور یونان جغرافیائی لحاظ سے ایک حد تک پڑوسیوں کا درجہ رکھتے ہیں۔ علاوہ ازیں عرب اسی شاہراہ پر آباد تھے جہاں سے یونانی جہاز ران شب و روز گزرتے تھے۔ بدھ مذہب کی کتاب 'مسائل' میں منینڈر کے عہد (۱۵۵ تا ۱۳۰ ق م) میں یونانیوں کے ساتھ ساتھ عرب جہاز رانوں اور تاجروں کا وادیٔ سندھ کے شہروں میں موجود ہونا مذکور ہے۔ اس کی تائید پہلی صدی عیسوی کے مشہور بحری سفر نامہ 'بحیرہ قلزم کی سیر' (Periplus) سے بھی ہوتی ہے جس میں کئی جگہ تجارت پیشہ اور جہاز ران عربوں کا ذکر آتا ہے۔

حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی ولادت کے وقت حضور کے ماموں تجارت کی غرض سے 'ملک چین گئے ہوئے تھے جہاں اس وقت

Marfat.com

عرب تاجروں کی ایک چھوٹی سی بستی موجود تھی - 'چین میں سب سے پہلی مسجد کانٹن میں ۶۲۷ء میں یعنی حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات سے پانچ سال قبل تعمیر ہوئی تھی -'

('چین میں اسلام' از یانگ ایوجان)

بلکہ ایک تاریخ دان نے تو یہاں تک لکھا ہے کہ :

''چند عرب جہاز ۳۰۰ء میں کانٹن اور ہانگ چاؤ کی بندرگاہوں پر پہنچے -''

'سر زمین ایشیا اور اس کے لوگ' از
جی - بی - کریسی (G.B. Cressey)

جنوبی ہند میں بھی زمانۂ قدیم ہی سے عربوں کی آمد و رفت کا پتہ چلتا ہے - خاص کر وہاں پہلی صدی میں حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے حواری سینٹ ٹامس کی آمد اور وہاں پر شامی عیسائیوں اور یہودیوں کا ازمنہ قدیم ہی سے موجود ہونا اس امر کا بین ثبوت ہے -

حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانے میں بھی عرب قافلے تجارت کی غرض سے ملک شام کا سفر کرتے تھے - خود حضور صلی اللہ علیہ وسلم بھی بعثت سے قبل حضرت خدیجہؓ کا مال لے کر ان قافلوں کے ہمراہ تجارت کی غرض سے جاتے تھے - اگرچہ ان دنوں شام اور اس سے ملحقہ علاقے رومن سلطنت میں شامل تھے لیکن وہاں کی فضا یونانی تہذیب و تمدن سے گہرے طور پر متأثر تھی - ان حالات میں بعض یونانی اور لاطینی الفاظ کا عربی زبان میں شامل ہو جانا بعید از قیاس نہیں - نیز اپنے عروج کے زمانے میں جب عرب دانشور یونانی علم و حکمت کی کتابوں کا ترجمہ کر رہے تھے تو انھوں نے بعض یونانی الفاظ کو جوں کا توں اپنی اصل شکل میں رہنے دیا[1] - ذیل میں ایسے یونانی الاصل الفاظ کی مختصر سی فہرست دی جاتی ہے جو کہ عربی کے ذریعے اردو اور پنجابی میں داخل ہوئے :

---

۱ - یونانی الفاظ میں آخری 'س' (S) کی آواز عام طور پر ساقط ہو جاتی ہے - اس لیے یہاں اور اس مضمون میں آئندہ بھی تلفظ بیان کرتے وقت اسے حذف کر دیا گیا ہے - لیکن بعض اسمائے ذات میں یہ 'س' کی آواز بدستور قائم رہتی ہے جیسے کہ ککنوس اور پھانوس وغیرہ میں -

Marfat.com

پنجابی	اردو	عربی	یونانی	یونانی الفاظ کے معنی
کنون	قانون	قانون	کانون Kanun	قانون ، چھڑی
دپھتر	دفتر	دفتر	دپھتھرا Thephthera	باریک کاغذ یا جھلی جو کہ زمانۂ قدیم میں لکھنے کے کام آتی تھی -
دم	دام	درہم	درہم Drachma	ایک یونانی سکّہ اور وزن کا نام
—	قیراط	قیراط	کیراتیئن Keration	ایک وزن (قریباً دس رتی کے قریب)
—	قرن	قرن	خرانو Khronos	زمانہ
—	اجنبی	اجنب	زینو Zenos	غریب الوطن ، اجنبی
صوفی	صوفی	صوفی	سوفو Sophos	دانشور ، عقلمند (کہہ نہیں سکتے کہ آیا یہ لفظ عربی کے ذریعے آیا یا فارسی کے)
—	شاب	شاب	ہیب Hebe	جوان
—	سیف	سیف	زیفو Xiphos	تلوار
—	زراعت	زرع	اگرو Agros	کھیت ('گ' کا 'ز' یا 'ج' سے تبادل عام ہے)
بلگم	بلغم	بلغم	پھلگم Phlegam	بلغم
جراح	جراح	الجراح	چیرو Cheiro	ہاتھ کا کام کرنے والا ، چیر پھاڑ کرنے والا
کیمیا	کیمیا	الکیمیا	کیمیا Chemeia	کیمیا

Marfat.com

پنجابی	اردو	عربی	یونانی	یونانی الفاظ کے معنی
اکسیر	اکسیر	الاکسیر	کسیران Xeron	سفوف ، دوائی
تریاق	تریاق	تریاق	تھریاک Theriake	سانپ اور دوسرے زہریلے جانوروں کے کاٹے کی دوائی
قولنج	قولنج	قولنج	کالیکو Kolikos	بڑی آنت کا کادرد یونانی کالون Kolon) بمعنی بڑی آنت سے مشتق
آبنوس	آبنوس	آبنوس	ایبنوس Ebenos	ایک قسم کی سخت لکڑی
—	اسطرلاب	اسطرلاب	اسٹرولابن Astrolabon	اجرام فلکی کے ارتفاع وغیرہ معلوم کرنے کا آلہ
—	زُنّار	زُنّار	زوناریون Zonarion	یہودیوں اور مشرق عیسائیوں کے گلے میں پہننے کی مالا
—	طلسم	طلسم	تلسماٗ Telesmos	جادو
—	کلیسہ	کلیسہ	اکلیسیا Ekklesia	اکٹھے ہونے کی جگہ ، گرجا
تبوت	تابوت	تابوت	تاپھو Tophos	مقبرہ
کفن	کفن	کفن	کوپھینو Kophinos	مردے رکھنے کے لیے صندوق یا ٹوکرا

وثوق سے نہیں کہا جا سکتا کہ آیا عربی کے لفظ 'حجّ' اور یونانی حاجیو (Hagios) بمعنی مقدس ، متبرک میں کوئی رشتہ ہے یا نہیں ۔ اسی طرح عربی 'یاجوج' سے یونانی جیجا (Gigas) بمعنی دیو قامت ، عظیم الجثہ کی طرف خیال جاتا ہے ۔ عربی کعب بمعنی شش پہلو نیز پانسہ بھی یونانی کوبو (Kubos) بمعنی شش پہلو اور پانسہ سے مشتق ہے ۔

Marfat.com

ایران اور یونان

اگرچہ لسانی لحاظ سے ایرانی اور یونانی آریائی گروہ کی دو بڑی شاخیں ہیں اور جغرافیائی لحاظ سے بھی ایران اور یونان ایک دوسرے کے پڑوس میں واقع ہیں لیکن قدرت کی ستم ظریفی دیکھیے کہ یہ دونوں بھائی ہمیشہ آپس میں بر سر پیکار رہے ۔ ان کی باہمی چپقلش تاریخ عالم کا ایک اہم باب ہے ۔ سکندر یونانی کے حملے کے بعد خانوادۂ سیلوکس کو ایک عرصے تک سر زمین ایران پر بالا دستی حاصل رہی ۔ اس سے جہاں زندگی کے دیگر شعبے متاثر ہوئے وہاں زبان کے معاملے میں بھی باہمی لین دین کا ثبوت ملتا ہے جیسے کہ :

پنجابی	اردو	فارسی	یونانی	یونانی الفاظ کے معنی
—	ناؤ	ناؤ	ناؤ Navos	کشتی
—	موسیقی	موسیقی	موشیکا Moushikos	موسیقی
—	ققنس	ققنس	ککنوس Kuknos	ہنس
—	زمرد	زمرد	زمرد Smargdos	ایک قیمتی پتھر
فلوس	فانوس	فانوس	پھانوس Phanos	چراغ ، چمکدار
—	کلید	کلید	کلیدو Kleidos	چابی
خربوزہ	خوبوز	خربز	کرپوس Karpos	پھل

ہند آریائی ورثہ

یہ ایک مسلمہ امر ہے کہ یونانی اور سنسکرت دونوں ایک ہی سلسلے کی دو کڑیاں ہیں ۔ گو یہ قصہ ابھی تک زیر بحث ہی ہے کہ آیا ان کی اصل وسط ایشیا ہے یا مرکزی یورپ یا ان کا آبائی وطن بحر منجمد شمالی تھا یا شمال مشرق یورپ ۔ بہرحال یہ قبیلہ شروع میں کسی ایک ہی چراگاہ میں آباد تھا ۔ وہاں اچانک کسی وجہ سے سب نے جلا وطن ہونے کی ٹھان لی یا پھر کسی دوسرے طاقتور قبیلے نے ان کے آبائی

Marfat.com

وطن پر قبضہ کرکے انہیں باہر دھکیل دیا ۔ اس پر انھوں نے اپنی اپنی بھیڑ بکریاں اور گھوڑے سنبھالے اور جدھر کو منہ آیا اٹھ کر چل دیے ۔ نئے دیشوں کے نئے ماحول سے لب و لہجے میں تبدیلی آگئی ۔ مقامی لوگوں کے ساتھ گھلنے ملنے سے زبان بھی بدل گئی ۔ گو آج ہزاروں سال بیت چکے ہیں لیکن پھر بھی اگر ان زبانوں کا بنظرغائر مطالعہ کیا جائے تو آج بھی ان میں بنیادی مشابہت اور مطابقت واضح طور پر سامنے آجاتی ہے ۔ اس کی کئی مثالیں لسانیات سے معمولی شد بد رکھنے والے حضرات کو بھی معلوم ہیں ۔ یہاں زندگی کے مختلف شعبوں سے تعلق رکھنے والی چند مثالیں پیش کی جاتی ہیں :

اردو	پنجابی	سنسکرت	یونانی	فارسی	آریائی کنبہ کی دوسری زبانیں
ستان	تھاں	ستھان	چتھان Chithon	ستان	—
گاؤں	گراں	گرام	کام Kome	گام	—
در	دوارہ	دوار	تھورا* Thora	در	روسی : دوئر۔ آئسلینڈی : دئیر
مندر	مندر	مندر	منتھر Manthra	—	لاطینی : مندرا
آنکھ	اکھ	اکشی	ہاشے Hashshe	—	روسی : اکو۔ آئسلینڈی : اوگا
ابرو	بھروٹے	بھرو	اپھرو Aphrus	ابرو	روسی : بروو
بازو	باہاں	باہو	پازو Pazus	بازو	—
آواز	واج	واک	ایپاس Epos	آواز	لاطینی : واک
ہنس	ہنس	ہنس	چین Chen	—	لاطینی : انسر جرمن : گنس
بھینسا	ساہن ، سنڈا	مہیش	بشان Bishon	—	لاطینی : بسان جرمن : وسنڈ

Marfat.com

اُردو	پنجابی	سنسکرت	یونانی	فارسی	دیگر آریائی زبانیں
—	—	اشو	ہپ Hippos	اسپ	—
گوبر	گوہا	گوبر	کوپرو Kopros	براز	—
زمین	بھوئیں	بھومی	زے Ge	زمین	لاطینی : ہومی
بہار	بسنت	وسنت	ہار Har	بہار	آئسلینڈی : وار روسی : ویسنا
پروا	پُرا	پوروا	بوریا Boreas	—	سلاوی : بُرا اطالوی : بورا
پتی	پتی	پتی	پوتیس Potes	زند : پائتس	لاطینی : پوتس
دیو	دیو	دیو	تھیو Theos	دیو	لاطینی : تھیو
راجہ	راجہ	راجن	ریجن Regien	رئیس	لاطینی : ریکس
برس	ورہ	ورش	ورو Wros	زند : یار	آئسلینڈی : آر
پیلا	پیلا	پلیتا	پولیو Polios		لاطینی : پلیدوس
مزدوری	مجوری	—	مزدو Mizdos	مزد	روسی : مزدہ گاتھی : مزدو
(شہد)	مٹھا	مدھو	میڈو Medu	—	جرمن : متھ آئسلینڈی : میدا
(آب‌حیات)	امرت	امرت	امبرتو Ambrotos	—	—
(بہو)	نو نہہ	سنوشہ	نوؤ Nous	—	لاطینی : نووس سلاوی : سنوچہ
خسر	سوہرا	شواشرا	اکورو Ekuros	خسر	لاطینی : سوسر
تین	ترے	ترئیاس	ترئس Treis	—	لاطینی : تریس روسی : تری

Marfat.com

اردو	پنجابی	سنسکرت	یونانی	فارسی	دیگر آریائی زبانیں
سات	ست	سپت	ہپت Heptha	ہفت	لاطینی : سپتم لتھوانی : سپتنی
دس	دس	داشا	ڈیکا Deka	دہ	لاطینی : دسم آئسلینڈی : تیو
سرخ	رتہ	ردھرا	ایرتھرو Eruthros	—	لاطینی : ردھرو آئسلینڈی : رودر
بھورا	بھورا	ببھرو	پھرونو Phrunos	—	لتھوانی : بروناس

پنجابی عورتوں کی یونانی زبان

عورت فطری طور پر قدامت پسند اور ایک حد تک لکیر کی فقیر واقع ہوئی ہے - آج بھی کئی ایک ایسے متحجر الفاظ جنہیں کہ روزمرہ کی زبان سے متروک ہوئے صدیاں بیت چکی ہیں وہ عورتوں کی زبان پر آج بھی جاری و ساری ہیں - عام بول چال میں اکثر و بیشتر وہ ایسے الفاظ استعمال کر جاتی ہے کہ آپ ان کے معنی پر غور کرتے ہی رہ جائیں - یہ الفاظ اسی طرح اس نے اپنی ماں سے سنے تھے اور اس کی ماں نے اپنی ماں سے - اس طرح یہ الفاظ ہزاروں سال سے سینہ بہ سینہ منتقل ہوتے چلے آئے ہیں - اس کی چند مثالیں آپ ایک سابقہ مضمون 'وادیٔ سندھ میں دراوڑی زبان کی باقیات' میں ملاحظہ فرما چکے ہیں -

پنجاب کے دیہاتوں میں اگر بچے ماں سے دودھ پینے کے لیے بار بار تقاضا کریں 'تو وہ تنگ آ کر کہتی ہے 'جرا ساہ لئو 'ہنے نیکڑو دے دتی آں' (ذرا سانس لو ابھی نیکڑو دے دیتی ہوں) - اسی طرح اگر کوئی شیر خوار بچہ تمام دن ماں کے پستانوں کو چمٹا رہے تو وہ تنگ آ کر کہتی ہے 'ایہناں وچ کی سارا دن نیکڑو پیا اے' (ان میں کیا تمام دن 'نیکڑو' پڑا ہے) - یہ لفظ نیکڑو یونانی زبان کے نیکٹار (Nektar) بمعنی 'دیوتاؤں کا مشروب' یا 'شہد' کی بدلی ہوئی شکل ہے -

لوک کہانی

پنجاب کی عوامی کہانیاں یونانی روایات سے کہاں تک متاثر ہوئی

Marfat.com

ہیں اس کا کچھ اندازہ اس مقبول عام کہانی سے لگایا جا سکتا ہے جس کا ہیرو شہزادہ اپنے ملک سے جلا وطن ہو کر چلتا چلاتا ندی نالے ، پہاڑ ، صحرا عبور کرتا ایک ایسے لق و دق میدان میں پہنچ جاتا ہے جہاں آدم نہ آدم زاد - آخر دور کچھ ٹوٹے پھوٹے سے کھنڈرات نظر آتے ہیں۔ وہاں ایک خوفناک ڈائن کے ہتھے چڑھ جاتا ہے جو اسے ایک کمرے میں بند کر کے ڈھول بجانے پر مامور کر دیتی ہے اور کہتی ہے کہ ذرا بھی رکے تو آ کر ایک دم ہڑپ کر جاؤں گی - آخر ایک چوہا ترس کھا کر اسے ایک عقبی دروازے سے بھاگ جانے میں مدد دیتا ہے اور اس دوران میں خود اپنی دم سے ڈھول بجاتا رہتا ہے -

شہزادہ چلتے چلتے ایک ایسے جنگل بیابان میں پہنچتا ہے جہاں دور دور تک آبادی کا کوئی نشان نہیں - بھوک پیاس نے تنگ کر دیا ہے - ایک ٹیلے پر چڑھ کر نظر دوڑاتا ہے تو اسے ایک طرف دور سے دھواں نکلتا ہوا دکھائی دیتا ہے اور جب وہ وہاں پہنچتا ہے تو ایک عالیشان قلعہ سامنے نظر آتا ہے - اندر جانے کے بعد ایک نہایت ہی حسین وجمیل دوشیزہ بیٹھی ہوئی دکھائی دیتی ہے - وہ اسے دیکھ کر پہلے ہنستی ہے پھر روتی ہے - وجہ دریافت کرنے پر بتلاتی ہے کہ ہنسی اس لیے کہ بڑی مدت کے بعد ایک آدم زاد نظر آیا - روئی اس لیے کہ شام کو کانا دیو آ کر تمھیں اپنا لقمہ بنا لے گا - شاہزادہ اس کانے دیو کو مار دینے میں کامیاب ہو جاتا ہے -

آگے بڑھتا ہے تو ایک جگہ ایسا اُجڑا ہوا شہر ملتا ہے جس کے مکینوں کو باشک ناگ نے بھچھ کر لیا ہے - شہزادہ اس باشک ناگ کو ٹھکانے لگا کر آگے چل پڑتا ہے - چلتے چلتے ایک جنگل بیابان میں شام ہو جاتی ہے - وہ تھکا ہارا ایک درخت کا سہارا لے کر سوجاتا ہے - آدھی رات اِدھر آدھی اُدھر درخت پر کسی پرندے کے بچوں کا شور و غل سن کر اس کی آنکھ کھل جاتی ہے - دیکھتا کیا ہے کہ ایک عظیم الجثہ مار ان بچوں کو کھانے کے لیے اوپر چڑھا جا رہا ہے - وہ تلوار کے وار سے اس کے تین ٹکڑے کر کے سرہانے رکھ لیتا ہے - صبح چکوا اور چکوی آ جاتے ہیں - وہ بچوں سے رات کا سارا قصہ سن کر شہزادے کے دوست بن جاتے ہیں -

Marfat.com

اس کہانی میں ڈائن کا لفظ یونانی ڈائنو(Deinos) بمعنی خوفناک، مہیب وغیرہ ہی کی ایک شکل ہے۔کانا دیو یونانی دیومالا کا کائیکلوپ(Kyklopes) بمعنی ایک آنکھ والا دیو ہے جس کا مقابلہ ہرقلیس کے ساتھ ہوا تھا۔ یاد رہے کہ سنسکرت کا لفظ 'دیو' بمعنی خدا، فرشتہ وغیرہ ہمیشہ نیکی اور تقدیس کی ترجمانی کرتا ہے۔ اس کے برعکس یونانی دیو مالا میں اچھے اور برے دونوں طرح کے دیو نظر آتے ہیں۔ اس لیے یہ لفظ 'دیو' اگرچہ سنسکرت میں بھی موجود ہے لیکن عوامی کہانیوں کا دیو یونانی روایات کا آئینہ دار ہے۔ باشک ناگ یونانی باشیلیکو (Bashilikos) بمعنی شاہی ناگ ہی کی بدلی ہوئی شکل ہے۔ بھچھ کرنا بھی یونانی پھیجنن (Phageine) بمعنی 'کھانا' سے مشتق نظر آتا ہے۔ سرال یونانی زبان کا سارو (Sauros) بمعنی 'مگرمچھ' کی قسم کا بڑی جانور ہے۔ چکوا اور چکوی بھی کچھ اسی قسم کے نام نظر آتے ہیں کیونکہ ہمارے ملک میں اس نام کا یا اس سے ملتا جلتا کوئی پرندہ دیکھنے میں نہیں آیا۔

لوک کہانیوں میں جب کسی شہزادی کا ہار گم ہو جاتا ہے تو وہ ہمیشہ نولکھا ہار ہی ہوتا ہے۔کبھی نو ہزارہ یا دس لکھا نہیں۔اصل میں یہ 'نولکھا' یونانی نشکو (Nishkos) یونانی دیو مالا میں ایک قیمتی ہار ہی کی دوسری شکل ہے۔ ہماری لوک کہانیوں کا پارس پتھر کہ جس کی رگڑ سے لوہا سونے میں تبدیل ہو جاتا ہے یونانی پارسون (Parson) ہے جو کہ یونانی روایات میں ایسا سبز پتھر ہے کہ جس کی رگڑ سے دھاتیں سونا بن جاتی ہیں۔

پنجابی لوک کہانیوں میں 'بکّی' بمعنی تیز روگھوڑی کو ایک خاص مقام حاصل ہے خاص کر مرزا کی بکّی تو زندہ جاوید بن چکی ہے۔ اہل پنجاب اپنی ہر اچھی گھوڑی کو پیار اور فخر سے بکّی کے نام سے پکارتے ہیں۔ غالباً یہ بکّی سکندر اعظم کے گھوڑے 'بوکا فیلس' بمعنی 'ہوا کا بیٹا' کی یادگار ہے۔

پنجابی زبان میں یونانی عنصر

اس سے پہلے ہم ذکر کر چکے ہیں کہ پنجابی لفظ تکھان بمعنی بڑھئی دراوڑی زبان میں انہی معنوں میں مستعمل لفظ تـکّان سے مشتق ہے۔ عجیب اتفاق ہے کہ ہومر کے زمانے کی یونانی زبان میں اس سے ملتا جلتا لفظ

Marfat.com

تکتان (Tekton) بمعنی بڑھئی ، جہاز ساز اور معمار ملتا ہے - وثوق سے نہیں کہہ سکتے کہ آیا یہ مماثلت محض اتفاقیہ ہے یا ان میں باہم کوئی رشتہ موجود ہے - لیکن یہ ایک مسلمہ امر ہے کہ بڑھیوں کے ایک اہم اوزار گنیا کی اصل یونانی لفظ 'گونیا' (Gonia) بمعنی کونے ماپنے والا آلہ ہی ہے - اس طرح یہ بھی کہنا مشکل ہے کہ آیا لفظ 'بیٹھک' کا یونانی لفظ ایٹکو (Attikos) بمعنی چھوٹا کمرہ سے کوئی تعلق ہے یا نہیں -

اسی طرح اور بھی کئی ایک یونانی الاصل الفاظ ہیں جو کہ پنجاب کی روزمرہ زبان میں مستعمل ہیں - ذیل میں ایسے الفاظ کی ایک مختصر سی فہرست دی جاتی ہے :

یونانی الفاظ مع معنی	پنجابی مترادف الفاظ مع معنی
نیرا کلمو (Nerakalamos) : سرکنڈا	نرکل
کوپ (Kope) : چپو	چپو
کوگھ (Kogche) : گھونگہ	گھوگا : گھونگا (سنسکرت : شنکھ)
کانّا (Kanna) : نرسل سرکنڈا	کانّا : نرسل ، سرکنڈا گنّا : یعنی میٹھا نرسل
بوٹنی (Botane) : پودا	بوٹنی یا بوٹی : جڑی بوٹی ، چھوٹے پودے
کریان (Karuon) : مغز	گری : گٹھلی ، مغز
پائر (Pyre) : آگ	بھاڑ : بڑا چولہا یعنی آگ جلانے کی جگہ
پائرسن (Pyresson) : گرمی	پڑسے : گرمی
ہالا (Halos): وہ دائرہ جو کہ غلہ گاہتے وقت بیلوں کے چلنے سے بن جاتا ہے ، نیز وہ روشن دائرہ جو کہ بعض اوقات چاند یا سورج کے گرد نظر آتا ہے۔	ہالہ : وہ روشن دائرہ جو کہ بعض اوقات چاند یا سورج کے گرد نظر آتا ہے -

Marfat.com

یونانی الفاظ مع معنی	پنجابی مترادف الفاظ مع معنی
گیرا (Gyros) : چکر	گھیرا یا گھیر : چکر
کلما (Kalamos) : قلم ، نرسل قلم	قلم : قلم (فارسی میں قلم کرنا کے معنی قطع کرنا کے ہیں۔ صوتی لحاظ سے فارسی کا لفظ 'خامہ' بمعنی قلم اس یونانی لفظ سے منسلک ہے) ۔
تاپے (Tapes): غالیچہ ، دری ، گدی ، قالین	تپڑ : ٹاٹ یا سرکنڈے کی گدی جس پر اسکول کے بچے یا ہندو بنیے بیٹھتے ہیں۔
اورا (Ura) : دم	چورا یا چوری : بالوں کا بنا ہوا وہ دم نما پنکھا جو کہ مکھیاں اڑانے کے کام آتا ہے ۔
پھیلو (Phyllus) : پتی، نیز چاقو یا تلوار وغیرہ کا پھل	پھل : چاقو یا تلوار وغیرہ کا منہ پھالا : ہل کا پھل
کوٹیلی (Kotyle) : پیالہ	کٹوری : پیالہ نما برتن
کیلکس (Kylix) : پیالہ	کولی : پیالہ نما برتن
ارٹو (Artos) : روٹی	روٹی : چپاتی نیز روٹ بمعنی بڑی روٹی (یہاں بھی ہم کچھ مخمسے میں پڑ جاتے ہیں کیونکہ دراوڑی زبانوں میں بھی روٹی کے لیے اس سے ملتا جلتا لفظ دوٹی موجود ہے جس کا مترادف پشتو کا لفظ ڈوڈئی ہے) (ملاحظ ہو 'وادی' سندھ میں دراوڑی زبان کی باقیات)۔
کورڈیلے (Kordyle) : کوڑا ، چھڑی	کوٹلہ : کوڑا
کشٹو (Kaushtos) : جلا ہوا	کشتہ : علم طب کی اصطلاح میں کسی دھات یا جڑی بوٹی کو جلا

Marfat.com

یونانی الفاظ مع معنی	پنجابی مترادف الفاظ مع معنی
	کر بنائی ہوئی دوا (فارسی میں کشتہ کے معنی مقتول کے ہیں) ۔
کلائی (Kalai) : قلعی، ٹانکا لگانا	کلی (اردو : قلعی)
کیکلو (Kyklos) : دائرہ	ککلی : بچوں کا دائرہ بنا کر گھومنے کا کھیل
کا کنا (Kakkana) : اونچے اونچے ہنسنا	قہقہہ لگانا
اگورا (Agora) : لوگوں کے جمع ہونے کی جگہ، منڈی	اکھاڑہ : لوگوں کے جمع ہونے کی جگہ مثلاً پہلوانوں کا اکھاڑہ، ناچنے والوں کا اکھاڑہ وغیرہ ۔
شورنگ (Shuring) : کان، سرنگ	سرنگ : زمین دوز راستہ
زنتھو (Xanthos) : زرد رنگ	بسنتی : زرد رنگ
ہائیگروپیلو (Hygros Pelos) : بھیگی ہوئی مٹی	گارا : بھیگی ہوئی مٹی
ککراونو (Kakarunu) : سردی محسوس کرنا	ککر : سخت سردی
ککڑاونو (Kakkarunu) سخت سردی سے جسم کا ٹھنڈا پڑ جانا، سردی سے پانی کا جم جانا	ککڑ : سردی سے یخ شدہ پانی
سیوپ (Siope) : خاموشی	چُپ
پھیلو (Philos) : دوست	بیلی : دوست (اس کا قدیم تلفظ پیلی تھا جو کہ فی زمانہ بھی یورپی جپسیوں کی زبان میں مستعمل ہے) ۔

Marfat.com

یونانی الفاظ مع معنی	پنجابی مترادف الفاظ مع معنی
پالائی(Palai) : پرانا، گزرا ہوا، گزشتہ	پہلا : اول ، پرانا ، قدیم
پولو (Polos) : نوجوان گھوڑا ، بچھڑا	غالباً ککلی کی طرح بڑوں میں گھوڑوں پر چڑھ کر گیند بلا کھیلنے کا شوق بھی یونانی عہد کی یادگار ہے اور نہیں تو کم از کم پولو کا نام تو ضرور یونانی اثرات کی غمازی کر رہا ہے ۔
پولیمو (Polemos) : لڑائی	لام : لڑائی
موسخو(Moskhos) : خوشبو	مُشک : خوشبو
انپارُوتی (Mparouti) : بارود	باُرود
لیپرس (Lepris) : پکڑنا	لپڑنا : پکڑنا
کوپے (Kope) : کاٹنا، ٹکڑے ٹکڑے کرنا	کپنا : کاٹنا (ولندیزی اور جرمن کپن : کاٹ دینا)
پٹیلئن (Palaiene) : کشتی لڑنا	پھلوانی : کشتی کا فن
پالے (Pale) : پھلوانی کا فن	پھلوان : کشتی لڑنے والا (بظاہر یہ لفظ سنسکرت کے لفظ بلوان بمعنی طاقتور سے مشابہ ہے لیکن حقیقت یہ ہے کہ 'بل' کے ہوتے ہوئے بھی جب تک کوئی آدمی فن پھلوانی سے واقف نہ ہو پھلوان نہیں کہلا سکتا ۔ اس کے برعکس نسبتاً کمزور آدمی جو کشتی کے داؤ پیچ جانتا ہے تو وہ پھلوان ہے) ۔

Marfat.com

چند یونانی الاصل الفاظ کی تشریح

شیطان

گو فرہنگ نویسوں کے نزدیک 'شیطان' کا لفظ عربی مادہ شیطن (عبرانی : سطن) بمعنی مخالف ، دشمن اور ایزا رساں وغیرہ سے مشتق ہے - لیکن اس کے بارے میں جو روایات موجود ہیں وہ یونانی دیومالا کے ایک اہم کردار تیتان (Titan) سے متعلقہ روایات سے اس حد تک مماثلت و مطابقت رکھتی ہیں کہ ان کا ذکر خالی از دلچسپی نہ ہوگا -

ماہرین لغت کے نزدیک 'تیتان' کا لفظ یونانی مادد تیتو (Tito) بمعنی دن ، گرمی یا آگ سے مشتق ہے - سنسکرت تِتھا بمعنی آگ اور پنجابی تتّا بمعنی گرم بھی اسی مادہ سے منسلک ہیں -

شیطان کے بارے میں روایات اس قدر عام ہیں کہ ان کا دہرانا محض طوالت کا باعث ہوگا - یونانی دیو مالا میں یورانوس (آسمانوں کا دیوتا) اور جایا (زمین کی دیوی) کی اولاد تیتان کہلاتی ہے - اسے نیکی کی قوتوں کا مخالف اور بدی کی قوتوں کا مظہر تسلیم کیا گیا ہے - ان کے بارے میں مذکور ہے کہ یہ عظیم الجثہ مخلوق فطری طور پر تند خو ، سرکش اور نافرمان تھی - شروع میں انہیں عظیم المرتبت دیوتاؤں میں شمار کیا جاتا تھا لیکن انھوں نے سب سے عظیم دیوتا زئیوس (Zeus) کی پیدائش پر ناراضگی کا اظہار کیا جس کی پاداش میں انہیں بمع ان کی ذریات کے ہمیشہ ہمیشہ کیلئے دیوتاؤں کی سرزمین سے جلا وطن کر دیا گیا - اس کے بعد کئی دفعہ تیتانوں نے دیوتاؤں سے عنان حکومت چھیننے کے لیے نبرد آزمائی کی جو کہ یونانی دیومالا میں 'جنات کی جنگ' (Gigantomachia) کے نام سے مشہور ہے - لیکن اس میں انھوں نے ہمیشہ منہ کی کھائی -

اس بارےمیں یونانی اور سامی روایات میں فرق صرف اتنا ہے کہ یونانی روایات میں جہاں تیتان دیوتاؤں کے مخالف تھے وہاں انسان کی خیرخواہی کا دم بھرتے تھے لیکن سامی روایات میں انہیں انسان دشمن قوتوں کا مظہر بیان کیا گیا ہے - (Favourite Greek Myths By Lilian S. Hyde)

Marfat.com

قدیم سامی روایات میں جو کہ عہد نامہ عتیق اور جدید مرقوم ہیں شیطان کا ذکر صرف کتاب ایوب میں آیا ہے - انسانی تخلیق کے بارے میں جو مخلوق شیطان کا کردار ادا کرتی ہے اور انسان کو نافرمانی پر اکساتی ہے وہ شیطان نہیں بلکہ سانپ ہے - لیکن عہد وسطیٰ کی سامی روایات خاص کر عیسائی دینیات میں اسے فرشتوں کے سردار لیکن انسان دشمن قوت کے طور پر پیش کیا گیا ہے جسے کہ اس کی سرکشی کی بناء پر دوزخ میں پھینک دیا گیا -

(Mythological Dictionary By Joseph Kaster)

علامہ عبدالعزیز المیمنی کا قول ہے کہ 'شیطان عربی زبان کا لفظ نہیں ہے بلکہ مستعار شدہ ہے -'

(افادات میمنی : 'اردو نامہ' کراچی شمارہ ۳۱ ، صفحہ ٦۴)

تیتانوں میں سب مشہور تیتان کا نام ہیلئس (Helios) بمعنی مجسم آگ اور اس نسبت سے اسے سورج دیوتا بھی کہتے ہیں - عربی لفظ 'ابلیس' کا عہد نامہ عتیق یا جدید میں کہیں ذکر نہیں آتا - غالباً یہ کنعانی دیوتا 'بعل کلدانی بیل' اور یونانی ہیلوس بمعنی سورج دیوتا کا مترادف ہے - ویسے ہیلئس کی معرب صورت میں اس کی 'ہ' کی آواز کا 'ب' کی آواز سے بدل جانا بھی ممکنات میں سے ہے -

یونان

آخر یونان کو یونان کیوں کہتے ہیں جب کہ مغربی ممالک میں یہ جزیرہ نما گریس (Greece) کے نام سے مشہور ہے ؟ اس کی وجہ بھی کچھ ایسی ہی ہے جیسا کہ دریائے سندھ کی نسبت سے ایک وقت پشاور سے کولمبو اور کراچی سے رنگون تک کا تمام علاقہ ہندوستان کے نام سے مشہور تھا - اگرچہ آج دریائے سندھ مغربی پاکستان میں بہتا ہے لیکن اس کے نام کی چھاپ ستلج پار کے علاقہ پر چسپاں ہے -

شروع شروع میں ایشیائی اقوام کا جس مغربی قوم سے سب سے پہلے واسطہ پڑا وہ ایشیائے کوچک کے جنوب مغربی ساحل کے قریب واقع ایونیا (Ionia) کے باشندے تھے- عرب اور فارس میں یہ علاقہ یونان کے نام سے مشہور تھا اور اہل ہند اسے یاونا کے نام سے یاد کرتے تھے- گویا ایونیا

Marfat.com

باشندے شروع میں جزیرہ نما ہی سے نقل مکانی کر کے یہاں پہنچے تھے
ن جزیرہ نما کے باشندے انہیں غیر یونانی تصور کرتے تھے - گویونان
مشہور شاعر ہومر (Homer) ،مشہور مؤرخ ہیروڈوٹس(Herodotus)،
تھیلس (Thales)، اناشی‌میندر(Anaximander)،ہیراقیٹس(Heraclitus)
اناشاغورث (Anaxagoras)،جیسےمشہور فلسفی اسی سر زمین سے تعلق
کھتے تھے جن پر آج بھی اہل یونان کو ناز ہے -

حالات کی ستم ظریفی دیکھیے کہ آج ایونیا کا نام ایک قصۂ پارینہ
حیثیت رکھتا ہے اور یہ علاقہ موجودہ ترکی کا ایک حصہ ہے لیکن
ر بھی اس کے نام کی نسبت سے جزیرہ نماگریس مشرق اقوام میں یونانی
نام سے یاد کیا جاتا ہے -

پتھر کا مجسمہ ، مورتی ، عام طور پر ایسا مجسمہ جو کہ عبادت کے
مخصوص ہو - بت کدہ اور بت پرستی کے الفاظ بھی اس سلسلے کی
زیاں ہیں -

اس لفظ کی اصل (مہاتما) بدھ کا یونانی تلفظ معلوم ہوتا ہے - قدیم
یونانی تحریروں میں مہاتما بدھ کو اکثر بوئتا (Boutta) ، بوتا (Botta)
ر بتا (Butta) کے نام سے یاد کیا گیا ہے -

شروع شروع میں مہاراجہ کنشک (۱۲۰ تا ۱۵۰ء) نے مہاتما بدھ
مجسمے بنانے کے لیے باختر اور پنجاب کے یونانی سنگتراش مقرر کیے
ں پر آگے چل کر گندھارا کے فن سنگ تراشی کی بنیادیں استوار ہوئیں-
فن کو اکثر بدھ اور یونانی فن کے نام سے بھی موسوم کیا جاتا ہے-
لب ہے کہ یہ یونانی سنگ تراش ان مجسموں کو اپنی زبان میں 'بوتا'
'بتا' پکارتے ہوں گے - آج بھی پنجاب میں 'بتا' کا لفظ 'پتلا' کے معنوں میں
ستعمل ہے بلکہ خود 'پتلا' کا لفظ بھی اسی 'بتّا' سے مشتق معلوم ہوتا
- محمد حسین آزاد نے 'بُت' کی ایک صورت 'بُد' بھی بیان کی ہے -

(قواعد اردو : محمد حسین آزاد ، صفحہ ۲۵۳ ، مطبوعہ لاہور، ۱۸۶۷ء)

اگر بت کے معنی محض بے جان مجسمے کے ہوتے تو یہ لفظ معبود
معشوق یعنی قابل پرستش کے معنوں میں کبھی بھی استعمال نہ ہوتا -

Marfat.com

اس لیے اس بت کی اصل سوائے ایسے مجسمے کے اور کچھ نہیں ہو
جو کہ معبود کے طور پر استعمال کیا جاتا رہا ہو ۔ گو شروع میں یہ
صرف مہاتما بدھ کے مجسموں کے لیے مخصوص ہو گا لیکن بعد ازاں یہ
عمومیت کا درجہ حاصل کر کے ہر مجسمے پر چسپاں ہونے لگا ۔

تاریخ کے اوراق سے زمانہ قدیم ہی سے ایران میں بدھ مت کی موجو
کا ثبوت ملتا ہے ۔ کیانی خاندان کے حکمران لہراسپ کے تذکرے
پتہ چلتا ہے کہ اس عہد میں توران کے علاقے میں بدھ مذہب پھیل چکا
ساسانی عہد (۲۲۴ تا ۶۵۷ء) میں مشرق ایران میں بدھ مذہب کے موج
ہونے کا ثبوت ملتا ہے ۔ طلوع اسلام کے بعد بھی بلخ میں بدھ مذہب
ایک مندر موجود تھا جو کہ عوام میں 'نوبہار' کے نام سے مشہور تھا
شاپور اول کے عہد (۲۴۱ تا ۲۷۲ء) میں مانی مذہب کے بارے م
بھی عام طور پر یہی خیال پایا جاتا ہے کہ وہ بدھ مذہب کا چر
تھا ۔

اس سے ظاہر ہوتا ہے کہ 'بت پرستی' کا ماخذ 'بدھ پرستی' ہے او
'بت' مہاتما بدھ کا بگڑا ہوا تلفظ ہے ۔

دام

بمعنی روپیہ ، پیسہ ، قیمت ، زمانہ گزشتہ میں سکہ کا نام ۔

جیسا کہ ہم پہلے ذکر کرچکے ہیں کہ وادیٔ سندھ میں ہند و یونا
عہد (۱۹۰ ق م تا ۵۰ء) میں یونانی سکہ درہم (Drachma) مروج
تھا ۔

۸۰ یا ۹۰ء کے لگ بھگ اسکندریہ کے ایک نامعلوم رومی النسل
باشندے نے اپنی بحری مہمات کے تذکرے 'بحیرہ قلزم کی میں
(Periplus) میں رقم کیا ہے کہ :

> ''قدیم دراہم جن پر کہ یونانی رسم الخط درج ہے اور
> (وادیٔ سندھ میں) سکندر اعظم کے جانشینوں کی شبیہیں
> منقش ہیں وہ باختر اور شمالی ہند سے چلتے چلاتے (ہندوستان
> کے)مغربی ساحل پر واقع بندرگاہوں میں آج بھی (بطور سکہ)
> رائج ہیں ۔

Marfat.com

قدیم پراکرت میں کفایت لسانی کی بناء پر درہم کے لفظ نے 'داما' کی صورت اختیار کر لی ۔"

('اردو اور بنگالی' از ڈاکٹر شہید اللہ)

انقلابات زمانہ کی لہروں پر بہتا ہوا یہ سکّہ مغلیہ دربار میں آ نمودار ہوتا ہے ۔ آئین اکبری میں مرقوم ہے کہ :

"دام کا وزن پانچ تنکہ یعنی ایک تولہ آٹھ ماشہ اور سات رتی ہے (قیمت کے لحاظ سے) اور یہ روپے کا چالیسواں حصہ ہے ۔"

عجیب بات ہے کہ عہد اکبری میں حکومت کی آمدنی دام جیسے ادنیٰ سکّے میں شمار کی جاتی تھی ۔ یہ طریقہ عہد جہانگیری میں بھی مروج رہا جیسا کہ محمد شریف حنیجی نے ۱۶۲۸ء میں جہانگیر کے دور حکومت کا ذکر کرتے ہوئے لکھا ہے کہ :

"شاہان دہلی کو تمام ممالک محروسہ سے سالانہ چھ ارب اور تیس کروڑ دام آمدنی ہوتی ہے ۔"

دمڑی اور دمڑے کے الفاظ اس دام سے مشتق ہیں ۔

مرہٹی زبان میں ابھی تک تنخواہ کو 'درماہ' کہتے ہیں جیسے کہ 'کورڈا در ماہ' کےمعنی ہیں فقط تنخواہ (کورا بمعنی صاف یا صرف) یعنی وہ مشاہرہ جس کے ساتھ روٹی کپڑا اور رہنا شامل نہ ہو ۔

عطار

اس لفظ کے دو مختلف معنی ہیں: اول عطر فروش ، دوم پنساری، دوائی فروش ۔ عطر کا لفظ عربی اور فارسی میں پھولوں سے کشید کردہ خوشبودار روغن کے معنوں میں مستعمل ہے ۔ اردو ، پنجابی اور فارسی وغیرہ میں عربی سے داخل ہوا لیکن خود عربی میں اس لفظ کی اصل موجود نہیں ۔ اس کے برعکس یونانی میں اس کے مترادف لفظ ایوتھیا (Euothia) بمعنی خوشبو، عطر موجود ہے جس سے کہ خود 'عطر' کا لفظ مشتق ہے ۔

Marfat.com

جہاں تک دوائی فروش کے معنی کا تعلق ہے یہ عطر سے کوئی لگا نہیں کھاتا تو پھر اس کے یہ معنی کہاں سے آئے ؟ اگر یونانی لغت کا جائزہ لیں تو وہاں اس کے ہم اصل الفاظ تو اتر سے موجود ہیں جیسے کہ :

ائیا ترک (Iatrike): علم طب

ائیا تریکو (Iatrikos) : علاج ، دوائی

ائیا ترو (Iatros) : طبیب ، حکیم ، معالج

ظاہر ہے کہ عربی عطار یونانی ائیا ترو ہی کی معرب صورت ہے ۔

انجیل

یونانی سے مشتق ہے ۔ یونانی میں انجیل کا تلفظ ایوینجیلیاء (Evanggelia) بمعنی خوشخبری اور بشارت کے ہیں ۔

یونانی ائیو (Ev) بمعنی اچھی ، انجیلیاء (Anggelia) بمعنی خبر ہے۔ انجیلیاء بذات خود یونانی اینجلو (Anggelos) بمعنی پیغامبر ، خبر رسان سے مشتق ہے ۔

پنجابی اور اردو گرامر پر یونانی اثرات

یہ موضوع کتنا عجیب اور بے سروپا نظر آتا ہے ؟ اس کی وجہ ہمارے ذہنوں میں بیٹھے ہوئے وہ نظریات ہیں جو کہ برصغیر کی باقی ماندہ زبانوں کے ساتھ ساتھ اردو اور پنجابی زبانوں کو بھی سنسکرت کی ایک شاخ بتاتے ہیں ۔ گو بعض دفعہ دبی زبان میں یہ کہا جاتا ہے کہ یہ براہ راست سنسکرت سے نہیں بلکہ قدیم پراکرتوں سے نکلی ہیں ۔ لیکن جب مجموعی طور پر برصغیر کے شمالی حصے کی زبانوں کی تقسیم کا سوال پیدا ہوتا ہے تو انہیں بے چوں و چرا سنسکرت الاصل تسلیم کر لیا جاتا ہے ۔ اس کا نتیجہ یہ ہے کہ ہم ان زبانوں کا واحد سرچشمہ صرف سنسکرت ہی کو باور کر لیتے ہیں ۔ لیکن جب کسی نحوی ترکیب یا لغوی سلسلے کا سراغ سنسکرت میں نہیں ملتا تو بعض دفعہ نہایت ہی مضحکہ خیز اور دور ازکار تاویلات ایجاد کرنے کی کوشش کرتے ہیں ۔

Marfat.com

ہم یہ بھول جاتے ہیں کہ ان زبانوں میں سنسکرت، عربی اور فارسی کے علاوہ برصغیر کی آریاؤں سے پہلے کی زبانوں مثلاً دراوڑی اور منڈا زبانوں کا عنصر بھی موجود ہے - پھر آریاؤں کے بعد یونانی، ترکی، منگولی اور یورپی زبانیں بھی اپنے اپنے وقت میں یہاں کی زبانوں کو متاثر کرتی رہی ہیں -

یہاں پنجابی اور اردو زبان کی گرامر کے چند ایک ایسے پہلوؤں کا جائزہ لیں گے جن پر یونانی اثرات بالکل واضح طور پر نظر آتے ہیں -

اول حروف ربط 'کا' 'کے' اور 'کی' کی مثالیں لیتے ہیں - عربی فارسی میں اس کی اصل نہیں ملتی- سنسکرت میں بھی حروف ربط کی جگہ جو لاحقے استعمال ہوتے ہیں وہ صوتی ہیئت کے لحاظ سے مختلف ہیں -

سنسکرت میں واحد کے لیے اکثر 'اہ' یا 'سیہ' اور جمع کے لیے 'ام' یا 'نام' کے لاحقے استعمال ہوتے ہیں جیسے کہ ذیل کی مثالوں سے واضح ہے :

وِکرماہ سبھا : بکرم کا دربار

پانینیہ وگیان : پانینی کی حکمت

امرتسیہ سر : امرت کا تالاب

یہ 'آہ' اور 'سیہ' کے اضافی لاحقے دوسری آریائی زبانوں سے بھی پوری طرح مطابقت کھاتے ہیں جیسے کہ ذیل کی گردان سے ظاہر ہے :

آریائی زبانوں کی اضافی حالت کی گردان

سنسکرت : اشو ، اوستائی : اسپ ، یونانی : ہپو ، لاطینی : ایقو (گھوڑا)

	سنسکرت	اوستائی	یونانی	لاطینی
واحد	اشواسیہ	اسپاہئیہ	ہپّوہو	ایقوئی
جمع	اشوام	اسپا نام	ہپّہان	ایقورم

Marfat.com

اگرچہ قدیم پراکرت میں بھی اضافت کا مفہوم موجود تھا لیکن وہاں بھی 'کا'، 'کے' اور 'کی' کی علامتوں کا نشان نظر نہیں آتا جیسے کہ:

ات دیپا شرن ، آنند شرن
دھرم دیپا ، دھرم شرن

اور نور حقیقی کی پناہ سب سے خوش کن پناہ ہے ،
دین حق ہی نور حقیقی ہے ، دین کی پناہ میں آؤ -
('داستان اردو' از نصیر حسین خیال)

جب سنسکرت میں ان حروف ربط کی اصل نہ ملی تو پھر تاویلات کی تلاش شروع ہوئی - آخر یہ قیاس کر لیا گیا کہ :

''اگرچہ بظاہر یہ حروف (یعنی علامت اضافت) بہت سادہ معلوم ہوتے ہیں لیکن جب ان کی اصل پر نظر ڈالی جاتی ہے تو معلوم ہوتا ہے کہ وہ سنسکوت میں مستقل الفاظ تھے لیکن زمانے کے تغیرات سے رفتہ رفتہ ایسے ہوگئے کہ اب وہ محض ایک سادہ علامت کا کام دیتے ہیں مثلاً 'کنے' جو پرانی اردو میں 'پاس' کے معنوں میں استعمال ہوتا ہے اصل میں 'کرن' یا 'کرنے' سے ہے جس کے معنی 'کان' کے ہیں - چونکہ کان قریب کا عضو ہے اس لیے یہ معنی ہو گئے -''

یاد رہے کہ 'کنے' کا لفظ جو قدیم دکنی زبان میں مستعمل ہے حروف ربط (کا ، کے اور کی) کے معنی نہیں دیتا بلکہ سمت، طرف یا پاس کے معنی دیتا ہے اور فی زمانہ بھی یہ لفظ پنجابی زبان میں انہی معنوں میں مستعمل ہے جیسے کہ :

'میرے کنین' یعنی میری طرف 'رب کنیں' یعنی خدا کی طرف 'رب کنوں' بمعنی خدا کی طرف سے یا خدا سے -

سولھویں صدی عیسوی کے دکنی شاعر فیروز کی ایک ہی مثنوی میں 'کنے' اور 'کا' 'کے' کی علامتیں مختلف معنوں میں استعمال ہوئی ہیں جیسے کہ :

Marfat.com

میرا پیر مخدوم جی جگ منے
منگوں نعمتاں میں سدا اس کنے
پیا جیو تھے تو ہمن ساس ہے
تو ہم جیو کے پھول کا باس ہے
('دکنی ادب کی تاریخ' از ڈاکٹر محی الدین زور قادری)

محققین نے ان حروف ربط کے بارے میں اور بھی کئی قیاسات پیش کیے ہیں ۔ ایک خیال یہ ہے کہ یہ پراکرت کی اضافی علامت 'کیر کم' اور 'کیرو' سے مأخوذ ہیں ۔ اس کی سند قدیم دکنی اردو کے علاوہ چند بردئی کی 'پرتھی راج راسو' سے بھی ملتی ہے ۔ لیکن جیسا کہ ہم آگے چل کر بیان کریں گے ان حروف ربط کا استعمال بہت پرانا ہے ۔ اس طرح سے اور بھی کئی قیاس آرائیاں موجود ہیں جن کے بارے میں ڈاکٹر شوکت سبزواری نے اپنی فاضلانہ تصنیف 'اردو زبان کا ارتقاء' میں تفصیل سے بحث کی ہے ۔

یہاں ایک اور غلط فہمی کا ازالہ بھی ضروری ہے کہ عام طور پر یہ باور کیا جاتا ہے کہ ان حروف ربط کا استعمال دکنی اردو ہی سے مخصوص تھا ۔ حالانکہ پنجاب میں اس کے استعمال کا ثبوت نہایت قدیم تحریروں میں بھی ملتا ہے ۔ اس کی چند ایک مثالیں ذیل میں پیش کی جاتی ہیں :

بدھ مت کی ایک مذہبی کتاب میں جو کہ پالی زبان میں ہے ان حروف ربط کا ثبوت ملتا ہے جیسے کہ اس کتاب میں درج ذیل کے فقرے سے واضح ہے :

"دھام (دھرم) کرو ، دھام کا شنکھ پھونکو، دھام کی دند بجاؤ ۔"
('داستان اردو' : نصیر حسین خیال)

ضلع امرتسر کی تحصیل پٹی میں جین مذہب کے ایک مندر سے سدھ ناتھ جوگیوں کے فرقے کی زبان میں ایک قدیم تحریر دستیاب ہوئی ہے ۔ اس زبان کو ماہرین نے اپ بھرنش سے تعبیر کیا ہے ۔ یہ دسویں صدی عیسوی کے زمانے کی زبان ہے ۔ اس تحریر میں ان حروف ربط کا استعمال موجود ہے جیسے کہ :

Marfat.com

سس گھر سور سہانے بھائی
ہر درسن کی سوجی پائی
(چاند کے گھر سورج آیا یعنی طالب کے گھر
مرشد آیا تو جلوۂ حق کی حقیقت ظاہر ہوئی)

ملک محمد جائسی (۱۴۸۰ تا ۱۵۳۸ء) نے پدماوت میں بھی ان حروف ربط کو استعمال کیا ہے :

آئی سرد رتو ادھک پیاری
نوکنوار کا تک اجیاری
ایہہ رتو کنت پاس جہیہ
سُکھ تن کے ہیا مانھ
دہن ہنس لا گے پیا گلے
دہن کل پیا کے بانھ

(سردیوں کا بہت ہی پیارا موسم آ گیا ۔
ترو تازہ اسوج اور کاتک کی چاندنی رات ہے ۔
اس موسم میں جو محبوب کے پاس ہے
اس کے دل میں آرام ہے
مبارک ہیں وہ جو ہنس ہنس کر محبوب کے گلے لگ رہی ہیں ۔
مبارک ہیں وہ جو محبوب کی گردن میں بازو حائل کیے ہوئے ہیں) ۔
پنجاب کی صوفیانہ اور مذہبی شاعری میں بھی ان حروف ربط کا استعمال تواتر سے ملتا ہے جیسے کہ :

فریدا ! پنکھ پرا ہونی، دنی سہاوا باغ
نوبت و جی صبح سے چلن کا کر کاج

(اے فرید ! یہ دنیا ایک سہانا باغ ہے اور پرندہ یعنی انسان ایک مہمان ہے ۔
صبح ہی سے کوچ کا نقارہ بج رہا ہے تو بھی رخت سفر باندھ لے) ۔

Marfat.com

کا گا نین نکاس دوں اور پی کے رکھ لے جائے
پہلے درس دکھائے کے تو پاچھے لیجیے کھائے

اے کوے ! میں اپنی آنکھیں نکال دیتی ہوں اور انہیں میرے محبوب کے رخ یعنی اس کی طرف لے جا ۔

پہلے انہیں محبوب کا جلوہ دکھا دینا اور بعد میں کھا لینا) ۔
(شیخ فرید ۱۱۷۳ تا ۱۲۶۵ء)

ذیل کی مثالیں بھی قابل غور ہیں :

سبھناں جئیاں کا اکو داتا
سو میں وسر نہ جائے
گر بن گھور اندھار
ست پر کھ جن جانیا
ست گر تس کا ناؤں
تہ ہر کے نام کی تم پر چھاؤں

(گرونانک ۱۴۶۹ء تا ۱۵۳۸ء)

ست گر کے پرتاپ تو مٹ گئیو سب دکھ دند
کہے کبیر دبدھا مٹی گُرملیا راما نند
کبیر ینج گھر پریم کا مارگ اگم اگا دھ
سیس اتار پگ تلے دھرے تب نکٹے پریم کا سودا

(بھگت کبیر قریباً ۱۴۲۵ تا ۱۵۱۸ء)

ایھڑ تھڑ چھڈ توں گُر کا شبد پچھانو
ست گر اگے ڈھے پئیو سب کچھ جانے جانو
آسا منسان جلائے توں ہوئے رہو مہانو
ست گر کے بھانے بھی چلہے تاں درگاہ پاوے مانو

(ادھر ادھر کی باتیں چھوڑو ، مرشد کا قول پہچانو ، خدا کے آگے سجدہ ریز ہو جاؤ وہ سب کچھ جاننے والا ہے ، دنیا میں ایسے رہو جیسے کوئی مہمان رہتا ہے ، رضائے الٰہی کے مطابق چلو

Marfat.com

تا کہ اس کی بارگاہ میں عزت نصیب ہو) ۔
(گرو امر داس (۱۵۵۲ء تا ۱۵۷۴ء)

آگیا بھئی اکال[۱] کی تبھی چلائیو پنتھ
سب سکھن کو حکم ہے گر مانیو گرنتھ[۲]
گور گرنتھ جن مانیو پرگٹ[۳] گراں کی دیہہ[۴]
جو پربھو کو ملیو چھہے کھوج شبد میں لہے
(گورو گوبند سنگھ ۱۶۷۵ تا ۱۷۰۸ء)

ٹک بوجھ من میں کون ہے سب دیکھ آوا گون ہے
من اور ہے تن اور ہے من کا وسیلا پون ہے
بندہ بنایا جاپ کوں توں کیوں لبھانا پاپ کوں'

'جس نگری ٹھاکر جس ناہیں
سو کاکر[۵] کوکر[۶] بستی ہے
اگر چندن کی سار نہ جانے
پاتھر سیتی گھستی ہے'
(شاہ حسین لاہوری ۱۵۳۸ء تا ۱۵۹۹ء)

'آؤ فقیر وملے چلیے عارف کا من واجارے
انحد سبد سنو بہو رنگی تجئے بھیکھ[۷] پیاجا رے'
'دکھ جگ کے موہے پوچھن آئے
جن کے پیا پردیس سدھائے'
(بلھے شاہ ۱۶۸۰ تا ۱۷۵۸-۹ء)

سنت اندر سنگھ چکرورتی کو گورمکھی رسم الخط میں ایک قلمی نسخہ دستیاب ہوا ہے جو کہ پندرھویں یا سولھویں صدی عیسوی کی تحریر معلوم ہوتا ہے ۔ اس کے مصنف کا نام درج نہیں ۔ ویسے تحریر سے اندازہ ہوتا ہے کہ وہ ملتان کے علاقے کا رہنے والا تھا ۔ اس تحریر میں بھی زیر بحث حروف ربط استعمال ہوئے ہیں جیسے کہ :

---

۱ ۔ ازل سے ابد تک
۲ ۔ سکھوں کی مذہبی کتاب
۳ ۔ ظاہر ۔ ۴ ۔ جسم ۔ ۵ ۔ کوے ۔ ۶ ۔ کتے ۔ ۷ ۔ بھوک پیاس ۔

Marfat.com

''ایمنہ کے ادر تہاہ جنمنا عبداللہ پاتشا ہجادے کی پیٹھ تے اپجن مدینہ عرب ولایت محمد مصطفیٰ آوے گا ۔ اپنا دین امر چلاوے گا ۔ کلی کا جگ اتھربن بید محمدؐ امرلکھ درگاہ ملے گا محمد مصطفیٰ کلی میں آوتا ہے ۔ بید اتھر بن آکے کی خبر دیتا ہے ۔''

تاریخی لحاظ سے سب سے پہلے جس متعلقہ زبان میں مذکورہ حروف ربط کا سراغ ملتا ہے وہ یونانی زبان ہے ۔ یونانی لاحقہ 'اِکا' (Ikos) یا 'اَکا' (Akos) بمعنی متعلقہ جیسے کہ 'ہومریکا' (Homerikos) بمعنی ہومر سے تعلق رکھنے والا ۔ اسی طرح 'اِنڈیکا' (Indikos) ہند سے تعلق رکھنے والا ، (نیل بمعنی لاجورد کا یونانی نام) ۔ کوہ ہند و کش کا نام بھی یونانی زبان کی گواہی دیتا ہے ۔ محققین کے نزدیک پہلے یہ یونانی زبان کا انڈیکوس بمعنی کوہ ہند تھا لیکن بعد میں بگڑ کر ہند وکش بن گیا ۔

مہاراجہ اشوک کے کتبوں اور بعض قدیم ڈراموں میں 'یونکا' اور 'رومکا' کے الفاظ میں بھی اس اضافت نسبتی کا ثبوت ملتا ہے ۔ یہ الفاظ اس وقت کے مقامی یونانیوں میں مروجہ تلفظ کی ترجمانی کرتے ہیں یعنی 'رومائیکا' (Romaika) روم سے تعلق رکھنے والا اور 'ایونیکا' (Ionika) یونان سے تعلق رکھنے والا ۔ مقامی یونانیوں ہی سے مقامی آبادی نے یہ الفاظ اور اس کے ساتھ ہی 'کا' کا اضافی لاحقہ بھی اپنا لیا ۔

یہی 'کا' 'کے' اور 'کی' کے حروف ربط پنجاب میں بطور صفات نسبتی بھی مستعمل ہیں جیسے کہ میکے (ماں کا گاؤں) ، پیکے (باپ کا گاؤں) اسی طرح نانکے دادکے وغیرہ ۔

پنجاب کے دیہاتوں کے اکثر نام بھی انہی صفات نسبتی کی نشان دہی کرتے ہیں جیسے کہ فاضلکا ، امروکا ، مریدکے ، کاموںکے ، سلیانکی اور پتوکی وغیرہ ۔ یاد رہے کہ اس طرز پر شہروں یا دیہاتوں کے نام عام طور پر سوائے پنجاب کے برصغیر کے کسی اور حصے میں نہیں ملتے ۔

Marfat.com

ان حروف ربط اور ان سے مشتق صفات نسبتی کے سر زمین پنجاب میں اتنے قدیم اور ہمہ گیر استعمال سے ثابت ہوتا ہے کہ برصغیر میں سب سے پہلے اسی سرزمین میں یونانی لسانی اثرات کے تحت ان اضافی علامتوں کی داغ بیل پڑی اور یہیں سے ان کا بیج انقلابات کے بگولوں کے دوش پر سوار ہوکر برصغیر کے دوسرے حصوں میں بکھر گیا ۔ جب نئی سرزمین میں اس کی کونپلیں پھوٹ آئیں تو یہ باور کر لیا گیا کہ یہ اس نئی سرزمین ہی کی پیداوار ہیں ۔

اب ہم تانیث کے علامتی لاحقہ 'ن' کو لیتے ہیں جو کہ اردو اور پنجابی گرامر میں یکساں مذکر سے مؤنث بنانے کے لیے استعمال ہوتا ہے ۔

سنسکرت میں مذکر سے مؤنث بنانے کے لیے کوئی قاعدہ کلیہ موجود نہیں صرف چند ایک ایسے علامتی لاحقے موجود ہیں جن کی بناء پر بعض اوقات مذکر اور مؤنث کو ایک دوسرے سے ممیز کیا جا سکتا ہے ۔ بعض اوقات تو تذکیر و تانیث کا جنس کے ساتھ بھی کوئی تعلق نہیں ہوتا ۔ سینا (فوج) جو کہ صرف مردوں پر مستعمل ہوتی ہے محض آخری 'الف' کی بناء پر جو کہ سنسکرت میں عام طور پر تانیث کی علامت ہے مؤنث کہلاتی ہے ۔ پنگھٹ جہاں صرف عورتوں کا جمگھٹ ہوتا ہے مذکر شمار کیا جاتا ہے ۔ اسی طرح ایک ہی چیز کا نام مذکر ، مؤنث اور لاجنس بھی ہوسکتا ہے جیسے کہ کنارے کے لیے تٹ مذکر ، تٹی مؤنث اور تٹو لا جنس ہے ۔ یہاں تک کہ موقع محل کے مطابق بیوی کے لیے بھی 'دار' (مذکر) ، جایا (مؤنث) اور کلتر (لا جنس) میں سے کوئی بھی لفظ استعمال ہوسکتا ہے ۔ واؤ کا لاحقہ مذکر ، مؤنث اور لاجنس تینوں حالتوں میں مستعمل ہوتا ہے جیسے کہ ششو (لڑکا) ، سیتو (پل) اور مدھو (بہار) مذکر ہیں ۔ لیکن مدھو (جب شہد کے معنوں میں مستعمل ہو) ، دھینو (گائے) اور وسو (دولت) مؤنث ہیں اور تنو (جسم) لا جنس ہے ۔

سنسکرت میں مندرجہ ذیل لاحقے زیادہ تر تانیث کی علامت شمار کیے جاتے ہیں :

ا : پرتیبھا (خیال) ۔ پرتیما (عکس)
جنتا (عوام) ۔ میدھا (یادداشت)

Marfat.com

او : دہینو (گائے) - مدھو (شہد)
چنجو (چونچ) - رجو (رسی)

او : ودھو (بھو - بیوی)

ی : رجنی (رات) - دیوی (ملکہ)
وانی (آواز) - ترنی (جہاز)

اگرچہ ایک آدھ مثال 'نی' کے تانیثی لاحقے کی بھی ملتی ہے جیسے کہ 'اندرا' سے 'اندرانی' گو اندر کا مؤنث اندرا بمعنی لکشمی دیوی تسلیم کیا جاتا ہے - اس مثال کے علاوہ قدیم سنسکرت میں تانیث کے لیے 'نی' کا لاحقہ شاذ ہی نظر آتا ہے - پراکرت میں تو یہ لاحقہ سرے سے نظر ہی نہیں آتا - موجودہ پتنی بمعنی بیوی اور پترنی بمعنی لڑکی کو سنسکرت کی بجائے ہندی کہنا زیادہ موزوں ہوگا - کیونکہ بیوی کے لیے قدیم سنسکرت میں عام طور پر جایا ، دار ، کلنتر اور ودھو کے الفاظ ملتے ہیں - اسی طرح پتر کی مؤنث بجائے پترنی کے پتریکا تسلیم کی جاتی ہے - ویسے سنسکرت میں بیٹی کے لیے دوہتو ، آمجا ، ستا اور تنیا کے الفاظ مستعمل تھے - بہرحال سنسکرت میں سوائے مندرجہ بالا مستثنیات کے 'ن' کا لاحقہ تانیث کے لیے کہیں مستعمل نہیں ہوا -

فارسی صرف و نحو میں بھی کوئی ایسا مسلمہ لاحقہ نظر نہیں آتا جس سے تذکیر و تانیث کا پتہ چل سکے - کچھ اسماء تو ایسے ہیں کہ جن کی صنف خود ان کے نام ہی سے ظاہر ہے جیسے کہ مادر ، پدر ، دیو ، پری ، اسپ ، مادیان باقی اسماء کے لیے تذکیر و تانیث کا طریقہ یہ ہے کہ انسانی صنف کے لیے مرد و زن کا لاحقہ زیادہ کرتے ہیں جیسے کے پیر مرد ، پیرزن ، جادوگر مرد ، جادوگرزن ، جانوروں کے لیے نر اور مادہ کا لفظ زیادہ کرتے ہیں جیسے کہ گربۂ نر ، گربۂ مادہ اور شیر نر اور شیر مادہ وغیرہ -

غرضیکہ یہاں بھی تانیت کے لیے 'ن' کا لاحقہ مستعمل نہیں - یونانی تانیث کے لیے 'ن' کا لاحقہ زمانۂ قدیم سے مستعمل ہے اور اس کا استعمال عام ہے جیسے کہ :

Marfat.com

مذکر	مؤنث
ہیلئس (Helios) : بمعنی روشن	ہیلن (Helen)
کاتھرو (Katharos): بمعنی پاکیزہ ، پاکباز	کیتھرائن (Katharine)
ہرمیس (Hermes) : ایک یونانی دیوتا کا نام	ہرمائن (Hermione)
ہیرو (Heros) : مافوق الفطرت صفات کا حامل انسان	ہیروئن (Heroine)
الیگزینڈر (Alexander) : انسانوں کا محافظ	الیگزینڈرینا(Alexandrena)

اس نہج پر پنجابی اور اردو گرامر میں 'ن' کا لاحقہ تانیث کے لیے عام مستعمل ہے جیسے کہ :

مذکر	مؤنث	مذکر	مؤنث
مالی	مالن	دلہا	دلہن
دھوبی	دھوبن	پنجابی	پنجابن
جوگی	جوگن	ہندو ستانی	ہندوستانن
سمدھی	سمدھن	لاہوری	لاہورن

اغلب یہی ہے کہ اردو اور پنجابی زبانوں میں تانیث کے لیے 'ن' کا لاحقہ براہ راست یونانی زبان ہی سے وارد ہوا یعنی ہند و یونانی عہد میں یہ لاحقہ پنجابی زبان میں داخل ہوا اوریہاں سے آگے اردو میں ودیعت ہوگیا ۔

Marfat.com

کتابیات

Marfat.com

فہرس

Marfat.com

اُردو کتب

آرزو لکھنوی ، سراج الدین علی خاں — نوادر الالفاظ ۔ کراچی ۱۹۵۱ء

آزاد ، مولانا محمد حسین — آب حیات ۔ لاہور

" " " " — جامع القواعد ۔ لاہور ۱۹۵۷ء

آصف خاں ، محمد — پنجابی زبان کے اجزائے ترکیبی (امروز ۔ ۲۷ ستمبر ۱۹۵۹ء)

احمد قلعداری ، احمد حسین — پنجابی ادب کی مختصر تاریخ ۔ لاہور ۱۹۶۴ ۔

اصلاحی ، شرف الدین — اردو سندھی کے لسانی روابط ۔ لاہور ۱۹۷۰ء

اعوان ، انور بیگ — دھنی ادب و ثقافت ۔ چکوال ۱۹۶۸ء

بلوچ ، ڈاکٹر نبی بخش خان — سندھ میں اردو شاعری ۔ حیدرآباد ۱۹۶۷ء

چرنیکووا ، سونیا — اردو کے صیغے ۔ ماسکو ۱۹۶۸ء

خسرو ، امیر — خالق باری ۔ کانپور ۱۸۸۸ء
آگرہ ۱۹۲۶ء
لاہور ۱۹۴۰ء

خیال ، نصیرالدین حسین خاں — داستان اردو ۔ حیدر آباد (دکن)

دل محمد ، خواجہ — جپ جی صاحب ۔ لاہور ۱۹۴۵ء

راشدی ، پیر حسام الدین — سندھی ادب ۔ کراچی

زور قادری ، سید محی الدین — (ا) دکنی ادب کی تاریخ ۔ کراچی ۱۹۶۰ء
(ب) ہندوستانی لسانیات ۔ لاہور ۱۹۶۱ء

Marfat.com

مدھیشور ورما — آریائی زبانیں ۔ لاہور ۱۹۶۰ء
سرور ، محمد — پنجابی ادب ۔ کراچی
سکسینہ ، رام بابو — تاریخ ادب اردو ۔ لکھنؤ
سلیمان ندوی ، سید — نقوش سلیمانی ۔ کراچی ۱۹۵۱ء
شاہ ولایت — قوانین صرفیہ ہندیہ ۔ ملتان
شمس اللہ قادری ، حکیم — اردوئے قدیم ۔ کراچی ۱۹۶۳ء
شمیم چودھری — پنجابی ادب و تاریخ ۔ لاہور
شوکت سبزواری — (ا) اردو زبان کا ارتقاء ۔ ڈھاکہ ۱۹۵۶ء
(ب) داستان زبان اردو ۔ کراچی ۱۹۶۰ء
ظہیر الدین مدنی — اردو غزل ولی تک ۔ بمبئی ۱۹۶۱ء
عبدالحق ، مولوی — (ا) اردو کی ابتدائی نشو و نما میں صوفیائے کرام کا کام ۔ علی گڑھ
(ب) قدیم اردو ۔ کراچی ۱۹۶۱ء
(ج) قواعد اردو ۔ لاہور ۱۹۵۸ء
عبدالحق ، مہر — ملتانی زبان اور اس کا اردو سے تعلق ۔ بہاولپور ۱۹۶۷ء
غالب ، میرزا — قادر نامہ ۔ لکھنؤ ۱۹۳۰ء
فیض احمد — تشریح الحروف ۔ آگرہ
کرم حیدری — سر زمین پوٹھوہار ۔ لاہور ۱۹۶۲ء
گل کرسٹ — قواعد زبان اردو ۔ لاہور ۱۹۶۲ء
گیانی ، عبادالله — گرو گرنتھ اور اردو ۔ لاہور ۱۹۶۶ء

Marfat.com

محمود شیرانی ، حافظ (ا) پنجاب میں اردو ۔
لاہور ۱۹۶۳ء
(ب) پرتھوی راج راسا ۔
دہلی ۱۹۴۳ء
(ج) مقالات شیرانی جلد اول و دوم ۔
لاہور ۱۹۶۶ء

نخل الله خدائی ۔
کانپور ۱۸۹۵ و ۱۹۱۰ء

ہاشمی فرید آبادی تلخیص الاردو ۔
کراچی ۱۹۵۳ء

ہاشمی، نصیر الدین دکن میں اردو بمع اضافہ آندھرا
میں اردو ۔ لکھنؤ ۱۹۶۳ء

اُردُو رسائل و اخبارات

اردو ، سہ ماہی ۔ کراچی

اردو نامہ ، سہ ماہی ۔ کراچی

امروز ، روزنامہ ۔ لاہور

اورینٹل کالج میگزین ، سہ ماہی ۔ لاہور

ایلمہ ، ہفت روزہ ۔ مستونگ

سنگ میل ، سرحد نمبر ۔ پشاور

صحیفہ ، سہ ماہی ۔ لاہور

ماہ نو ، ماہنامہ ۔ کراچی

مشرب ، مقالات نمبر ۔ کراچی

نگار ، ماہنامہ ۔ لکھنؤ و کراچی

Marfat.com

پنجابی کتب

بدھ سنگھ ، باوا	پریم کہانی ۔ لاہور ۱۹۳۲ء
جوش ، ڈاکٹر موہن سنگھ	پنجابی بھاشا دا سروپ ۔ پٹیالہ
جین ، بنارسی داس	پنجابی زبان تے اوہدا لٹریچر ۔ لاہور ۱۹۶۷ء
دیوانہ ، ڈاکٹر موہن سنگھ	(ا) پنجابی ادب دی مختصر تاریخ ۔ لاہور (ب) شاہ حسین لاہوری ۔ لاہور
سرن داس ، لالہ رام	پنجابی لوک گیت ۔ لاہور ۱۹۶۵ء
فقیر ، ڈاکٹر فقیر محمد	کلیات بلھے شاہ ۔ لاہور
قریشی ، عبدالغفور	پنجابی زبان دا ادب ۔ لاہور
کبیر ، بھگت	شبدا ولی ۔ لاہور
ورما ، لالہ پرس رام	دوہے بابا فرید ۔ لاہور

پنجابی رسائل

پرکھ ، سہ ماہی ۔ چندی گڑھ

پنجابی ادب ، ماہنامہ ۔ لاہور

پنجابی دنیا ، ماہنامہ ۔ پٹیالہ

پنج دریا ، ماہنامہ ۔ لاہور

لہراں ، ماہنامہ ۔ لاہور

Marfat.com

انگریزی حِصّہ

Marfat.com

(F) JOURNALS AND MAGAZINES : رسائل و جرائد

Journal of the Royal Asiatic Society London.
Journal of the Asiatic Society of Bengal Calcutta.
Indian Antiquary-London.
Punjab Notes and Queries.
American Anthropologist - Menasha (USA).
Cultural Forum-Delhi.
Sunday Statesman-Delhi.
Illustrated Weekly of India-Bombay.
The Times of India-Annual Numbers Bombay.
Journal of the Pakistan Historical Society-Karachi.
Pakistan Quarterly-Karachi.

Marfat.com

Wylie, E; All About your Sore Throat. (Rader's Digest, Jan; 1956)

(D) GENERAL : متفرق

Bloomfield, M; Hymns from the Atharva Veda—London, 1897.

Hunter, W. W; The Indian Empire—London, 1893.

Ibbetson, D; Punjab Castes—Lahore, 1916.

Latham, R. G; Ethnology of India—London, 1949.

Macdonell, A. A; Hymns from the Rig Veda—Calcutta.

Mookerji, R. K; Hindu Civilization—London, 1936.

Oldenberg, H; Ancient India its Language and Religions—Calcutta, 1962.

Oppert. G; The Original Inhabitants of India—Madras, 1893.

Smith, V. A; The Early History of India—London, 1908.

Taylor, I; The Origin of the Aryans—London.

Thurston, E; Castes and Tribes of South India. (7 Vols) —Madras, 1909.

Tylor, E. B; Anthropology. (2 Vols.)—London, 1946.

(E) PROCEEDINGS OF ORIENTAL AND HISTORICAL CONFERENCES :

مستشرقین اور مؤرخین کی مجالس کی کار گزاریاں

Proceedings and Transactions of the Fifth All - India Conference, (Summaries of papers)—Lahore, 1928.

Proceeding Fifth Indian Oriental Conference (General) —Lahore, 1930.

Proceedings of the Indian History Congress Fourth Session—Lahore, 1940.

Proceedings of a Symposium - the 26th Congress of Orientalists ; Delhi, 1964.

Marfat.com

Greenough, J. B.; Kittredge, G. L; — Words and their ways in English Language—London, 1902.

Grierson, G. A; — A Lingustic Survey of India (19 Parts) Calcutta; 1903-1928.

Joos, M; (ED) — Readings in Linguistics—Washington, 1957.

Laird, C; — The Miracle of Language—Greenwich, 1960.

Oldfield, R. C; Marshall, J. C; (ED) — Language-Selected Readings—Middlesex, 1968.

Pei, M; — Language for Everybody—New York, 1958.

„ „ — The Story of Language—New York, 1960.

Vendryes, J; — Language-A Lingustic Introduction to History—London, 1949.

Whatmough, J; — Language : A Modren Synthesis—New York, 1957.

Wilson, R. A; — The Miraculous Birth of Language—London, 1946.

(C) TECHNICAL BOOKS AND ARTICLES :

فنی کتابیں اور مضامین

(جن سے خاص کر 'زبان کے میکانکی پہلو'
کی تدوین کے سلسلے میں استفادہ کیا گیا)

Halliburston, W. D; Medourell, R.J.S; — Hand Book of Physiology and Biochemistry.

Paget, R. A. S; — The Origin of Language. (Penguin, Science News Series No. 20)

Bruce, D. J; — Speech Engineering. (Penguin. Science News Series No. 44).

Ranson, S. W; — The Anatomy of the Nervous System.

Rushton, W. A. H; — How Messages are Transmitted Along Nerves. (Penguin, Science News Series No. 5)

Wells, H. G; Wells, G. P; Huxley, J. S ; — The Science of Life.

Marfat.com

Hava, Rev. J. G; Arabic-English Dictionary— (الفرائد الدریہ) Beirut, 1915.

Kornrumph, H. J; Turkish-English and English-Turkish Dictionary—Berlin, 1960.

(x) *INDO-PAK LANGUAGES* پاک و ہند کی زبانیں

Beames, J; A Comparative Grammar of the Modern Aryan Languages—Delhi 1966.

Kellog, S. H; A Grammar of the Hindi Language—London, 1965.

Dhar, L; Padumavati; A Linguistic Study—London 1949.

Sharma, R. B; Evolution of Hindi from a Dialect—Delhi (The Statesman, Aug 30, 1964).

Platts, J. T; A Dictionary of Urdu, Classical Hindi and English—London, 1930.

Yule, H; Burnell, A. C; Hobson Jobson; A Glossary of Colloquial Anglo-Indian Words—London, 1903.

Vaze, S. G; The Aryabhushan School Dictionary Marathi-English—Poona, 1938.

Diwana, M. S; Hand Book of Urdu Literature—Lahore.

Lebedeff, H; A Grammar of the Pure and Mixed East Indian Dialects—Calcutta, 1963.

Quraishi, W; A Survey of Panjabi Language and Literature (Journal of the Pakistan Historical Society, April, 1967).

Serebryakov, I; Punjabi Literature—Moscow, 1968.

Krishna, L. R; Panjabi Sufi Poets—London, 1938.

Bajaj, S. R; English-Punjabi Dictionary—Lahore.

(B) LINGUSTICS : لسانیات

Barber, C. L; The Story of Language—London, 1966.

Bodmer, F The Loom of Language—London, 1949.

Darwin, C; The Expression of the Emotion—London 1948.

Marfat.com

[Bu]ddhadatta, A. P., English-Pali Dictionary—Colombo, 1955.

(ii) *MUNDA LANGUAGES* منڈا زبانیں

[N]ath, V. V. S; Bhils of Ratanmal—Baroda, 1960.

[B]haduri, M. B; A Mundari-English Dictionary—Calcutta, 1931.

(iii) *DRAVIDIAN* دراوڑی زبانیں

[C]aldwell, R; A Comparative Grammar of the Dravidian—Madras, 1961.

[B]lock, J; The Grammatical of Dravidian Language Poona 1954.

[B]urrow, T. } [E]meneau, M. B; } A Dravidian Etymological Dictionary—London, 1961.

[A]rden, A. H; A Progressive Grammar of the Tamil Language—Madras, 1962.

[R]ao, H. R: Kannada Made Easy—Bombay.

" " Telugu Without Tutor—Bombay.

[A]llah Bux, Hand Book of Birouhi Language—Karachi, 1877.

[J]amil, S. M; All About Brahui (Pakistan Quarterly, Vol XVII No. 1)—Karachi, 1969.

[E]meneau, M. B; Brahui and Dravidian Comparative Grammar--California, 1962.

[K]ittel, F; On the Dravidian Element in Sanskrit Dictionaries—London. (Indian Antiquary Aug 1872)

[E]meneau, M. B; } [B]urrow, T } Dravidian Borrowings from Indo-Aryan—Calfornia, 1962.

[H]ornle, A. F; On the Derivation of some Peculiar Gaurian Words—London. (Indian Antiquary Dec. 1872)

(iv) *NON-ARYAN LANGUAGES* غیر ہند آریائی زبانیں

[W]arren, J; Qaida-i-Ibrani (Cover missing—19th Century Print).

[H]opper, W; Hebrew Dictionary—Allahabad 1880.

3

Marfat.com

Sokolov, S. N; The Avestan Language—Moscow, 1967.

(*iv*) *GREEK* یونانی

Chadwick, J; The Prehistory of the Greek Language—Cambridge, 1963.

Kykkotis, I; English-Greek and Greek-English Dictionary—London, 1957.

(*v*) *MISCELLANEOUS* متفرق زبانیں

Castillo, C, Bond, O. F; Spanish Dictionary—New York, 1955.

Keberkshtes, L. B, Pomerantsef, L. M; Urdu Russian Dictionary—Moscow, 1958.

Letton, J Meresh, B, Neverof, S; Urdu Russian Conversation—Moscow 1960.

Skeat, W. W; A Concise Etymological Dictionary of the English Language—London, 1951.

(*vi*) *PRAKRITS* پراکرتیں

Woolner, A.C; Introduction to Prakrit, Varanasi (Benaras).

Pischel, R; Comparative Grammar of the Prakrit Languages—Delhi, 1965.

Tagare, G.V; Historical Grammar of Apabhramsa—Poona, 1948.

Burrow, T; The Language of the Kharosthi Documents—Cambride, 1937.

Lane, G. S; The Tocharian Punyavantajatka—Baltimore, 1947.

" " Vocabulary to the Tocharian Punyavantajadaka—Baltimore. 1948.

Shakur, M. A; A Hand Book to the Inscription Gallery the Peshawar Museum—Peshawar, 1946.

Buddhadatta, A. P ; Aids to Pali Conversation—Ambalangonda (Ceylon).

Marfat.com

ENGLISH BOOKS انگریزی کتب

A) GRAMMARS AND DICTIONARIES ETD :

صرف و نحو اور لغات وغیرہ

) INDO-ARYAN ہند آریائی

ockwood, W. B; Indo-European Philology—London, 1969.

. Hudson-Williams; Comparative Grammar(Indo-European),—Cardiff, 1961.

) SANSKRIT سنسکرت

ānov, V.V; } oporov, V. N; } Sanskrit—Moscow, 1968.

acdonell, A. A; A History of Sanskrit Literature—London, 1913.

uir, J; Original Sanskrit Texts, Vol. I—London, 1868.

llen, W. S; Phonetics in Ancient India—London, 1961.

acdonell, A.A; A Sanskrit Grammar for Students—London, 1962.

,, ,, A Practical Sanskrit Dictionary—London, 1958.

idya, L. R; The Standard Sanskrit-English Dictionary—Bombay, 1889.

pte, V. S; The Student's English-Sanskrit Dictionary—Delhi, 1960.

owson, J; A Classical Dictionary of Hindu Mythology—London, 1961.

) PERSIAN فارسی

ll, W; An Introductory History of Persian Language—Delhi, 1914.

Marfat.com

صحت نامہ

صفحہ	سطر	اصل عبارت	مجوزہ تصحیح
۲۲	۱۳	(Buffan)	(Buffon)
,,	,,	لی مارک (Lamarch)	لا مارک (Lamarck)
۳۲	۲۰	(Wllis)	(Wallace)
۷۷	۱۷	یک طرف	یک طرفہ
۸۰	۱۳	باتاں - برج (قدیم اردو) میں	باتاں (قدیم اردو) - برج میں
۸۱	۱۵	اولین گروہ	گروہ
۸۲	۱۶	پیٹی کو بیگام دئیی	پیٹی کو بیگام وئیی
۸۳	۱۲	کہ میں	کہ سنسکرت میں
۸۹	۲۳-۲۲	معانیہ	مانیہ
۹۷	۱۶	ھجری عہد	حجری عہد
۹۸	۱۸	کاسیاست	کاسیات
۱۰۱	۱۱	چاؤ پیپر	چاؤ لی پیپر
۱۱۲	۲۸	آبم	بلم
۱۲۱	۲۳	شیلی	سپل
۱۳۶	۱	'تر بھو'	'تد بھو'
۱۴۲	۱۱	سندھی : سوند (سونڈ)	سندھی : سونڈھ
۱۴۹	۱	(سندھی : گدھو)	(سندھی : گَڏُہ)
۱۵۲	۱۱	(سندھی : کوڈو)	(سندھی : کوڑو)
۱۵۶	۱۱	سندھی : گنڈی : ایضاً	سندھی : گادی : ایضاً
۱۶۰	۱۰	(سندھی : واڈو: بڑھئی)	(سندھی:واڈھو:بڑھئی)
۱۶۹		سندھی ملتانی	سندھی ملتانی
"	۴	اوں ماں	آئوں مئں
"	۵	مجھو مانڈا	منہنجو : میڈا مُں ہں جو

Marfat.com

صفحہ	سطر	اصل عبارت	مجوزہ تصحیح
		سندھی ملتانی	سندھی ملتانی
،،	٨	توجو تینڈا	توجو (قدیم) تیڈا تنھنجو : تُس ہِں جو حالیہ
،،	١٢	— تسانڈا	— تساڈا
،،	١٥	پنانجو —	ٹھن جو —
١٨١	٢٤	'ی' کی	'کھے' کی
١٨٢	١-٤	پل پئین سیں ہوت دی پیریں پند و مار قاصدا ٹی کار کیں رسائی کیچ کی	پل پئیں سیں ہوت ڈے، پیریں پندھ وسار قاصدا ٹی کار ، کین اساٹے کیچ کھے
،،	٩-١٠	مون سیو ڈٹھا ماں جنھیں ڈٹھا پرین کی	مون سے ڈٹھا ماء ، جنھیں ڈٹھو پریں کھے
١٨٣	٤	علامت 'ی'	علامت 'کھے'
١٨٥	٢	اودھ ما گدھی	اردھ ما گدھی
١٩٤	٢٣	کہ مذکور ہے	کہ ذکر آچکا ہے
٢٠٥	٩	مصوری لاحقہ	مصدری لاحقہ
٢٠٩	٦	آریائی منازل	ارتقائی منازل
٢١٣	٢٢	(سندھی : ج ، گ، ٹ)	(سندھی : ج ، گ ، ٹ)
٢٢٧	١١	امبھسو	امبسو
٢٢٩	١٨	کو رکھ	کو رخ
٢٦٨	٤	لہذا	لھندا
٣١٤	٢	سوجی	سوجھی

Marfat.com